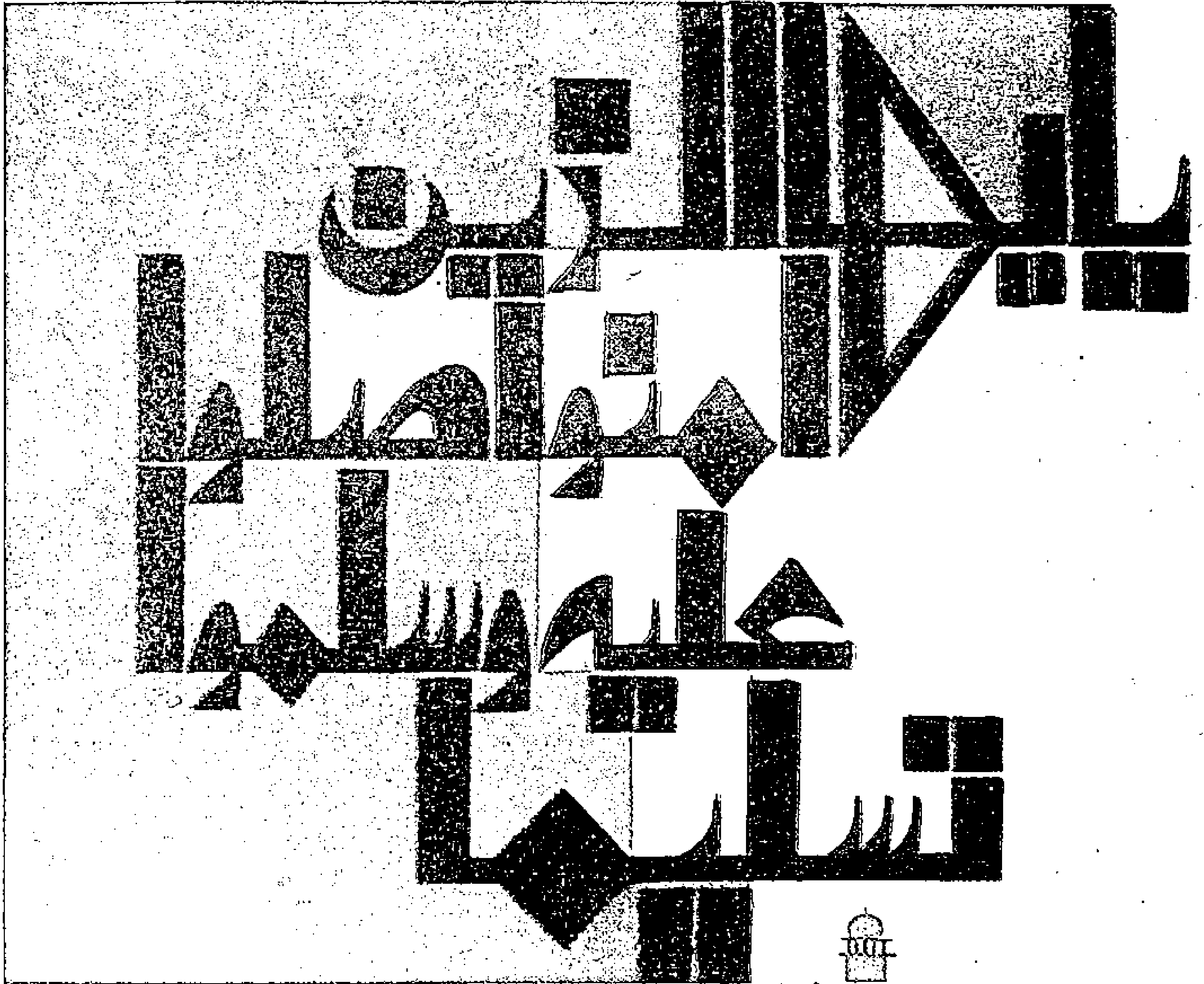
رسول اللہ ﷺ کا نظامِ خدمتِ خلق

حضرت عثمان غنیؓ کا کنواں

مجاہد الحسینی


يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

مولانا مجاہد الحسینی

ولادت : ۴ جنوری ۱۹۲۶ء در سلطانپور لودھی ،
- ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب)

تعلیم : مدرسہ خیر المدارس جالندھر

سندِ فراغت : دارالعلوم ڈابھیل ممبئی ۱۹۴۴ء

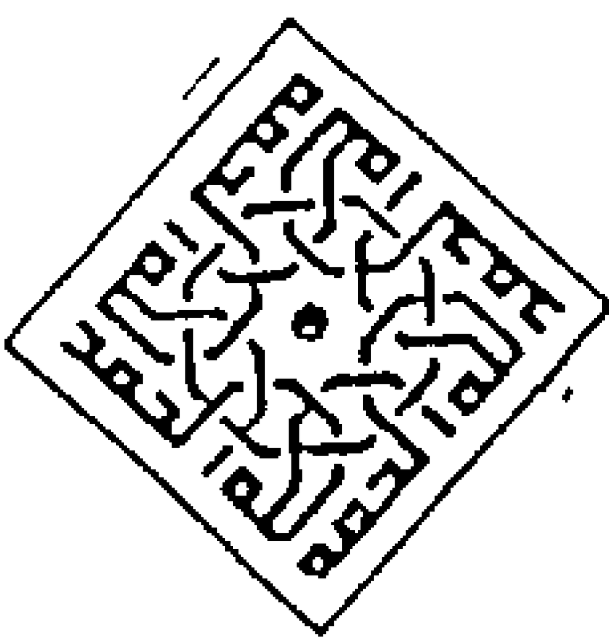
اساتذہ کرام شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
- علامہ شمس الحق افغانی ، مفتی محمد شفیع
- مولانا ظفر احمد عثمانی ، مولانا محمد مسلم
- مولانا خیر محمد جالندھری رحمہم اللہ

تصانیف : معاشیات قرآنی - تعلیم القرآن
- سیرت و سفارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
  اوّل صدارتی ایوارڈ یافتہ
- انوار سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مجلد)
- خطبات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری
- مشاہیر کی تقریریں
- رسول اللہ ﷺ کا نظامِ خدمت خلق
- شاہ ولی اللہ کے دیس میں
- حج و عمرہ (ادائیگی کا آسان طریقہ)
- سفر نامہ ارض الاسلام
- زرعی معاشیات
- فضیلت و طریقہ نماز

صحافتی تجربہ : سابق ایڈیٹر روزنامہ آزاد لاہور
- 〃 ایڈیٹر روزنامہ نوائے پاکستان
- 〃 ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور
- حال ایڈیٹر ماہنامہ صوت الاسلام

۶۵- بی پیپلز کالونی فیصل آباد ، ٹیلیفون : ۸۷۲۶۷۰۰





ملنے کے پتے

☆ سیرت مرکز 65- بی پیپلز کالونی 1 فیصل آباد
فون:041-8726700

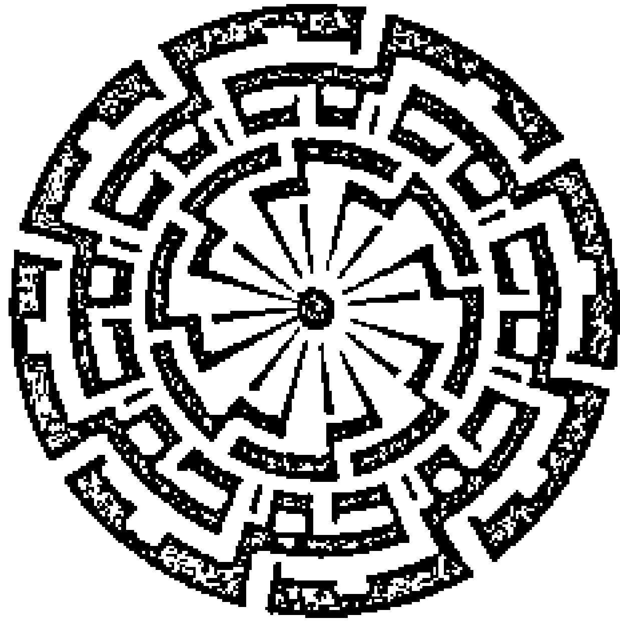
☆ مکتبہ سید احمد شہید اُردو بازار لاہور

☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

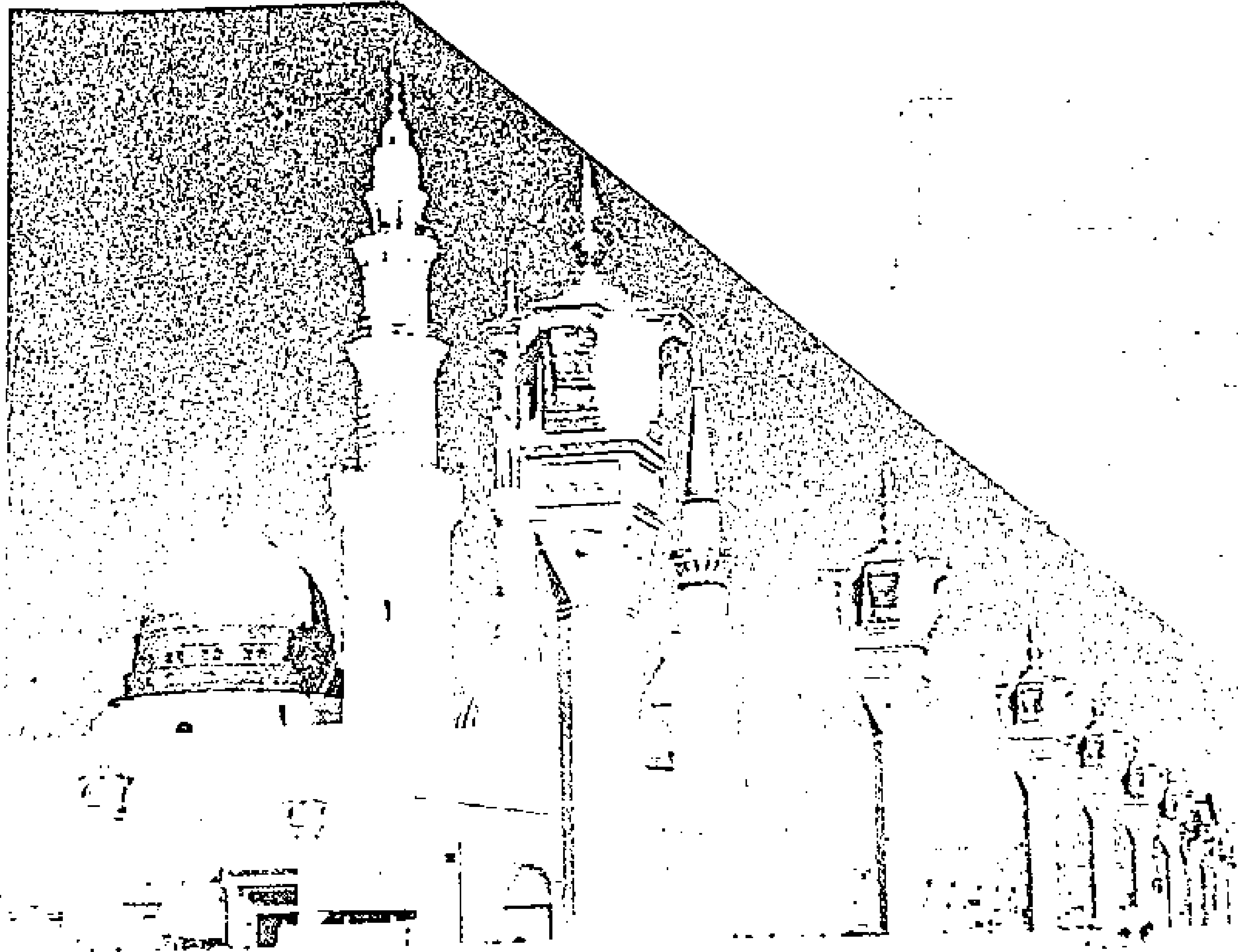
☆ اسلامی کتاب گھر بیرون چینوٹ بازار فیصل آباد



رسول اللہ ﷺ کا نظامِ خدمتِ خلق







خاکِ پا رہروانِ مدینہ مجاہد الحسینی

○

کتاب .... رسول اللہ کا اسوۂ خدمت خلق

تصنیف ...... مجاهد الحسینی
فاضل دارالعلوم ڈابھیل (انڈیا)
سابق ایڈیٹر روزنامہ آزاد، روزنامہ نوائے پاکستان
ہفت روزہ خدام الدین، لاہور
ایڈیٹر، ماہنامہ صوت الاسلام فیصل آباد

......

پتہ
☆ سیرت مرکز 65۔بی پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

(القرآن الکریم)

اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے وہ سرزمین میں دیر تک قائم رہتا ہے

(رعد ۱۷)

خدمتِ خلق

یہ زر اور جواہر یہ مالِ تجارت
ہے بخشش کا ساماں اگر ہو سخاوت

کسی بھوکے پیاسے کی حاجت روائی
ہے اس نے تو گویا ادا کی عبادت

ہو مسجد کی تعمیر یا درسگاہیں
بھلائی کی خاطر بنانا عمارت

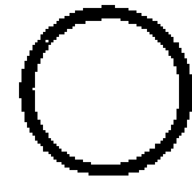
رسولِ امیں بھی ہے اللہ بھی راضی
کرے گا مریضوں کی جو بھی عیادت

مصیبت زدہ کے جو کام آئے انساں
اسے کامرانی کی ہر دم بشارت

کرو خدمتِ خلق دُنیا کے لوگو!
ہے فرمودۂ تاجدارِ رسالت ﷺ

○ مُجاھد الحُسینی





ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

مدحت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وَاَحسَنُ مِنکَ لَم تَرَقَطُّ عَینِی

اور آپ کی ذاتِ اقدس سے زیادہ حسین میری نگاہ نے کبھی کوئی دیکھا ہی نہیں

وَاَجمَلُ مِنکَ لَم تَلِدِ النِّسَاءُ

اور آپ سے زیادہ حُسن وجمال والا کبھی کسی ماں نے جنا ہی نہیں

خُلِقتَ مُبَرَّاً مِّن کُلِّ عَیبٍ

آپ ہر قسم کے عیب سے پاک صاف پیدا کیے گئے ہیں،

کَاَنَّکَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ

گویا آپ کی ذاتِ اقدس کو آپ کی منشا کے عین مطابق بنایا گیا ہے

مداح سید الکونین سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ



اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سراپا قرآن حکیم ہے اور قرآن کریم سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان افروز نقش جمیل ہے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا موضوع گلشن سدا بہار سے بھی زیادہ خوشنما اور حسین تر ہے، اس کی خوشبوئے عنبریں سے پوری کائنات معطر اور مشام جاں بنی ہوئی ہے۔ حضور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مطہرہ کے ایمان آفریں موضوع پر مختلف زبانوں میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جائے گا اس کی منفردانہ حیثیت اپنی جگہ صرف حضورؐ کے سیرت نگار حضرات (اسماء الرجال) کی بابت جو کچھ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ تاریخ انسانیت تو اس کی مثال پیش کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اس کے باوجود ہر محبّ رسولؐ اپنی اپنی بساط اور توفیق کے مطابق حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عشق ومحبت کا آئینہ دار نذرانہ عقیدت واحترام پیش کرنے کو دارین کی سعادت اور موجب نجات وشفاعت سمجھتا ہے۔ یہ صورت گلشن سدا بہار کا نظارہ کرنے والے اس گل چیں جیسی ہے جس کی نگاہ انتخاب کسی ایک پھول پر نہیں ٹکتی بلکہ یکے بعد دیگرے ایک ایک پھول زینت دامن بنانے میں سرگرم عمل رہتا ہے۔

ترستا رہتا ہے جس کو دامن گلچیں
چمن میں وہ ایک پھول ضرور ہوتا ہے

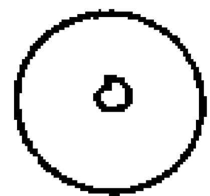
اس زائر روضۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی مناسبت سے سیرت

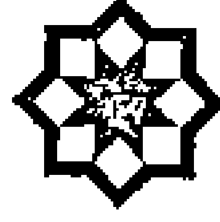
النبیؐ کے ایمان افزاء موضوع اور اس گلشن سدا بہار کے چند پھولوں سے گلدستہ سجانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ چنانچہ قبل ازیں سیرت وسفارت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عنوان سے کتاب مزین کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جس کے تحقیقی تنوع اور نئی معلومات کی بناء پر ۱۹۹۵ء کو قومی مقابلہ کتب سیرت میں اول قرار دیا گیا اور صدارتی ایوارڈ کا اعزاز نصیب ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)' خدمت خلق کے زیرعنوان چند معلومات پیش خدمت ہیں۔

اس مقدس موضوع کی اہمیت اور وسیع تر معلومات پر پوری دسترس نہ ہونے کے اعتراف کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ علم وادراک اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور بمطابق آیت قرآنی وفوق کل ذی علم علیمo کہ ہر علم ودانش رکھنے والے پر دوسرے صاحب علم وفضل کو فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا جو حضرات اس نعمت سے بہرہ مند ہیں انہیں اس ''ہیچمدان'' کی رہنمائی کر کے کتاب کو نادر معلومات کا مجموعہ بنانے کی سعادت پانی چاہئے اور دوران مطالعہ اس خطا کار کی لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کیجئے۔ تاکہ ''نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول'' کا مصداق بنانے کی کوشش کی جا سکے۔ نیز اس پیشکش کو شرف قبولیت سے نوازنے اور مقبول خلائق بنانے کی اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری رکھیئے۔

وما توفیقی الا باللہo

مجاہد الحسینی
مدیر صوت الاسلام، فیصل آباد
پاکستان





حرف گفتنی

کائنات کی ہر جاندار مخلوق جدو جہد اور کوشش میں خوب مصروف کار نظر آتی ہے، اپنے اپنے دائروں میں ہر ایک کی جدو جہد اور تگ و دو مختلف ہے انسانوں کے علاوہ ہر جاندار مخلوق کی ساری کوششوں کا ماحصل صرف اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل یا صرف اپنا ہی پیٹ بھرنا مقصود ہے لیکن ان کے بالمقابل انسان کو فہم و شعور اور فکر و تدبر کی فضیلت سے نواز کر اس کی جدو جہد اور کوشش کا دائرہ وسیع کر دیا گیا ہے، تاکہ وہ صرف اپنی ذاتی خواہشات و ضروریات کی تکمیل کو ہی مقصودِ زندگی نہ ٹھہرائے بلکہ اپنے معاشرے اور اپنے دوسرے بھائیوں کا بھی خیال رکھے اور انسان ہونے کے ناطے سے انس و محبت کا عملی مظاہرہ کرتا رہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کے اس پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے جہاد کی تعلیم اور ترغیب دی ہے تاکہ انسانی زندگی، دوسری جاندار مخلوق سے ممیّز اور ممتاز ہو سکے اور انسان دوسرے جانوروں اور جانداروں کی طرح اپنے پیٹ کا ہی پجاری نہ بن جائے بلکہ اس کی زندگی ......''مفادات'' کے بجائے ''حصولِ مقاصد'' کا ذریعہ ثابت ہو۔

اس نیک اور با مقصد جدو جہد کا نام اسلامی اصطلاح میں جہاد رکھا گیا ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق انسان اپنا سب کچھ اس کی

راہ میں خرچ اور قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہو۔

پھر اس جہاد اور کوشش کی چند قسمیں ہیں ان میں اپنے نفس اور جان کا جہاد بھی ہے اور تعلیم و تدریس، ہجرت، صوم وصلوٰۃ اور حج کا بھی، ان میں جہاد بالمال کو زبردست اہمیت حاصل ہے، کیونکہ جہاد بالنفس کی نوبت تو کبھی کبھی آتی ہے لیکن جہاد بالمال کی ضرورت تو انسان کو زندگی کے ہر مرحلے میں اور ہر وقت درپیش ہوتی ہے، انسان کی ذاتی ضروریات سے لے کر اجتماعی تحریکوں تک ہر حال میں دولت و سرمائے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے مسلمانوں کو ''جہاد بالمال'' کی خصوصیت کے ساتھ تاکید فرمائی گئی ہے اور اسلام کے دورِ اوّل کی تاریخ کے اوراق پر نگاہ ڈالیں تو ان تابناک اور روشن مثالوں سے تاریخ کے صفحات جگمگاتے نظر آئیں گے کہ حضور محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور آپ ﷺ کی اپیل پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غربت و افلاس اور اپنی بے مائیگی کے باوجود اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول کے حکم پر نثار کردیا۔ قرآن کریم میں ان بلند مرتبہ مجاہدین اسلام کی خدمات کی تحسین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُوْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ﴾ [حجرات:۱۵]

''بے شک ایماندار وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا اور اپنے مال اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔''

اور ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

﴿﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً﴾﴾ [النساء:۹۵]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

قرآن کریم کی ان آیاتِ کریمہ میں ہر شخص کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کردے اس سے مال و جان میں کمی واقع نہیں ہوگی۔ بلکہ فرمایا گیا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ﴾ [ابراہیم:۷]

''اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ کر کے مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر تم ناشکری اور نافرمانی کرو گے تو میری گرفت اور عذاب بڑا ہی سخت ہے۔''

نیز ان آیات کریمہ میں صرف اپنی جان پیش کرنے کو ہی جہاد نہیں کہا گیا بلکہ مال و اسباب کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بھی جہاد فرمایا گیا ہے اور یہ ایسا جہاد ہے جس کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور یہ انسانی کمزوری ہے کہ مال و دولت کی محبت انسان پر اکثر غالب رہتی ہے۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست
گر زر طلبی سخن دریں است

اس لیے کہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں مجاہدین مال (یا جہاد بالمال) کا درجہ مجاہدین جان (جہاد بالنفس) سے مقدم رکھا گیا ہے، تاکہ ہر انسان اپنے بھائی اور حاجت مند انسان کی مالی ضروریات پوری کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تاخیر کا مظاہرہ نہ کرے، بلکہ اپنے مال و اسباب کو مخلوقِ خدا کی ضروریات پوری کرنے میں خوش دلی کے ساتھ وقف کیے رکھے۔

اسلام میں رفاہِ عامہ کی اہمیت

اسلام میں رفاہِ عامہ کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے لگایا جاسکتا ہے جس میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاکُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ بِهِیْمَةٌ اَوْ طَائِرٌ اِلَّا وَلَهٗ اَجْرَانِ)) [متفق علیہ]

''کوئی مسلمان اگر پودا لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے انسان حیوانات اور پرندے خوراک حاصل کرتے ہیں تو اس پر اسے دوگنا اجر وثواب ملے گا۔

بہر نوع تاریخ شاہد ہے کہ قرونِ اُولیٰ میں رفاہِ عامہ اور عوامی فلاح و بہبود کے جتنے کام بھی اس دور کی حکومتیں، ان کے کارندے، امراء روسا اور اہل خیر و صاحب ثروت نے انجام دیئے ہیں ان سب کی حیثیت وقف کی تھی کیونکہ وہ ان املاک اور رفاہِ عامہ کے ان اداروں سے کسی قسم کی ذاتی منفعت ہرگز حاصل نہیں کیا کرتے تھے اور آج کل کی ترقی یافتہ حکومتوں کی طرح رفاہِ عامہ کے ان اداروں کو تجارتی بنیاد پر نہیں چلایا جاتا تھا۔

پلوں، سڑکوں، نہروں وغیرہ کی تعمیر کے بعد ان کو کسی قسم کے مادی مفاد یا حصولِ ٹیکس کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا تھا، شفا خانوں اور تعلیمی اداروں میں کسی قسم کی فیس وصول نہیں کی جاتی تھی، باغات میں داخلے کا کوئی ٹکٹ نہیں لگایا جاتا تھا۔ مسافر خانوں میں ہر شخص کو ٹھہرنے کی عام اجازت تھی، شہروں، قصبوں اور دیہات میں ''انارۃ الزقاق''(گلیوں اور سڑکوں کی روشنی) کا انتظام بھی اوقاف

ہی کے متعلق تھا اور اس پر کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا تھا، غرضیکہ یہ سلسلہ صحیح قسم کی اسلامی حکومتوں کے دورِ انحطاط و زوال تک قائم رہا۔ لیکن بعد میں جوں جوں دنیا کی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور مسلم حکمرانوں کی جگہ مادہ پرست غیر مسلم حکمراں قابض ہو گئے تو پرانی درخشاں روایات کی روشنی ماند پڑ گئی اور رفاہِ عامہ کے یہ ادارے ذریعۂ معاش بنا دیئے گئے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں اپنی جائیداد وقف کرنے اور اپنے اسباب و ذرائع نیک کاموں اور خدمتِ خلق کے اداروں کے سپرد کرنے کا رجحان مایوسی کی وجہ سے رفتہ رفتہ محدود ہو گیا ہے۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے بعض شخصیات اور اداروں کو یہ سرفرازی، اور اعزاز عطا فرمایا ہے کہ اپنی دولت و سرمائے اور اپنی جائیداد کو پوری فراخدلی اور وسعتِ قلبی کے ساتھ رفاہ عامہ کے کاموں میں دکھی اور ضرورت مند انسانوں کی خدمت کے لیے وقف کر رہے ہیں اور ملک میں کئی عظیم الشان ادارے قائم ہو گئے ہیں۔

عہد رسالت سے دور حاضر تک تاریخی جائزہ کے زیر عنوان جو معلومات اس کتاب میں فراہم کی جارہی ہیں اس میں جہاں خدمتِ خلق کی اہمیت واضح کی گئی ہے وہاں مختلف ادوار میں رفاہی اداروں کی ترقی و وسعت پذیری اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اس کے مؤثر کردار اور رفاہِ عامہ کے اُمور میں اس کی مثبت کارکردگی پر بھی پوری روشنی ڈالی گئی ہے نیز اس سلسلے کے ان تاریخی واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے جو مختلف اربابِ حکومت کے طرزِ عمل اور اس کارِ خیر میں عوام کی بھرپور دلچسپی کے مظہر رہے ہیں۔

نیز اس کتاب کی تالیف کا بڑا مقصد یہ ہے تاکہ امت مسلمہ اس کی روشنی میں اپنی کارکردگی کو پائیدار بنیادوں پر استوار کر سکے اور اپنے توسیعی منصوبوں میں رفاہِ عامہ کے کاموں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتی رہے۔ اور ملک کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے نیز پاکستان بھی دیگر ممالک کی طرح

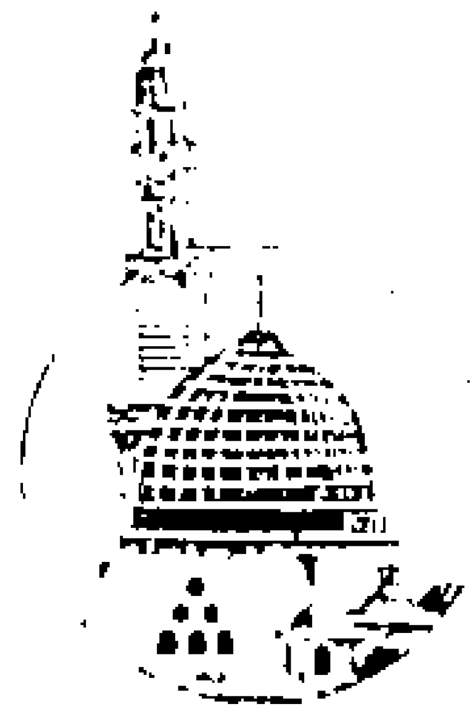
رفاہِ عامہ کے کاموں کو سب سے زیادہ اہمیت دے سکے۔ اور ملک کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے نیز پاکستان بھی دیگر اسلامی ممالک کے دوش بدوش دینی، علمی اور معاشرتی اعتبار سے ایک مثالی مملکت کی حیثیت اختیار کرے۔ عوام الناس میں خدمتِ خلق کے کاموں میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہو اور لوگوں میں اپنے مال و اسباب اور اپنی جائیداد کو عوامی فلاح و بہبود اور بے وسیلہ انسانوں کی مدد کے کاموں میں وقف کرنے کی عادت پڑ جائے۔

اس کتاب میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ حرفِ آخر کے درجے میں ہرگز نہیں ہیں حضراتِ قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر مندرجات میں کسی نوعیت کی خامی اور غلطی محسوس کریں تو اس کی ضرور نشاندہی فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے اور اگر اس موضوع پر کوئی مفید تجویز ہو تو اسے بھی پیش فرمایا جائے تاکہ اس کی روشنی میں آئندہ اشاعت کا معیار مزید بلند کیا جاسکے۔

میری قلبی خواہش اور دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کوشش کو شرفِ قبولیت عطا کر کے رفاہِ عامہ کے لیے مفید اور مقبول بنائے۔ آمین یا الہ العالمین

مجاھد الحسینی

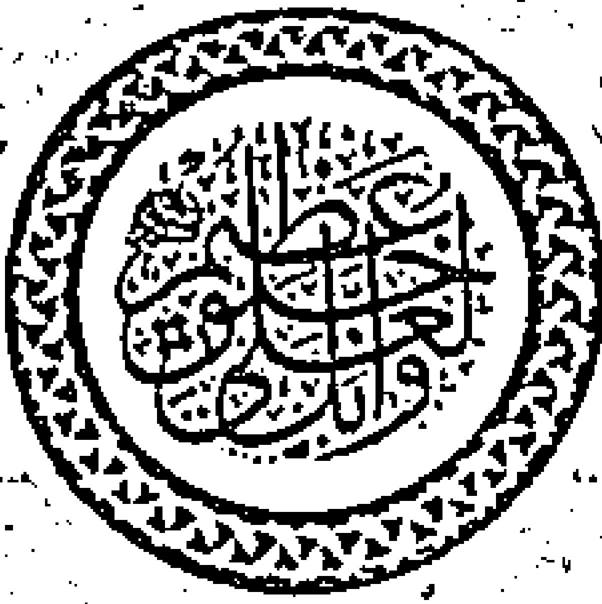
قرآن و سیرت اکیڈمی۔ پاکستان

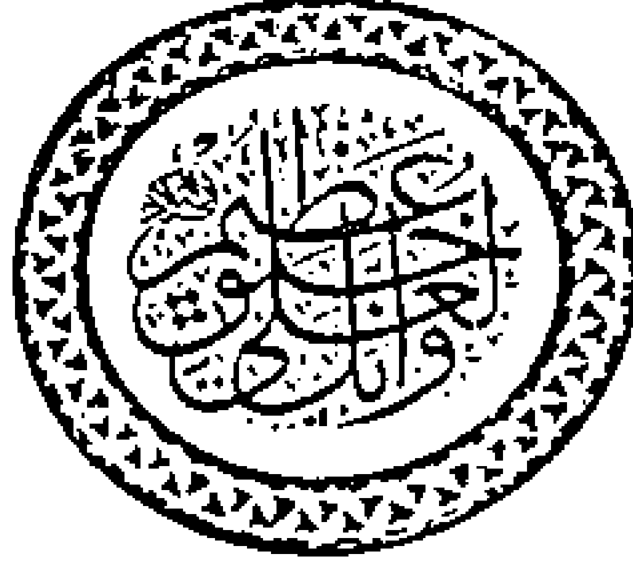


عہد رسالت

کا نظام

فلاحِ معاشرہ





عہدِ رسالتؐ

کا نظام

فلاحِ معاشرہ

خیر الناس انفعہم للناس

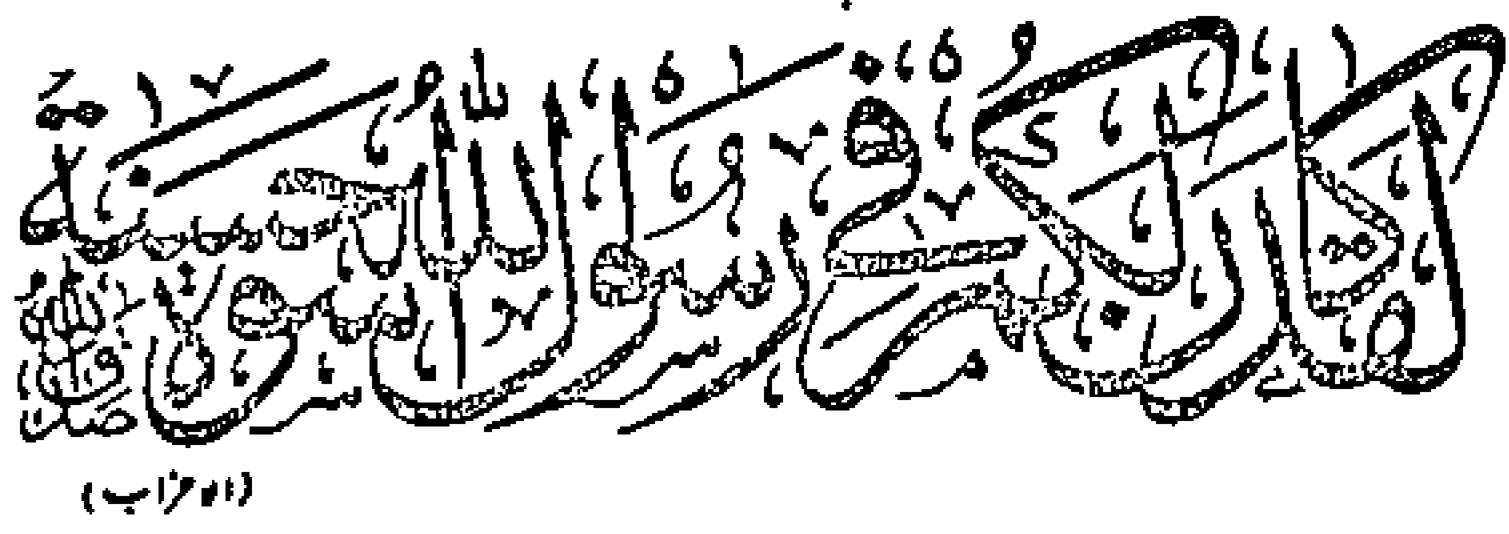
اَیُّھَا النَّاسُ!



- محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو انسان دوسرے انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر کبھی رحم نہیں کرتا۔''

- انسانوں کی خود غرضی اور ہوسِ زر نے ہر طرف نفسا نفسی کا عالم پیدا کر دیا ہے۔
- انسان اپنے بھائی کے کام آنے کے بجائے اپنے مفاد کی خاطر بھائی کا کام تمام کرنے پر کمر بستہ ہے۔
- انسان تو انس و محبت کا پیکر، اپنے بھائی کا غمخوار، رفیق کار ہوتا تھا، وہ انسانوں کی خدمت؟ بلکہ مخلوقات کی خدمت میں روحانی سکون اور اطمینان محسوس کیا کرتا تھا۔



رسول اللہ ﷺ کے معمولات خدمت خلق

آج کے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ظلمت کدۂ فکر و عمل کو خاتم الرسل ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کے انقلاب آفرین اقدامات کی اتباع سے منور کرے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کی مکی زندگی کے ان احوال و واقعات پر توجہ دیجیے جو نبوت و رسالت کے منصب جلیلہ پر فائز ہونے سے قبل بھی آپ کے معمولات زندگی تھے۔

آپ ﷺ بیواؤں ، بیماروں، یتیموں، بوڑھوں اور معذوروں کے گھروں میں تشریف لے جا کر انہیں پانی وغیرہ ضروریاتِ زندگی فراہم کیا کرتے، نادار اور بے سہارا لوگوں کو سودا سلف لا کر دیتے ان کی پریشانی اور مشکلات دور کرتے، شہر اور محلے میں انسانی بھلائی کے تمام کاموں میں خصوصی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کے مرحلے میں جب حجر اسود کی تنصیب کی سعادت پانے پر مختلف قبائل اور خاندانوں کے مابین تلخی ایک تنازعے کی شکل اختیار کر گئی تو شہر کے بڑے رؤسا اور عمائدین نے جو حضور محسن انسانیت ﷺ کی صلح جو اور صداقت و امانت دار شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ حضور ﷺ کے مسجد الحرام میں سب سے پہلے داخل ہونے پر بے ساختہ پکار اٹھے تھے کہ صادق و امین محمد (ﷺ) جو بھی فیصلہ کریں ہم سب کو منظور اور قابل قبول ہوگا۔

چنانچہ حضور ﷺ نے عوامی مفاد، معاشرتی تقاضے اور لوگوں کی سلامتی کے پیش نظر ایک چادر میں حجر اسود کو رکھوایا اور قبائلی سربراہوں سے مقام تنصیب تک اُٹھوا کر حجر اسود اپنے دست مبارک سے نصب فرما دیا تھا۔

اس اہم واقعے میں حضور سید المرسلین ﷺ کے فلاحی نظامِ معاشرت کی جھلک تابناک دکھائی دیتی ہے کہ آپ نے ایسا طریق کار اختیار فرمایا جس میں سوسائٹی کے اجتماعی مفاد اور معاشرتی امن کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا تھا۔

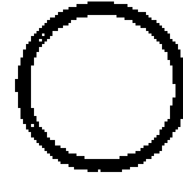
تنصیب حجر اسود کی سعادت میں سب خاندانوں اور قبیلوں کو شریک کرنے کا اقدام درحقیقت مکہ معظّمہ میں حضور ﷺ کا اسلامی فلاحی ریاست کی اساس قائم کرنے کی جانب لطیف اشارہ ہے کہ آپ کی بعثت کسی خاص قبیلے یا علاقے کی نمائندگی کے لیے نہیں بلکہ "للناس" یعنی تمام انسانوں کے وسیع تر مفادات کے تحفظ کی خاطر ہے۔



قال تعالیٰ

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

****



اسلامی فلاحی نظام
اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام و رسل کو خاص، قبیلے علاقے اور مخصوص اقوام کی جانب اور محدود مدت کے لیے مبعوث فرمایا تھا مگر ''احسن الخالقین'' نے صاحبِ خلق عظیم، اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر الخلق کے اعزاز کے ساتھ ''للناس'' یعنی تمام انسانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ اور مکمل و اکمل نمونہ اور بے مثال ذاتِ اقدس کی حیثیت سے مبعوث فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیتِ کریمہ:

﴿وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾

''اور یقیناً آپ بہت بڑے خلق والے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ خلق کا مظاہرہ اللہ کی مخلوق اور خلق کے ساتھ ہی بروئے کار آ سکتا ہے۔ دنیا میں رنگ ونسل، زبان، بود و باش کے اعتبار سے مختلف انسان آباد ہیں، ان کے تہذیبی اور معاشرتی مسائل بھی مختلف ہیں، دورِ حاضر کے متمدن، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں وہی مملکت فلاحی سمجھی جاتی ہے جس کے باشندوں کے مسائل خوش اسلوبی کے ساتھ حل کیے جا رہے ہوں، اور لوگ

سکون اور سلامتی کے ماحول میں بلاخوف وخطر زندگی بسر کر رہے ہوں۔ معاشرتی فلاح و بہبود کا یہ نظام وقتی اور عارضی نہ ہو، کسی خاص علاقے، خاص ملک اور مخصوص باشندوں کے مفادات کی خاطر نہ ہو بلکہ پوری کائنات کے انسانوں کے لیے تاقیامت یکساں کارآمد اور مفید ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا نظام ساری دنیا میں صرف رسولِ انسانیت، محسن کائنات، خیرالخلق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ہی دائمی ضرورتوں کی تکمیل اور ہمہ نوعیت کے تقاضے پورے کرسکتا ہے۔

حضور محسنِ کائنات ﷺ کی مقدس اور مثالی زندگی اور آپ کی حیاتِ مبارکہ کے اس پہلو کی روشنی میں دیکھیں تو خالق کی مخلوق کے ساتھ سب سے زیادہ محبت، شفقت اور رحمدلی کے ساتھ پیش آنے والی ذاتِ اقدس صاحبِ خلقِ عظیم ہی کی ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّم الْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ فاحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ))

[مشکوٰۃ ص: ۴۲۵، شعب الایمان]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، تو اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ سب سے اچھا برتاؤ کرے۔''

خلقِ خدا کے ساتھ رحم و کرم اور شفقت و محبت کا سلوک کرنے سے انسان کو قلبی سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

۱۴۲۲۱۶

ایک روز کسی نے حضور سید المرسلین محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ علیہ السلام کے اخلاق کی بابت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت وجلوت کی زندگی سے پوری طرح واقف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: کیا تو نے قرآنِ کریم کی تلاوت نہیں کی؟ اس نے جواب میں عرض کیا، تلاوت کرتا ہوں تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿﴿ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرآن ﴾﴾

حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور آپ کی زندگی مبارکہ قرآنِ کریم کا حسین پیکر اور نمونہ ہے، یعنی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ اقدس اور جسم اطہر قرآن ہی کی عملی صورت کا آئینہ دار ہے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ ہے وہاں مخلوق کی بھلائی، انسانی فلاح و بہبود اور خدمت خلق کی ترغیب کی آیات اور احکام بھی موجود ہیں۔

قرآن کریم میں آیات خدمت خلق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جو شخص بھی لوگوں کی بھلائی اور نفع پہنچانے کے کام کرتا ہے۔ وہ کرۂ ارض میں تادیر سلامت رہتا ہے۔

یعنی اس کا نام اس کے اچھے کارناموں کا تذکرہ بڑے عرصے تک زبانِ زدِعوام ہو کر صفحاتِ تاریخ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

ایک اور آیتِ کریمہ میں حکم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ، اور اپنے والدین کے ساتھ قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب اور دور کے ہمسایوں، پڑوسیوں اور ہم مجلس اور مسافروں

کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔

بہت سی آیاتِ کریمہ میں روزہ، زکوٰۃ ،صدقات، خیرات انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر موجود ہے اور رمضان المبارک کا فرض روزہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھنے والے مریضوں اور مسافروں کو اوّل تو فرض روزے تندرست ہوکر یا مسافرت سے واپسی پر رکھنے حکم ہے کہ چھوڑے گئے روزوں کی گنتی پوری کی جائے ،لیکن جو کسی صورت میں بھی روزہ رکھنے کی ہمت نہ رکھتے ہوں انہیں ہر روزے کے بدلے کسی مسکین غریب کو ایسا کھانا کھلا دینا چاہیے جیسا وہ خود کھاتا پیتا ہے۔

اسی طرح قسم توڑنے اور مانی گئی نذر (منت) پوری نہ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے نوافل ادا کرنے کا نہیں بلکہ اپنی مخلوق اور اپنے بے وسیلہ بندوں کو ہی کھانا کھلا دینے کا حکم دیا ہے۔حتیٰ کہ انفاق اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بابت جب حضور محسنِ انسانیت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ Oقُلِ الْعَفْوَ﴾

اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے ''عفو'' یعنی ضروریاتِ زندگی سے زائد جو کچھ بھی مال واسباب ہے وہ سب اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا جائے۔

یہ عفو کیا ہے؟ یہ مخلوقِ خدا اور خدمتِ خلق ہی کا ایک عدیم المثال عملی نظام ہے جو خالق کائنات نے اپنے حبیب ، صاحبِ خلق عظیم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی معرفت کائنات انسانی کے لیے تا ابد مکمل صورت میں پیش فرمایا ہے۔

مسکینوں کو خوراک نہ دینے پر عذاب

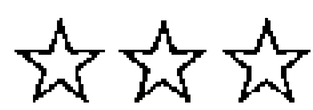
اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمان بندوں کے صرف چند امور سے عدم توجہی پر گرفت کر کے انہیں دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرنے کی وعید سنائی ہے۔ ان میں ایک ترکِ نماز اور دوسرا مسکینوں کو کھانا کھلانے سے اجتناب۔

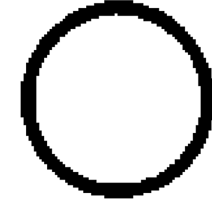
چنانچہ قرآن کریم کی سورۂ مدثر میں ہے کہ جب ہر انسان اپنے اعمال و کردار کی جزاء وسزا کے مراحل سے گزر کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ جائے گا، تو جنتی جنہیں ''اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ'' کے القاب سے نوازا گیا ہوگا وہ مجرمین یعنی عذاب میں مبتلا افراد سے دریافت کریں گے۔

﴿﴿مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ○قَالُوۡا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ وَ لَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ ۙ وَ کُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ وَ کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ۙ حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ ؕ﴾﴾ [المدثر:۴۲-۴۷]

''کہ تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی، تو وہ بتائیں گے کہ ایک تو ہم نماز نہیں ادا کرتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف گفتگو کرنے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور ہم روزِ قیامت کا انکار کرتے تھے حتیٰ کہ وہ یقینی دن آپہنچا۔''

قرآنِ کریم کی مختلف آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور بلا امتیاز مذہب و ملت ہر فرد بشر کی معاشی ضرورتیں پوری کرنے اور اپنی مخلوق کی ہر صورت میں خدمت انجام دینے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔





خاندان نبوی ﷺ کے مورث اعلیٰ کی رفاہی خدمات

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے مورث اعلیٰ اور جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ اور معمولات زندگی میں جذبۂ خدمت خلق کے تحت مہمان نوازی سب سے ممتاز تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورہ حجر آیت ۵۱ ﴿و نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ﴾ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا تذکرہ کیا ہے، یہ مہمان دراصل فرشتے تھے جو انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معمول کے مطابق انہیں مہمان سمجھ کر بٹھایا اور خود ان کے لئے کھانا وغیرہ تیار کرانے چلے گئے۔ آپ نے ایک عمدہ بچھڑا ذبح کیا۔ ((فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ))اور اس کا بھنا ہوا گوشت لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ ان مہمانوں کی ہچکچاہٹ اور بے رغبتی دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اَلَا تَاْكُلُوْنَ کھاتے کیوں نہیں؟

تو انہوں نے کہا ہم تو فرشتے ہیں اور آپ کو لڑکے کی ولادت کی خوشخبری دینے اللہ کے طرف سے آئے ہیں۔ یہ اہم واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا مظہر ہے۔

اسی طرح آپ کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی مخلوق کی خدمت میں پیش پیش اور مہمان نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، کوئی مہمان آپ کے در سے مایوس نہ لوٹتا تھا، ایک روز چند مہمان ایسے وقت میں آئے جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مہمانوں کی ضیافت اور تسلی کے لئے بڑی ہنڈیا میں زمزم ڈال کر کپڑے سے ڈھانپ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رزاق العباد اور اے خالق کائنات میرے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مطابق ((وَرْزُقْهُم مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا)) کہ انہیں پھلوں اور مختلف قسم کے کھانوں سے رزق عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ برتن کھانوں سے بھر گیا جس سے خوب ضیافت کی گئی۔ اسی خانوادہ ابراہیمی کے ایک اور نبی حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی وزارت خزانہ پر متمکن ہوئے تو آپ کے دور میں زبردست قحط کے باعث لوگ فاقوں سے نڈھال ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کمال دانشمندی اور منصفانہ طریق سے غلے کی تقسیم کا بہترین انتظام کر کے خدمت خلق کی ایک روشن مثال قائم کی تھی۔

بہر نوع محسن انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی خدمات خلق سے کتب تاریخ کے صفحات تابناک ہیں۔ چنانچہ کائنات انسانی کے مرکزی مقدس مقام مکہ معظّمہ میں آباد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے چار مستحسن کارنامے اور خدمت خلق کی مساعی حسنہ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

ا۔الرفادہ:

دنیا کے مختلف علاقوں اور ممالک سے حج وعمرہ کی سعادت پانے والوں میں سے جو لوگ دوران سفر کھانے پینے کے اسباب و وسائل سے محروم ہوتے تھے ان کی واپسی تک ان کے کھانے پینے کا انتظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کنبہ کے ذمہ ہوتا تھا۔

۲۔السقایہ:

سرزمین مقدس مکہ معظّمہ میں چونکہ پانی کی سخت قلت تھی صرف زمزم کے کنویں سے ہی میٹھا پانی حاصل کیا جاسکتا تھا۔لیکن حجاج کرام کے لئے منیٰ عرفات تک پانی فراہم کرنے کا فریضہ بھی قریش مکہ ہی انجام دیا کرتے تھے۔

۳۔الحجابہ:

بیت اللہ شریف کی زیارت کو آنے والے حضرات اپنے ساتھ تحائف و ہدایا لے کر آتے تھے۔ ان کے مصارف کا انتظام ، بیت اللہ شریف کی دیکھ بھال، تعمیر و مرمت وغیرہ اور کلید برداری کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ ہی کے خاندان کے سپرد تھی۔

۴۔دار الندوہ:

معاشرتی امور اور لوگوں کو درپیش مسائل حل کرنے کے سلسلے میں دار الندوہ یعنی مشاورت سنٹر قائم تھا۔اس مرکز میں بیٹھ کر معاشرتی معاملات اور لوگوں کو پیش آمدہ مشکلات و مسائل وعدل و انصاف کے ساتھ حل کئے جاتے تھے۔

علاوہ ازیں حضور رسول اللہ ﷺ کے پردادا جناب ہاشم اور آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کے کارہائے خدمت خلق لائق صد تحسین و تذکرہ ہیں۔

ایک مرتبہ مکہ معظّمہ میں قحط کے باعث لوگ بھوک سے نڈھال، لاغر و ناتواں ہوگئے۔ جناب ہاشم نے اپنے اونٹ ذبح کر کے اہل مکہ کو شوربے میں روٹیاں چور کر کے کھانا کھلایا بعد ازاں یہ خدمت ایام حج کے دوران بھی انجام دی جاتی تھی۔آپ کا دستر خوان وسیع تھا جو مسافروں اور غرباء و مساکین کیلئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔

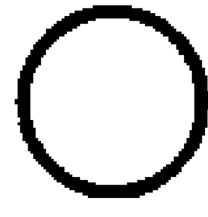
بعض ارباب لغت کہتے ہیں کہ ہاشم کا اصل نام ''عمرو'' تھا لیکن شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر کھلانے کی وجہ سے ''ہاشم'' (روٹیاں توڑ کر کھلانے والا) مشہور ہو گئے۔

اسی طرح حضور محسن انسانیت ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب کی ذات گرامی بھی اپنے والد ماجد جناب ہاشم کی سخاوت اور جود وسخا کی آئینہ دار تھی۔ ان کی مہمان نوازی اور خدمت خلق کا دائرہ انسانوں کے ساتھ ساتھ چرند پرند تک وسیع تھا اسی لئے انہیں۔ فیاض العرب اور مطعم طیور السماء یعنی اہل عرب کا فیاض اور پرندوں کو خوراک فراہم کرنے والا کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ نیز آپ ہی کے دور اور نگرانی میں چاہ زمزم کی صفائی اور کشادگی کے علاوہ کنویں کے ارد گرد حوض بنائے گئے تاکہ اہل مکہ اور حجاج کرام بآسانی زمزم نوش کر سکیں۔

فلاح معاشرت کا معاہدہ

محسن انسانیت ﷺ کی عمر مبارک جوانی کی حدود میں داخل ہوئی تو ایک اہم معاہدے کی تجدید بروئے کار آئی جو حلف الفضول کے عنوان سے مشہور ہوا۔ اس تاریخی معاہدے میں حضور ﷺ کی شرکت کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب سرزمین عرب میں بدامنی، غارت گری، اور غریبوں پر جبر واستبداد کا دور دورہ تھا۔ ایسے ناگفتہ بہ اور خطرناک ماحول میں چند باشعور، درد مند اور اہل فکر و دانش حضرات نے نازک صورت حاصل کی اصلاح اور بدامنی کے تدارک کے لئے مؤثر اقدامات کا فیصلہ کیا چنانچہ فضل نام کی تین سرکردہ شخصیات کی سربراہی ایک حلفیہ معاہدہ طے پایا جو حلف الفضول کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس میں فضل بن فضالہ، فضل بن دواعہ اور فضل بن حارث شریک تھے۔ معاہدہ زبیر بن عبد المطلب کی تحریک پر بنو ہاشم اور بنو تمیم



خیر الخلق کا نظام خدمت خلق

صاحب خلق عظیم، خیر الخلق، محسن انسانیت رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ نے جہاں مختلف مواقع پر خدمت خلق کے فانوس روشن کر کے ساری کائنات کو بقعۂ نور بنایا ہے وہاں اُمت کو بھی مثالیں دے دے کر اور جذبۂ رحم و کرم کو فروغ دینے والے واقعات سنا سنا کر ترغیب دی ہے کہ ہر انسان اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ انس و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اس کی ضروریات پوری کرنے پر خصوصی توجہ مبذول رکھے اور مخلوقات خدا کی خدمت سے کبھی غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔

چنانچہ حضور نبی رحمت ﷺ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا:

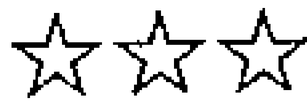
ایک مرتبہ کوئی شخص راستے میں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی اس نے ایک کنواں دیکھا تو اس میں اُتر کر پانی پی لیا، کنویں سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا شدت پیاس سے نڈھال کیچڑ میں منہ مار رہا تھا۔ اسے دیکھ کر خیال آیا جیسے مجھے پیاس لگی تھی اور شدت پیاس سے میرا برا حال تھا ایسے ہی یہ کتا بھی بے قرار و بے حال ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر باہر لایا اور کتے کو پانی پلایا۔

اللہ تعالیٰ نے اسکی اس نیکی کے بدلے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن کر عرض کیا:

عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے پایا جس میں چار شقیں نہایت اہم تھیں اور وہ یہ کہ ملک سے بدامنی کا خاتمہ، مسافروں کی حفاظت، غریبوں کی مدد، اور زبردست ظالموں سے مظلوم انسانوں کو بچانا، خواہ وہ مکہ معظّمہ کا باشندہ ہو یا مسافر سب کی حمایت اور مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس تاریخی معاہدے میں چونکہ حضور محسن انسانیت ﷺ شرکت فرما تھے اس لئے اس کی اہمیت کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر طے شدہ معاہدے کے عوض مجھے سرخ رنگ کے نہایت قیمتی سو (۱۰۰) اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز قبول نہ کرتا اور اگر ایسا پھر موقع ملا تو شرکت کروں گا۔

نبوت و رسالت کے اعزاز سے سرفراز ہونے سے قبل اپنی خاندانی روایات کے مطابق انسانوں کی بھلائی ،فلاح معاشرہ اور خدمت خلق کے سلسلے میں آپ ﷺ کی دلچسپی اور مساعی حسنہ کائنات انسانی کے لئے مینار نور اور درخشاں مثال ہیں۔





یا رسول اللہ ﷺ کیا جانوروں پر رحم کھانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر بھی ہمیں اجر ملتا ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((في كل كبد رطبة أجرٌ)) [مسلم، بخاری]

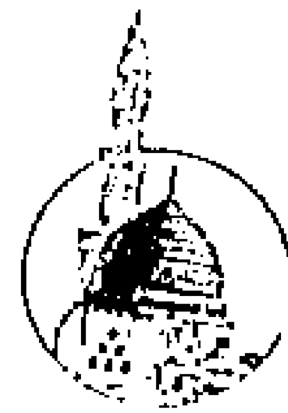
''ہر تر جگر والے یعنی ذی روح کی خدمت پر اجر و ثواب ملتا ہے۔''

بعض روایات میں ایک گنہگار عورت کے حوالے سے بھی ارشاد ہے کہ اس عورت نے اپنے دوپٹے کے ساتھ جوتا باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا تو اس پر اس کی مغفرت ہوگئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ حضور محسن انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا کیونکہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا اسے نہ کھانے کو کچھ دیا نہ پینے کو، نہ اسے آزاد چھوڑا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر زندگی کا سامان پا لیتی، تو یہ بلی عورت کے جبر وظلم کی وجہ سے مرگئی جس پر وہ عورت عذاب جہنم میں مبتلا کر دی گئی۔''

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ہر جاندار پر رحم کرنے، کسی کو دکھ نہ پہنچانے اور ان کی خوراک کا خاص خیال رکھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ جانداروں کو آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے کہ آگ کا عذاب صرف آگ پیدا کرنے والی کائنات کی خالق ذات ہی دے سکتی ہے۔



خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها

رسول الله صلى الله عليه وسلم يرسل العمال على جمع الصدقات "الزكاة"

٩هـ - ٦٣٠م

فارس

البحر الشرقي

بلاد

بحر عمان

البحرين

الربع الخالي

البحر العربي

البحر الأحمر

صحراء النفود

غطفان

ذبيان

بنو تغلب

بنو شيبان

بنو كلب

الدهناء

هضبة نجد

بنو حنيفة

بنو عبد القيس

بنو تميم

بنو سعد

بنو حنظلة

بنو عامر

بنو تغلب

وادي الدواسر

وادي نجران

وادي حضرموت

المهرة

ظفار

بنو مراد

بنو زبيد

بنو كندة

بنو الحارث

القلزم

المقياس

شمال

① إرسال عمرو بن حزم مع وفد بني الحارث.

② " المهاجر بن أمية بن المغيرة - صنعاء

③ " زياد بن لبيد إلى حضرموت.

④ " مالك بن نويرة إلى بني حنظلة

⑤ " الزبرقان بن بدر وقيس بن عاصم إلى بني سعد

⑥ " العلاء بن الحضرمي إلى البحرين

⑦ " علي بن أبي طالب إلى نجران

قرض حسنہ، خدمت خلق کی ایک صورت

اللہ تعالیٰ نے جب سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۵ نازل فرمائی:

﴿﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا﴾﴾

تو حضور محسن انسانیت ﷺ نے فرزندان اسلام کو قرض حسنہ کی فضیلت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((مامن مسلم یقرض مسلما مرة الا کان کصدقته مرتین)) [مظہری بحوالہ ابن ماجہ]

جو بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے تو اس کا یہ عمل دو مرتبہ صدقہ دینے کے برابر شمار ہوتا ہے۔ یعنی اسے دوہرے صدقے کا ثواب ملتا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے نزول کے وقت حضرت رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ حضور رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، کیا اللہ تعالیٰ بھی ہم سے قرض مانگتے ہیں، حالانکہ وہ ذات تو ہم سے اور قرض سے مستغنی ہے۔

اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں......اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے تمہیں جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔

حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا......اللہ کے رسول اپنا دست مبارک بڑھائیں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا تو ابوالدحداح رضی اللہ عنہ با آواز بلند پکار اٹھے۔

میں کھجور کے دو باغوں کا مالک ہوں، اس کے علاوہ میری کوئی چیز

نہیں ہے۔ میں یہ دونوں باغ اللہ تعالیٰ کے لئے قرض حسنہ کے طور پر وقف کرتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک اللہ کے لئے وقف کردو اور دوسرا اپنے اہل وعیال کی معاشی ضروریات کے لئے باقی رکھو۔

حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا...... حضور ﷺ آپ ﷺ گواہ رہیے ان دونوں باغوں میں سے بہترین باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے وقف کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تمہیں جنت عطا کریں گے۔صحابی رسول ﷺ حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر بیوی بچوں کے پاس آ کرانہیں اطلاع دی کہ میں نے حضور ﷺ کے فرمان پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ یہ سنتے ہی بیوی نے بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا کہ بہترین سودا ہے۔

حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے مسرت بھرے انداز اور اس قرض حسنہ پر حضور محسن انسانیت ﷺ نے جو ارشاد فرمایا وہ نطق وحی تو ہے ہی آپ کے کلام علم وادب اور حکمت بالغہ کے شاہکاروں میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کم من عذق رداح
دار فیاح لا بی الدحداح

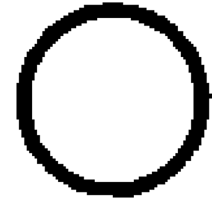
کھجوروں سے لبریز بے شمار درخت اور آراستہ و پیراستہ کشادہ محلات ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کے لئے تیار ہیں۔

آپ کے اس کلام حکمت و ادب میں حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی اور ان کے عمل خیر کثیر کی تائید کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے لئے بھی روشنی اور چراغ راہ ہے۔

مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑنا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کسی مسلمان کو ایسی جگہ بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ جہاں اس کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہو اور تحقیر کی جا رہی ہو۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس (قیامت کے) روز بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے جس دن اسے اللہ جل شانہ کی نصرت درکار ہوگی اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی تحقیر کی جا رہی ہو اور آبرو لوٹی جا رہی ہو۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس جگہ مدد فرمائیں گے جس جگہ اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت درکار ہوگی۔

اگر آپ کے سامنے کسی مسلمان کی غیبت، بے آبروئی یا توہین ہو رہی ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اس کی طرف سے مدافعت کریں۔ ظالم کو ظلم سے باز رکھیں، غیبت کرنے والے کو غیبت کی سزا سے ڈرائیں، خوف خدا اور آخرت کی گرفت کو اس کے سامنے رکھیں، اگر زبان سے روک سکتے ہیں تو زبان سے روکیں ورنہ جس طریقے سے روک سکتے ہوں اسے اختیار کریں، اگر کوئی شخص اس پر ظلم کر رہا ہے اس کا مال لوٹ رہا یا چوری کر رہا ہے یا اس کی عزت پر ڈاکہ ڈال رہا ہے تو اگر آپ اسے زبان سے روک سکتے ہیں اسے روک دیں، ہاتھ سے منع کر سکتے ہیں تو کر دیں اکیلے نہ روک سکتے ہوں تو اوروں کے ساتھ مل کر روکیں ورنہ چپکے سے پولیس کو اطلاع کر دیں یا ایسے صاحب حیثیت کو بیچ میں ڈالیں جو ظالم کو ہاتھ سے پکڑ کر باز رکھ سکے۔ یاد رکھئے اس سے اعراض کرنے کی سزا بہت سخت ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل آپ کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آ جائے اور آپ کا کوئی معین و مددگار نہ ہو۔



مرنے کے بعد صدقات جاریہ کا ثواب

الصدقة الجاریه

((عن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان مایلحق المومن من عمله و حسناته بعد موته علما علمه و نشره، وولدا صالحا ترکهٗ او مصحفا او مسجدا بناه او بیتا لا بن السبیل بناه او نهرا اجراه، او صدقة اخرجها من ماله فی صحنه و حیاته تلحقه من بعد موته))

[مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص:۳۳، ابن ماجہ وبیہقی]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ایمان والے شخص کو اس کی موت کے بعد جو چیز اس کے اعمال اور نیکیوں سے ملتی ہے وہ علم ہے جس کی اس نے لوگوں کو تعلیم دی اور اس کی نشر و اشاعت کی اور نیک اولاد ہے جو اس نے پیچھے چھوڑی یا قرآن کریم ہے جو اس نے ترکے میں چھوڑا (تاکہ ورثا اس کی تلاوت کر کے عمل کرتے رہیں) یا اس نے مسجد تعمیر کرائی، یا مسافروں کے لیے گھر بنایا) یا نہر جاری کی، یا اپنی صحت مند زندگی کے دنوں میں اپنے مال میں سے صدقہ دیا تو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا اجر و ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔''

پریشان حال شخص کی مدد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور محسن انسانیت سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی مصیبت زدہ اور پریشان حال شخص کی مدد کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر ۷۳ مغفرتیں (بخششیں) لکھ دیں گے۔ جن میں سے صرف ایک کی وجہ سے اس کے تمام امور ٹھیک ہو جائیں گے اور باقی بہتر ایسی ہوں گی جو روز قیامت جنت میں اس کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنیں گی۔

[بیہقی، شعب الایمان]

ایک دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری امت کے کسی فرد کی اس غرض سے حاجت پوری کرے گا کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے اور اس کا دل خوش ہو تو ایسا شخص درحقیقت میرے لیے خوشی اور مسرت کا سامان فراہم کرے گا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور جس نے اللہ کو راضی کر لیا اس نے اپنے لیے جنت میں جگہ بنالی۔

حضور محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ راستے سے کوئی رکاوٹ ہٹا دینا اور تکلیف دہ چیز کو اٹھا دینا ادنی ایمان میں سے ہے۔

دعا میں اجتماعیت کا لحاظ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بندوں کو اپنی ذاتی ضروریات کے حصول، آخرت میں کامیابی اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے دعا کا طریقہ سکھایا ہے۔ وہاں دعاؤں میں اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی یاد رکھنے اور شریک دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا

عَذَابَ النَّارِ﴾﴾

''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بہتری اور اچھائی عطا فرما اور آخرت میں آگ کے عذاب سے ہمیں بچا کے رکھنا۔

اسی طرح ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

﴿﴿رَبَّنَا لَا تُوَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَانَا﴾﴾ [سورۃ بقرہ]

''اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک یا کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہماری گرفت اور مواخذہ نہ کرنا۔''

دعا کے ان الفاظ میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے کہ اے اللہ اچھائیاں اور بہتر چیزیں عطا کرنے میں بھی ہم سب کی ضروریات پوری فرمادے اور اجتماعی طور پر ہم سب سے اگر معاشرتی گناہ سرزد ہو جائے اور ہم سیدھے راستے سے بھٹک جائیں اور ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سب کو معاف کردے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

گویا دعا میں بندے کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنی ذات کو ہی ملحوظ نہ رکھے بلکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق اپنے بھائی کے لئے بھی وہی کچھ طلب کرے جو اپنی ذات کے لئے خواہش مند ہے۔ معلوم ہوا کہ امت مسلمہ کو اس بات کی ترغیب اور تربیت دی گئی ہے کہ وہ رفاہ عامہ، معاشرتی اصلاح اور پبلک کا مفاد ہر وقت مدنظر رکھا کریں تاکہ ہر مسلمان دوسرے بھائی کے لئے منفعت بخش اور فیض رساں بن جائے اور اس کی ذہنی اور عملی صلاحیت معاشرے کے کمزور بے سہارا اور بے وسیلہ افراد کی خدمت اور ان کی ضروریات کی تکمیل میں صرف ہونے لگے اس طرح اسلامی فلاحی ریاست (سوشل ویلفیئر سٹیٹ) کے صحیح نقوش تابندہ ہوتے رہیں گے۔

ماحولیاتی آسودگی

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے انسانی معاشرے کا ماحول آسودہ اور صاف ستھرا و پاکیزہ رکھنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی کے لیے جسم، لباس اور جگہ کا پاک صاف ہونا لازم قرار دیا گیا ہے اس کے لیے وضو اور غسل واجب ہوئے۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

((اَلطُّهُوْرُ شَطْرَ الْاِيْمَانْ، اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانْ))

''پاکیزگی ایمان کا حصہ یا صاف ستھرے زندگی گزارنا نصف ایمان ہے۔''

علاوہ ازیں حضور ﷺ نے روزانہ بالخصوص جمعہ اور عیدین وغیرہ تقریبات اسلامی کے موقع پر غسل کرنا اور نیا یا دھلا ہوا لباس زیب تن کرنا، خوشبو اور سرمہ لگانا مسنون قرار دیا اور اس کے اہتمام کا تاکیداً حکم دیا گیا ہے۔ اس میں فرزندانِ اسلام کو باقاعدہ تربیت دی گئی ہے کہ وہ اپنا ماحول خوشنما، پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھیں۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ نے کچا لہسن، پیاز، مولی وغیرہ بدبو دار چیزیں کھا کر مسجد میں جانے، ان سایہ دار درختوں کے نیچے پیشاب وغیرہ سے منع فرمایا ہے جہاں مسافر آ کر آرام و استراحت کرتے ہوں۔ نیز حضور محسن انسانیت ﷺ نے ننگی تلوار، برچھا اور نیزہ لے کر مجمع میں جانے سے روکا ہے تاکہ تیز دھار آلے سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

حضور محسن انسانیت ﷺ کی ان ہدایات کا مقصد انسانوں کی بھلائی، خدمت خلق اور معاشرے کی فلاح و بہبود ہے تاکہ کسی کو بھی دوسرے انسان کے طرزِ عمل اور اس کی غلط روش کی وجہ سے کوئی شخص جسمانی یا نفسیاتی طور پر بھی کوئی ناگواری محسوس نہ کرے۔ یہاں تک کہ پسینے کی بو سے جو کراہت اور ناگواری محسوس ہوسکتی ہے اس کا بھی سدباب کردیا گیا ہے۔

جذبہ ایثار کی توصیف

قرآن کی سورہ حشر میں جذبہ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنے والوں کے حسنِ سلوک کی توصیف میں فرمایا گیا ہے۔

(مالِ غنیمت وغیرہ، سرمایہ) ان غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں، جو لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کے رسول (ﷺ) کی حمایت پر کمر بستہ رہتے ہیں، یہی راست باز اور سچے لوگ ہیں۔

وفدِ ازدی کو فلاحِ دارین کی نصیحتیں

سوید ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہماری قوم کے سات افراد حضور رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہماری گفتگو کا انداز حضور ﷺ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔

ہم نے عرض کیا مسلمان اور اہل ایمان ہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا کہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان اور تمہاری اس گفتگو کی حقیقت کیا ہے۔

تو ہم نے عرض کیا کہ پندرہ خصلتیں ایسی ہیں جن میں سے پانچ کی بابت تو آپ کے قاصدوں اور مبلغوں نے یقین و ایمان رکھنے اور پانچ پر عمل کرنے کا بنایا ہے اور پانچ ایسی ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت یعنی قبل از اسلام ان پر عمل پیرا ہیں اور وہ ہماری عادت ثانیہ بن گئی ہیں۔ اگر وہ ناپسند ہوں تو ابھی ترک کرنے کو تیار ہیں۔

اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانچ یقین و ایمان والی دریافت کیں تو ہم نے اللہ کی ذات کی عبادت، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں اور

بعد از موت دوبارہ زندگی پر ایمان لانے کا حوالہ دیا۔

اور پانچ جن پر عمل کرنے کی تاکید ہے، وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نماز کا باقاعدہ قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان کے روزے رکھنا اور سفر کے اخراجات موجود ہوں تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

اور وہ پانچ باتیں جن پر پہلے سے ہی عمل پیرا ہیں وہ یہ کہ

۱۔ فراخی میں شکر کرنا۔
۲۔ مصیبت میں صبر کرنا۔
۳۔ اللہ کی جانب سے جو مقدر میں ہے اس پر اطمینان و مسرت کا اظہار۔
۴۔ جنگ میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا۔
۵۔ دشمن کی مصیبت اور تکلیف پر ہنسی مذاق نہ اڑانا۔

حضور ﷺ نے ہماری باتیں سن کر فرمایا تم تو بڑے علماء و حکماء ہو یہ تو انبیاء علیہم السلام کے فکر و تدبر اور ان کے درجے کی باتیں ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب میں اپنی جانب سے پانچ باتوں کا اضافہ کرتا ہوں یہ کل بیس ہو جائیں گی اور وہ یہ کہ

۱۔ اپنی ضرورت اور حاجت سے زیادہ خوراک جمع کر کے نہ رکھنا۔
۲۔ ضرورت سے زیادہ مکانات، رہائش گاہیں تعمیر نہ کرنا۔
۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلے جانا ہے اس کی حرص اور لالچ میں مبتلا نہ ہونا۔
۴۔ اس اللہ کا خوف دل میں رکھنا جس کی طرف سب نے لوٹ کر چلے جانا ہے اور جس کے روبرو حساب پیش کرنا ہے۔
۵۔ اس گھر کی فکر بہت رکھنا جس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ (ترجمان السنہ الازدی)

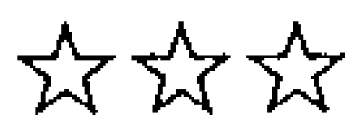
بنی ازد کے اراکین وفد حضور ﷺ کی یہ حکیمانہ نصائح سن کر اس یقین دہانی کے ساتھ واپس لوٹے کہ وہ اس پر عمل کرتے رہیں گے۔

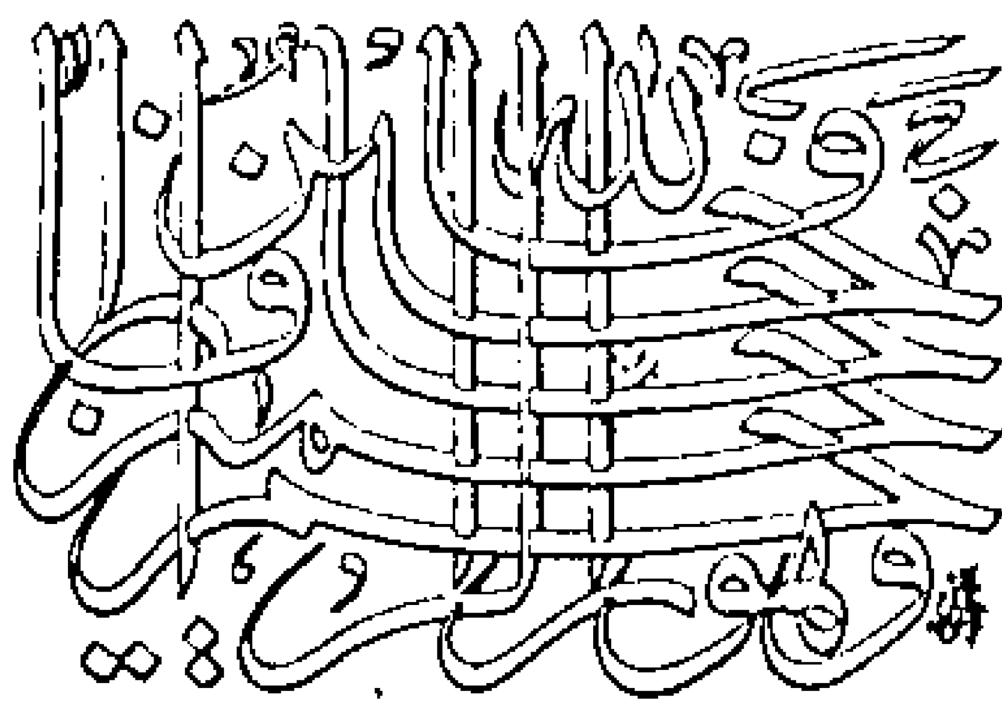
نیز (یہ مال و دولت) ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر "دار الهجرة" میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت اور ضرورت اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے بلکہ:

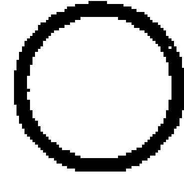
﴿﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾﴾

''اور وہ جذبہ ایثار سے کام لے کر اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود اپنی جگہ کتنے ہی محتاج اور ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔'' [الحشر:۹]

قرآن حکیم کی ان آیات کریمہ میں اس واقعے کا تذکرہ ہے جب بحرین کا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہوا تھا۔ حضور رسول کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ اس علاقہ کی مفتوحہ اراضی انصار کو دی جائیں مگر انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس میں اس وقت تک کوئی حصہ نہ لیں گے جب تک کہ اتنا ہی ہمارے مہاجر بھائیوں کو نہ دے دیا جائے۔ انصار کا یہی وہ جذبۂ ایثار و قربانی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس کی تعریف کی ہے۔







تحریک امن وسلامتی

اسلامی طریقہ سلام

کسی مملکت کے استحکام، معاشرتی فلاح و بہبود اور ترقی کا دارومدار اس کے داخلی نظام کی استواری اور امن و سلامتی پر منحصر ہے۔ حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ نے معاشرے کے دائمی امن وسلامتی کے لیے باہم دگر ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنے کو ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل عطا کرتے ہوئے فرمایا:

((اعبدوا الرحمن و اطعموا الطعام و افشوا السلام تدخلوا الجنة بسلام)) [ترمذی]

''لوگو! رحمان کی عبادت کرو، اور کھانا کھلایا کرو اور سلام کہنے کو عام کرو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ:

((ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقری السلام علی من عرفت و من لم تعرف)) [بخاری، مسلم]

''اسلامی زندگی میں کونسا عمل سب سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلایا کرو اور واقف اور غیر متعارف سب کو بلا امتیاز سلام کہا کرو۔''

بہر نوع، نماز پڑھنے کے دران فرائض، سنن اور نوافل کی رکعات میں آخری کلمات ......السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةَ اللهِ......کہہ کر ہی نماز سے فراغت اور عبادت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسلام کے طریقہ سلام کی حکمت اور اس کے فلسفے پر غور کیجیے تو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضور محسن انسانیت رحمت کائنات ﷺ نے امت مسلمہ کو بوقت ملاقات اور گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنے کا نظام رائج کر کے درحقیقت معاشرتی امن و سلامتی اور ایک دوسرے کی عزت و توقیر کے دائمی اسباب فراہم کر دیے ہیں۔

اندازہ لگایئے کہ جس معاشرے میں کسی تعارف اور جان پہچان کے بغیر بلا امتیاز شناسائی ہر ایک کو ادب و احترام کے ساتھ السلام علیکم (یعنی میری جانب سے تمہیں سلامتی کی ضمانت ہے) کہنے کی عادت ہو اور ایک دوسرے کے لیے سلامتی اور اللہ کی رحمتوں کے نزول کی دعائیں ہورہی ہوں۔ جس میں غریب اور فاقہ کشی انسانوں کو خوراک مہیا ہورہی ہو اور رات کے وقت کچھ لوگ تو آرام کررہے ہوں اور کچھ اللہ کی عبادت میں قیام پذیر اور بیدار ہوں ایسے معاشرے میں بدامنی اور عدم تحفظ کی وجہ سے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ کیونکر رونما ہوسکتا ہے۔

قتل و غارت گری اور عدم سلامتی کی ناگفتنی صورت حال تو اس معاشرے میں جنم لیتی ہے جہاں اسلام کا فلاحی نظام رائج نہ ہو، جہاں کے باشندے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہوں جہاں پر رنگ و نسل، علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات ہوں، جہاں پر کچھ لوگ تو پیٹ بھر کر کھاتے اور بھوک بڑھانے کی خاطر اشیاء ہاضم استعمال کرتے ہوں اور کچھ نانِ جویں کے محتاج اور خشک روٹی کے ٹکڑے کو ترس رہے ہوں، جہاں کی ساری آبادی بسیار خوری کے مرض میں مبتلا خوابِ خرگوش

کی مانند سورہی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات فراموش کر کے دنیاوی عیش کوشیوں میں سرمست ہو اس معاشرے کی سلامتی کا ضامن کون ہوسکتا ہے؟

آج بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقہ امن وسلامتی السلام علیکم کہنا اس کے صحیح مفہوم اور حقیقی روح کے ساتھ ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت میں اپنانے اور آپ کی تعلیمات پر فکر وشعور کے ساتھ عمل پیرا ہونے سے ہی دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

امن ہوگا آمنہ کے لعل کی تعلیم سے
ہر کسی انساں کی عظمت، عزت و تکریم سے

حضور سرور عالم ﷺ کی بعثت اور دنیا میں تشریف آوری کا مقصود ہی للناس یعنی انسانوں کی فلاح و بہبود اور دارین میں کامرانی ہے۔ اور دنیا کے انسان اس صداقت کے اعتراف میں سرنگوں ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے غیر اسلامی نظام ہائے زندگی کے مقابلے میں انسانی معاشرے کی بقا وسلامتی، اس کی ترقی اور نشو ونما کے لیے علم وعمل، تہذیب وتمدن، اخلاق وشرافت اور اقتصاد ومعیشت کے جو فانوس جلائے اور جو شمعیں روشن کی ہیں ان کی درخشندگی وتابناکی سے آج بھی معاشرے میں روشنی نظر آتی ہے۔

دورِ حاضر کا انسان مایوسی، اضطراب اور پریشانیوں کے گرداب میں اُلجھ گیا ہے، قدم قدم پر سنگین خطرات کے ڈیرے ہیں، فتنہ وفساد اور جنگ و جدال نے اس کا سکون برباد کردیا اور ناک میں دم کر رکھا ہے اور یہ کرۂ ارض انسانوں کے اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے سامان سے جہنم زار بنتا جارہا ہے ایسے گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے معاشرے میں حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ ﷺ کے نظام حیات کی قندیل فروزاں کرنے سے ہی ظلمت کدۂ انسانیت کو بقعہ نور بنایا جاسکتا ہے اور یہ خطہ زمین آج بھی امن

وسلامتی کا مسکن، عدل وانصاف کا مرکز اور فلاح دارین کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

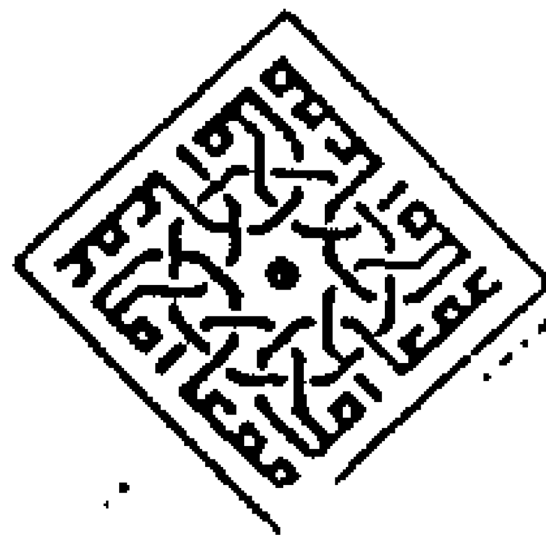
طلوع مہر رسالت ہے و داع ظلمت شب
مرے رسول کی بعثت ہے صبح نو کی نمود

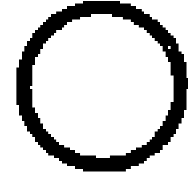
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا کوئی مادّی ترکہ ہرگز نہ تھا کہ آپ کی اولاد اس کی وراثت کا مطالبہ کرتی، بلکہ ایک دوسری حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''ہم انبیاء کرام (علیہم السلام) کا گروہ ایسا ہے جو نہ تو مادی جائیداد کا وارث بنتا ہے اور نہ ہی کوئی بھی ترکہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے بلکہ جو کچھ بھی ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ امت کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔''

نیز اللہ کے آخری نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی سنت۔ ان دونوں پر جب تک پوری استقامت اور دل جمعی کے ساتھ عمل کرتے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ گویا حضرت محسن انسانیت ﷺ کا اصل ترکہ اور آپ ﷺ کی وراثت دراصل آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ آپ ﷺ کی سنت طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں، انسانوں کو اپنی زندگی حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے ارشادات کے مطابق بسر کرنی چاہیے تاکہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کی جاسکے۔







حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
کی تصدیق خدمت خلق

حضور خاتم المرسلین ﷺ کی ذات اقدس پر جب غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا (یعنی ۲۱ رمضان ۲ شنبہ، ۱۰ اگست ۶۱۰ء) تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے سب سے پہلے مطلع فرمایا کہ آج اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے اور دل میں ایک بوجھ سا محسوس کر رہا ہوں۔

تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سن کر حضور ﷺ کی غار حرا میں عبادت و ریاضت کے حوالے سے نہیں بلکہ ان الفاظ کے ساتھ تسلی دی تھی کہ

۱۔ قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کو رسوا نہ کرے گا۔
۲۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں۔
۳۔ درماندہ اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔
۴۔ مہماں نوازی کی صورت میں میزبانی کرتے ہیں۔
۵۔ مصیبت زدہ لوگوں کی اعانت کرتے اور حق وصداقت کے معاون ہیں گویا حضور محسن انسانیت ﷺ کا اسوۂ حسنہ قبل از نزول وحی بھی لوگوں کی خدمت، فلاح انسانیت اور معاشرتی بہبود کے امور کی انجام دہی کا آئینہ دار ہے۔

خدمت خلق کا روزے سے زیادہ ثواب

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات میں انسانی بھلائی اور خدمت خلق کے کاموں کو عبادات پر ترجیح دی گئی ہے، چنانچہ ایک واقعے میں مجاہدین اسلام کے سو جانے پر ایک شخص رات بھر اس نیت اور ارادے کے ساتھ پہرہ دیتا رہا کہ دشمنان اسلام ان مجاہدین کی نیند کے مرحلے میں کوئی نقصان نہ پہنچادیں، اس پہریدار کا جب انتقال ہوا اور رسول کریم ﷺ جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو کسی نے بلند آواز سے یہ کہہ دیا کہ اس نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے۔ آپ اس کی صلوٰۃ الجنازہ پڑھانے لگے ہیں، اس پر ایک شخص نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا یارسول اللہ (ﷺ) میں اس رات کا عینی شاہد ہوں جب اس نے مجاہدین اسلام کا پہرہ دیتے ہوئے رات گزاردی تھی، اس پر حضور محسن انسانیت ﷺ نے جنازہ پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ اس کی نجات کے لئے اس کا یہ ایک عمل ہی کافی ہے۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

((کنا مع رسول اللہ ﷺ فی السفر فمنا الصائم و منا المفطر فنزلنا منزلا فی یوم حار اکثرنا ظلا صاحب الکساء فمنا من یتقی الشمس بیدہ فسقط الصوام و قام المفطرون فضربوا الابنیة و سبقوا الرکاب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب المفطرون الیوم بالاجر)) [شیخین۔نسائی]

''ہم لوگ حضور رسول اللہ (ﷺ) کی زیر قیادت ایک سفر میں تھے، ہم میں سے کچھ تو روزے سے تھے اور کچھ ساتھیوں کا روزہ نہیں تھا، ہم لوگوں نے بڑے سخت گرم دن میں ایک جگہ پڑاؤ کیا زیادہ سائے میں وہ لوگ تھے جن کے پاس کپڑا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے جو دھوپ کی شدت سے بچاؤ کے لئے اپنا ہاتھ استعمال

کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں کئی روزہ دار بے ہوش ہو کر گرنے لگے اور بے روزہ داروں نے اُٹھ کر ان پر کپڑوں کا سایہ کیا اور سائبان کھڑے کئے اور اونٹوں کو باندھ دیا۔''

حضور محسن انسانیت ﷺ نے صورت حال کی سختی دیکھ کر ارشاد فرمایا:

''آج کا ثواب بے روزہ داروں نے پالیا ہے۔''

گویا خدمت خلق کا یہ عمل اجر و ثواب کے اعتبار سے روزہ رکھنے والوں سے بڑھ گیا ہے۔ سبحان اللہ [انتخاب حدیث صفحہ ۱۴۶]

رسول اللہ ﷺ کا وقف کردہ قطعہ زمین

حضرت عمر بن الحارث الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور محسن انسانیت ﷺ نے اپنے ترکہ میں کوئی درہم، دینار، لونڈی اور غلام نہیں چھوڑا۔ صرف تین چیزیں چھوڑی ہیں ایک خچر جس پر آپ ﷺ سواری کیا کرتے تھے اور چند ہتھیار اور ایک قطعہ زمین جسے آپ ﷺ نے مسافروں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ [بخاری و نسائی]

ماں کو ایصال ثواب کے لئے صدقہ جاریہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کون سا صدقہ بہتر ہے؟

حضور رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''پانی کا انتظام'' چنانچہ میں نے کنواں کھدوا کر اپنی والدہ ماجدہ کو ایصال ثواب کی نیت سے صدقہ جاریہ کا انتظام کر دیا۔ [ابی داؤد، نسائی]



اسلام کا نظامِ معیشت

اور

انسانی ہمدردی کے تقاضے

اسلام درحقیقت اپنے پیروؤں کو عالی ظرفی بلند حوصلگی، انسانی ہمدردی، مہمان نوازی، دوست داری، غریب پروری، ہمسائے کی خاطر داری، مسافروں کی دیکھ بھال پاس پڑوس کے لوگوں کو دلجوئی، اپنوں اور بیگانوں سے خوش معاملگی اور احسان و مروت کے بارے میں جتنی بھی ہدایات دیتا ہے وہ اس نقطہ نظر سے دیتا ہے کہ انسان اپنے ابناء جنس کے کام آئے اور ہر مشکل اور مصیبت میں ان کی مدد کو آگے بڑھے۔

اسلام کی رو سے لوگوں سے ہمدردی اور بنی نوعِ انسان کی خیر خواہی وہ پہلی گھاٹی ہے جسے سر کیے بغیر کوئی شخص اسلام کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ﴾ [پارہ ۳۰ سورۃ البلد]

''پھر بھی تو اس نے گھاٹی سر نہیں کی اور جانتے ہو کونسی گھاٹی ہے وہ
کسی کی گردن سے بوجھ ہٹانا یا کسی تنگی کے دن کسی قرابت دار یتیم
یا کسی خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا۔

پھر اس کے بعد جو لوگ ایمان لائیں گے اور ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تلقین اور باہمدگر رحم وشفقت کی نصیحت کرتے رہیں گے وہی لوگ دائیں بازو والے یعنی خدا کے محبوب ہیں۔''

انہی صورتوں میں سے ایک جامع صورت وقف کی ہے صدقہ وخیرات کا یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو سراسر خیر و برکت کا ضامن ہے اور دنیا و عقبیٰ دونوں جگہ کام آتا ہے۔

اسلام چونکہ زندگی کے تسلسل کا قائل ہے کہ اس دنیائے ناپائیدار کی حیات چند روزہ پر ہی اس نے اپنی شریعت کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ وہ ایک ابدی اور دائمی زندگی کی نوید سناتا ہے جو اس دنیا میں انسان کے اعمال و افعال کے بموجب مرتب ہوتی ہے اور اس ختم نہ ہونے والی زندگی کا سارا حسن و قبح اس دنیا کی خوبی و زشتی پر موقوف ہے بنابریں جو شخص ایمان اور عمل صالح کے ساتھ یہ زندگی گزارتا ہے۔ اس کے لیے وعدہ خداوندی ہے۔

﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ۹۷]

''ہم پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور انہیں ان کے بہترین اعمال
کا اچھا بدلہ دیں گے۔''

یہ عمل صالح کیا ہے جس پر ''حیاۃ طیبہ'' (خوشگوار زندگی) کا مژدہ سنایا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد صرف حقوق اللہ کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ حقوق العباد تک وسیع ہے اور حقوق العباد میں یتیموں کی پرورش و

پرداخت، پڑوسیوں کی خاطر مدارات، حاجت مندوں کی نگہداشت اور فقراء و مساکین کی امداد و اعانت اور اسی قبیل کی دیگر تمام ممکنہ صورتیں شامل ہیں جو شخص ان حقوق کی ادائیگی اور ان فرائض کی بجا آوری سے قاصر رہا وہ گویا عمل صالح سے تہی دست رہا۔ جو نجات اُخروی کے لیے شرط لازم ہے۔

یہ جو اسلام نے بخل اور کنجوسی کی حد درجہ مذمت کی ہے اور اسے اخلاق رذیلہ اور صفاتِ خبیثہ میں شمار کیا ہے اسی لیے تو کیا ہے کہ یہ بدعادت اور بری خصلت عمل صالح کے اس تصور کے منافی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے اور بخل کی مذمت اسی لیے کی گئی ہے کہ اس طرز عمل سے حقوق العباد کی ادائیگی میں رخنہ پڑتا ہے۔

چنانچہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُسْلِمٍ الْبُخْلُ و سُوْءُ الْخُلقِ))

''دو عادتیں ایسی ہیں جو کسی مسلمان میں یک جا نہیں ہوسکتیں ایک کنجوسی اور دوسری بد خلقی۔''

اور قرآنِ مقدس نے تو بخل کی مذمت کے لیے جو پیرائیہ بیان اختیار کیا ہے وہ بڑا ہی تہدید آمیز ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

[آل عمران:۱۸۰]

جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ جو کچھ اچھا کررہے ہیں یہ ان کی روش اور ان کا یہ طرز عمل ان کے لیے اچھا ہے بلکہ بدترین اثرات کا حامل ہے۔ قیامت کے روز انہیں ان کے

اس بخل کے بدلہ میں انہی کے مال و دولت کے طوق پہنائے جائیں گے اور کائنات کی حقیقی میراث تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر بات سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

بخل کی مذمت کے ساتھ ساتھ اسلام نے مختلف پیرایوں میں جا بجا مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے پر بھی زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾﴾ [آل عمران:۹۲]

''تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں کو راہِ خدا میں خرچ نہ کردو! اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔''

پھر وہ اس پر اکتفا نہیں کرتا کہ معاملہ صرف ترغیب تک محدود رہے بلکہ وہ اپنے حلقہ بگوش افراد پر یہ ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں کی دستگیری کریں جو کسی بھی وجہ سے معاشرہ میں اپنے جائز حقوق حاصل کرنے میں ناکام رہ گئے ہیں۔

﴿﴿وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾﴾ [الذاریات:۱۹]

''ان کے اموال میں معین حق ہے سوال کرنے والوں کا اور محروم القسمت لوگوں کا۔''

اسلام کی نگاہ میں ایسے لوگ نفرت و حقارت کا موجب ہیں جو خود تو وسائل معیشت سے بہرہ ور ہیں مگر اپنی خداداد دولت میں سے ناداروں کو کچھ نہیں دیتے اور حاجت مندوں کی ضروریات سے آنکھیں بند کر کے صرف اپنی ہی ذات کے نفع و نقصان کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی نمازیں بے سود اور ان کی عبادتیں رائیگاں ہیں چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔

﴿أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ○ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ○ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ○ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ○﴾ [سورہ الماعون]

''کیا تو نے نہیں دیکھا اس شخص کو جو دین کی تکذیب کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھتکار رہا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں جو محض دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کو ضرورت کی بنیادی چیزیں دینے سے گریز کرتے ہیں۔''

اسلام اخلاق فاضلہ اور اوصاف حسنہ کا حامل دین ہے وہ ان تمام صفات کا علمبردار ہے جن سے انسانیت عبارت ہے، جود و سخا، کرم، واحسان، جرأت و بسالت، ہمت و شجاعت عزیمت و استقامت، صبر و ثبات، صدق وصفا، شرافت و مروّت، متانت و حیا، عفت و عصمت، عفو و درگزر، خندہ روئی و کشادہ دستی اور اسی قبیل کے دیگر تمام محاسن اور خوبیوں کے مجموعہ کا نام اسلام ہے اور جو مسلمان ان اوصاف و کمالات سے متصف ہوگا وہ اپنے معاشرہ اور اپنے ابناء جنس کی فلاح و بہبود سے کبھی صرف نظر نہیں کرسکتا۔

معاشرہ کی بہتری اور بنی نوع انسان کی بھلائی اور اپنے بھائی بندوں کی خوشحالی کے لیے ایک طویل المیعاد اور مختلف المقاصد منصوبہ ''وقف'' سے بہتر اور کوئی نہیں ہے یہ ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس پر کار بند ہو کر سوسائٹی کو خاطر خواہ

فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے اور اہل حاجت کی اقتصادی پریشانیوں کا مستقل ازالہ ممکن ہے بالخصوص زرعی زمین، باغات اور عمارات کے ذریعے خدمت خلق کے بہت سے منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک اہل ثروت و خیر حضرات اپنی بیش قیمت املاک کو راہ خدا میں وقف کرتے چلے آئے ہیں اور ہر عہد میں یہ نظام جاری اور قائم رہا ہے حتیٰ کہ مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں بھی یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا اور آج بھی موجود ہے۔

اس حقیقت سے مجال انکار نہیں کہ اسلام نے اکتساب دولت پر کوئی قدغن نہیں لگائی حلال اور جائز ذرائع سے جو شخص جتنا سرمایہ چاہے فراہم کرلے۔

اسباب دنیا کی فراہمی مباح طریقہ پر نہ صرف سنت انبیاء علیہم السلام قرار پائی ہے بلکہ فرائض خداوندی کی ادائیگی کے بعد جس فریضہ کو ادا کرنے کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی وہ رزق حلال کا حصول ہے۔

((طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضه))

"یعنی کسب حلال کی جستجو فرائض میں شامل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں رزق کو اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔"

﴿﴿فاذا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾﴾ [الجمعۃ:۱۰]

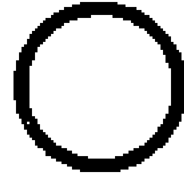
"جب نماز ادا ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل و کرم کی جستجو کرو یعنی رزق کی تلاش کرو۔"

اس ارشاد بار تعالیٰ کے مطابق حصولِ رزق کو عام رکھا گیا ہے اور کسی نوعیت کی حد بندی نہیں کی گئی اسلام تو صرف یہ چاہتا ہے کہ دولت اور رزق

کمانے والا شخص اس احساس سے کبھی غافل نہ ہو کہ یہ وسائل دولت اور یہ زر و مال کی فراوانی محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا انعام و احسان ہے، انسان اپنی کوشش، اپنی محنت، اپنی ریاضت، اپنی چابکدستی اور تر دماغی سے اس کارگاہ حیات میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اس کے آقا و مولا حق تعالیٰ کو یہ منظور نہ ہو۔ اس لیے انسان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اس دولت میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتا رہے جو تقدیر الٰہی کی رو سے اور خدا کی مشیت کے تحت اسباب دنیا سے محروم ہیں اور جہاں تک ہو سکے محتاجوں، فقیروں، یتیموں، مفلسوں، بے نواؤں ضرورت مندوں کی دستگیری سے دریغ نہ کرے۔ چنانچہ جہاں دولت مندوں پر زکوٰۃ کو ایک لازم فریضہ قرار دیا گیا وہاں اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ، یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بھی بار بار تاکید کی گئی ہے تاکہ مسلمان صرف ڈھائی فی صد زکوٰۃ کی ادائیگی پر مطمئن ہو کر نہ رہ جائے بلکہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جو بھی موقع آئے مال خرچ کرنے میں قطعاً کسی قسم کے تامل یا ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے اور اس احساس کے ساتھ یہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے کہ جس خالق اور رزاق نے مجھے اس دولت سے نوازا ہے اس کے بے پایاں احسانات کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ اس کی دی ہوئی دولت میں سے کچھ حصہ اس کی مخلوق پر بلکہ حدیث کے الفاظ کے مطابق اس کے کنبہ کے دیگر افراد پر صرف کر دیا جائے۔

((اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّکُمْ اِلَی اللّٰہِ اَحْسَنُکُمْ اِلٰی عَیَالِہٖ))[مشکوٰۃ]

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔''



جانوروں کے ساتھ رحمدلانہ سلوک

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات اقدس محض انسانوں کی خدمت اور رہنمائی کے لئے مبعوث نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ ساری مخلوق خدا کے محسن ہیں آپ ﷺ نے جہاں انسانوں کی ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھا اور خدمت خلق کا ایک مربوط نظام قائم فرمایا وہاں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق حیوانات اور پرندوں کے ساتھ بھی محبت، رحم، احسان اور اچھے سلوک کی تلقین اور رہنمائی فرمائی ہے۔ کیونکہ بے زبان مخلوق کے ساتھ نہ صرف دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں میں نہایت بے رحمانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا حتیٰ کہ بعض مقامات پر تو کھڑے جانوروں کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا لینے کا رواج تھا۔ خود عرب میں بھی اونٹوں کے گلے میں قلاوہ ڈال کر انہیں تکلیف دہ صورت سے دو چار کیا جاتا تھا۔ اس سے ان کا بآسانی چلنا دشوار ہوتا تھا۔ نیز حیوانات کو دیر تک کلے کے ساتھ باندھ رکھنے اور انہیں آزادی کے ساتھ چل پھر کر گھاس وغیرہ کھانے سے روکنے کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔ اسی طرح حضور محسن کائنات ﷺ نے جانوروں کی دم کاٹنے سے منع فرمایا کہ یہ ان کا مورچھل ہے اس کے ساتھ وہ مکھی مچھر وغیرہ کو ہلا کر دور کر سکتے ہیں اور سخت سرد موسم میں بھیڑوں اور مینڈھوں کی اون اتارنے سے منع فرمایا کہ یہ ان کا لحاف ہے۔

حضور محسن کائنات ﷺ نے جانوروں کو لڑانے، انہیں کسی جگہ باندھ کر

تختہ مشق بنانے، تیر اندازی سیکھنے کے لئے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے کی سنگدلی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

حیوانات کی خوراک کا اہتمام

حضور محسن انسانیت ﷺ نے پالتو جانوروں کی خوراک اور دانے پانی کا خاص خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کہیں تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں ایک ایسے اونٹ پر نظر پڑی جو بھوک اور پیاس کی وجہ سے کمزور اور جس کا پیٹ سکڑ کر دوسری جانب لگا تھا۔ دیکھ کر فرمایا! ان بے زبانوں کے معاملے میں ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کی خوراک اور پانی کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک پیاسا اونٹ دکھائی دیا وہ آپ کو دیکھ کر بلبلایا تو آپ نے محبت و شفقت کے ساتھ اس پر ہاتھ مبارک پھیرتے ہوئے اس کے مالک کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری کا اونٹ ہے آپ نے اسے بلا کر فرمایا: ''اس اونٹ کے بارے میں تم خدا سے نہیں ڈرتے؟۔'' [ابوداؤد، کتاب الجہاد]

پرندوں پر رحم و کرم

حضور محسن کائنات ﷺ ایک مرتبہ کسی سفر میں تھے کہ ایک مقام پر ساتھیوں نے پڑاؤ کیا، وہاں کسی پرندے نے اپنے گھونسلے میں انڈا دیا تھا۔ جسے ایک شخص نے اٹھالیا۔ تو چڑیا پر مار کر اس پر چہچہاتے ہوئے پرواز کر رہی تھی۔ حضور رحمت للعالمین محسن انسانیت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کا انڈا چھین کر اسے کس نے اذیت پہنچائی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا! یارسول اللہ (ﷺ)! یہ مجھ سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے وہیں رکھ دینے کا حکم دیا۔ (بخاری، باب الرحمۃ البہائم)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ اس کی چادر میں پرندے کے بچے چھپے ہوئے تھے۔ ان کی آواز سن کر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہاں سے

لائے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ ایک جھاڑی سے بچوں کی آواز آ رہی تھی جا کر دیکھا تو گونسلے میں یہ بچے تھے جنہیں میں نے نکال لیا۔ ان بچوں کی ماں نے دیکھا تو بے قراری کے عالم میں میرے سر پر منڈلانے لگی۔ اس پر حضور محسن کائنات ﷺ نے فرمایا: جاؤ! ان بچوں کو گھونسلے میں رکھ کر آ و۔

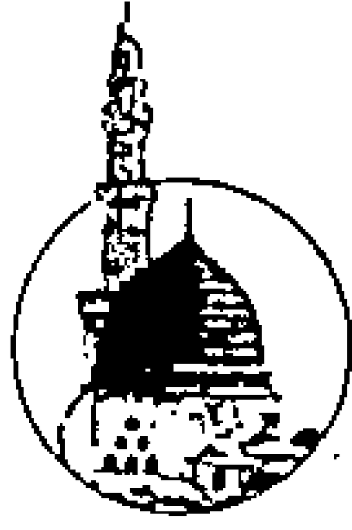
[مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، باب رحمۃ اللہ]

ہم جنس چیونٹیوں کی خیر خواہی کا صلہ:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کے حوالے سے انسانوں کیلئے سبق آموز واقعات بیان کئے ہیں، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوران سفر جب ایک ایسے میدان سے گذر ہوا جہاں پر چیونٹیوں کے بل تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آتے دیکھ کر ایک چیونٹی نے اپنی ہم جنس چیونٹیوں کو خبردار کرتے ہوئے دہائی دینا شروع کردی کہ جلدی سے جلدے اپنی اپنی بلوں (رہائش سوراخوں) میں داخل ہوکر اپنے آپ کو بچالو! ورنہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں کچل کر رکھ دے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں اور دیگر مخلوق کی زبان اور بولیاں جانتے تھے وہ چیونٹی کا یہ اعلان سن کر مسکرا دئے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے پرندوں چرندوں وغیرہ کی زبان سے آشنا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس چیونٹی کی اپنی قوم اور اپنی ہم جنس مخلوق کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا جذبہ اور انداز اس قدر پسند آیا کہ اس نے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی ایک سورۃ کا نام ہی "النمل"، یعنی چیونٹی رکھ دیا ہے۔

اس سے انسانوں کو سبق ملتا ہے کہ جو شخص بھی اپنے بھائیوں اور اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ بھلائی اور انہیں مصائب و تکالیف سے بچانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا نام روشن کرے گا اور آخرت میں اسے بلند درجے پر فائز کیا جائے گا۔



محسن انسانیت ﷺ کا عہد زریں
اخراجات فی سبیل اللہ کا آغاز

عہد رسالت ﷺ میں مخلوق کی خدمت اور اپنی جائیداد کارِ خیر کے لیے وقف کرنے کا سلسلہ کب شروع ہوا؟

اور اس نیک کام کی ابتدا کا شرف و اعزاز کس خوش نصیب کو حاصل ہوا اس کے بارے میں کتب تاریخ و سیر میں اگرچہ مختلف واقعات درج ہیں۔ کیونکہ ''وقف'' کا تعین کرنے میں ہر کسی کا اندازِ فکر اور نقطۂ نگاہ جداگانہ ہے، لیکن کتب تاریخ و سیر میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جن دنوں مسلمان مکہ معظمہ کی پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے ان دنوں ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک گھاٹی میں مصروف عبادت تھے تو اتفاقاً بت پرستوں کی ایک ٹولی وہاں پہنچ گئی یہ لوگ مسلمانوں کو حالت نماز میں دیکھ کر سخت غضب آلود ہوئے اور سرخ کپڑے کو دیکھ کر مشتعل ہونے والے بیل (Bull Fighting) کی طرح یک لخت نمازیوں پر ٹوٹ پڑے، اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو ایک جوشیلے اور جذبہ ایمانی سے سرشار نوجوان تھے اور اسلام پر جانثاری کا خون ان کے رگ و ریشے میں دوڑ رہا تھا، بت پرستوں کی

اس ستم رانی کو برداشت نہ کر سکے، اتفاق سے اونٹ کی ایک پسلی ان کے قریب ہی پڑی تھی انہوں نے نماز سے فراغت پاتے ہی اس ہڈی کو اٹھا کر اس زور سے بت پرست کے سر پر ماری کہ وہ بت پرست چکرا کر گر گیا، یہ دیکھ کر حملہ آور ٹھنڈے پڑ گئے اور ظلم وزیادتی سے ہاتھ کھینچ لیے اور اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

[ابن جریر طبری ابن ہشام]

اس واقعے کے چند روز بعد پھر اسی طرح جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نمازِ فجر کے وقت کسی گھاٹی میں مصروفِ نماز تھے کہ ابوجہل، ابولہب اور عتبہ اپنا شیطانی لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے اور قلیل تعداد نمازیوں کو یہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا، کہ تم محمد کی پیروی سے باز آؤ گے یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ محبت وعقیدت کا تعلق کسی کے جبر واکراہ یا ظلم وتشدد سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ محبت وشیفتگی اور اسلام کے ساتھ وابستگی کا نشہ مار پیٹ کی ترشی سے اترنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام کی دست درازی اور ان کے ظلم وتشدد سے تنگ آ کر حضرت طلیب رضی اللہ عنہ جو ابھی کم سن تھے سرخیل شقاوت ابوجہل کی طرف بڑھے اور اس کی خوب درگت بنا ڈالی۔

یہ دیکھ کر دوسرے دشمنانِ اسلام نے متفقہ طور سے حضرت طلیب رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر باندھ لیا، لیکن ابولہب آڑے آیا اور ایسی حرکت سے آئندہ باز رہنے کی خود ہی یقین دہانی کر کے اپنے بھتیجے کو چھوڑا دیا۔

بہر نوع حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی ایک بت پرست کی سرزنش اور حضرت طلیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ابوجہل کی درگت کے جو واقعے رونما ہوئے انہوں نے فرزندانِ اسلام کے خلاف کفار مکہ میں کینہ اور عداوت کی زبردست لہر دوڑا دی، اور دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کے خلاف اجتماعی حملہ کر کے شجر اسلام کو بیخ دبن سے اکھاڑ دینے کے منصوبے بنانا شروع کر دیئے۔ لیکن

﴿﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾﴾

''اللہ تعالیٰ نے تو نور اسلام کی ضوفشانیوں سے پورے کرۂ زمین کو منور کرنے کا فیصلہ کر لیا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے۔''

پہلا دار اسلام، دار ارقم:

دشمنانِ اسلام کی مکاریوں اور تدبیروں کے مقابلے میں فرزندانِ اسلام نے بھی منصوبہ بندی سے کام لیا کہ درّوں اور پہاڑی گھاٹیوں میں انفرادی طور پر عبادت گزارنے کے بجائے اجتماعی صورت میں عبادت کی خاطر ایک مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ چنانچہ حالات کی سنگینی اور خدشات کو ملحوظ رکھ کر حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ مخزومی نے اپنا گھر تبلیغی مقاصد، و دعوتِ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی اجتماعی ضروریات کے لیے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دیا۔ [اصابہ]

یہ مکان کعبہ معلیٰ کے پاس ایسے موقع پر تھا کہ جو لوگ ایام حج میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وہ اس کے دروازے سے ہو کر گزرتے تھے۔

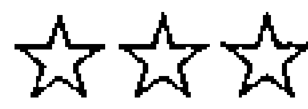
اب دشمنانِ اسلام کی مشاورت اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے مرکز ''دار الندوہ'' کے مقابلے میں فرزندانِ اسلام نے بھی اپنا ایک مرکز ''دار الاسلام'' قائم کر لیا، اور مسلمانوں کو چھپ چھپا کر غاروں اور درّوں میں جا کر اکیلے اکیلے عبادت گزارنے کے بجائے اجتماعی طور سے فریضہ نماز ادا کرنے کی موزوں ترین جگہ مل گئی۔ چنانچہ جو لوگ دعوتِ اسلام قبول کرنے کی سعادت سے سرفراز ہونا چاہتے یا عبادت گزارنا چاہتے تو اسی مکان میں حاضر ہو جاتے، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے اکثر ''السابقون الاولون'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام سے مشرف ہونے کی سعادت اسی مکان میں حاصل ہوئی۔ جن میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی

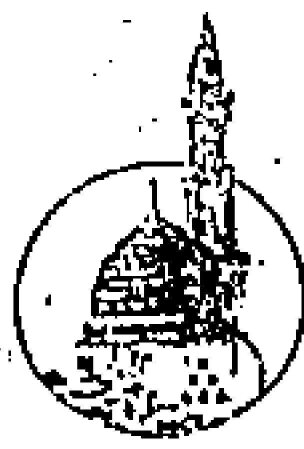
خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

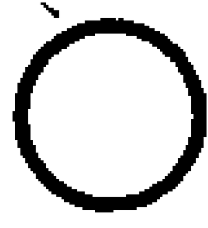
فرزندانِ اسلام اس وقت تک اسی مکان میں عزلت گزیں رہے جب تک کہ ان کی تعداد چالیس (۴۰) افراد تک نہیں پہنچ گئی۔ ان شواہد کی بنا پر یہ مکان تاریخ اسلام کا پہلا وقف شمار ہوتا ہے اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہ جنہیں ساتویں نمبر پر اسلام سے بہرہ ور ہونے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی وخوشنودی اور ملت اسلامیہ کے مفادِ اجتماعی کی خاطر اپنی جائیداد وقف کرنے کا شرف واعزاز بھی آپ ہی کو نصیب ہوا۔

حاکم نیشاپوری نے اپنی مستدرک میں واقدی کے حوالے سے حضرت عثمان بن ارقم مخزومی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں:

''میں ساتویں مسلمان کا بیٹا ہوں، میرے والد اسلام قبول کرنے والوں میں ساتویں نمبر پر تھے، میرے والد کا گھر کوہ صفا پر واقع تھا۔ اس گھر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں حضور محسنِ انسانیت رسول آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اسی گھر میں بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔''







اسلامی نظام میں خدمت خلق کی ذمہ داری

قرآن کریم کی سورہ یوسف آیت نمبر۱۰ میں ﴿یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ﴾ کی تفسیر کے حوالے سے معارف القرآن میں لقط اور لقیط کی تفسیر کے سلسلے میں لکھا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ لقط اور لقیط کے شرعی احکام کی تفصیل دی ہے۔ جن کی یہاں گنجائش نہیں البتہ اس کی بابت ایک اصولی بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ اسلامی نظام میں عام لوگوں کے جان و مال کی حفاظت، راستوں اور سڑکوں کی صفائی وغیرہ کو صرف حکومت کے محکموں کی ذمہ داری نہیں بنایا بلکہ ہر شخص کو اس کا مکلّف بنایا ہے۔ راستوں اور سڑکوں میں کھڑے ہو کر، یا اپنا کوئی سامان ڈال کر چلنے والوں کے لئے تنگی پیدا کرنے پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: کہ جو شخص مسلمانوں کا راستہ تنگ کر دے اس کا جہاد مقبول نہیں۔

اسی طرح اگر راستے میں کوئی ایسی چیز پڑی ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچ جانے کا خطرہ ہے جیسے کانٹے یا کانچ کے ٹکڑے یا پتھر وغیرہ ان کو راستے سے ہٹانا صرف میونسپل بورڈ کی ذمہ داری نہیں بنایا بلکہ ہر مسلمان کو ترغیبی انداز میں اس کا ذمہ دار بنایا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ [معارف القرآن جلد پنجم ص:۲۰]

اسلام کے اقتصادی اور معاشرتی نظام کا ایک تابناک پہلو اوقاف کا شعبہ ہے اور شریعت اسلامیہ میں اوقاف کی املاک کو صدقہ جاریہ کی حیثیت حاصل ہے۔

وقف کی صورتیں اگرچہ مختلف ہیں۔ مگر ان سب کی ضرورت اور افادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ رفاہِ عامہ کے اس شعبے کے تحت عوام کی پسماندگی کا مؤثر طور سے تدارک کیا جاسکتا ہے اور بہت سے تعمیری کام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیئے جاسکتے ہیں۔

جہاں تک اوقاف کے وجود کا تعلق ہے، دنیا کے تمام مذاہب اور ہر قوم میں کسی نہ کسی شکل وصورت میں اس کا وجود موجود ہے اور وہ اس کی ضرورت و افادیت کی معترف دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن اسلام نے اس مسئلہ کو جو فوقیت اور اہمیت عطا کی ہے اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے لگایا جاسکتا ہے جس میں وقف کے مال کو وقف کرنے والے کے حق میں ایک ایسی نیکی قرار دیا گیا ہے جس کا اجر وثواب ہمیشہ اسے ملتا رہے گا اور موت بھی اس سلسلۂ اجر وثواب کو منقطع نہیں کر سکے گی۔

چنانچہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

((اِذَا مَاتَ اِبْنُ اٰدَمَ انقطع عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَۃٌ جَارِیَۃٌ اَوْ عِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْ عُولَہٗ))[ترمذی]

''جب انسان کی زندگی کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کے عمل کا رشتہ بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو ان کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ (ا) مرنے والا اپنے بعد کوئی ایسا صدقہ جاریہ چھوڑ گیا ہو جس سے لوگ استفادہ کرتے رہیں اور فیضیاب ہوتے رہیں یا

ایسا علم پھیلا گیا ہو جو نفع بخش ہو یا ایسا نیکی و صالح اولاد چھوڑ کر مرا ہو جو اس کے حق میں دعائے خیر و مغفرت کرتی ہو۔"

اس حدیث مبارکہ میں صدقہ جاریہ سے مراد تمام علماء و محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اوقاف کا نظام ہے کیونکہ وقف ہی رفاہِ عامہ کا ایک ایسا مؤثر ادارہ ہے جس کی فیض رسانی کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہ سکتا ہے اور جس کے ذریعے عام لوگوں کے ساتھ خود وقف کرنے والے کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اس حدیث مبارک میں صدقہ جاریہ سے مراد وقف املاک ہیں اور یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعے وقف کی جائیداد چھوڑ کر مرنے والا اس وقت تک ثواب کماتا ہے جب تک وقف کی ہوئی چیز سے لوگ متمتع ہوتے رہیں۔ فتح القدیر جلد ۵ ص ۴۱ میں لکھا ہے۔

((ولا طريق الى تحقى دفع هذه الحاجة و اثبات هذه الصدقة الجارية الالزومه))

"یعنی صدقہ جاریہ کے سلسلے کو قائم رکھنے اور اہل حاجت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوئی اور صورت سوائے وقف کے نہیں۔"

گویا یہ ایک دیرپا نیکی ہے جس کی منفعت کا دائرہ وسیع اور نفع رسانی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ کسی شاعر نے تو محض دنیاوی شہرت اور ناموری کے لیے

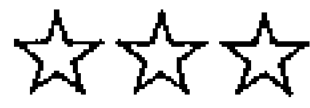
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تلاب بنا

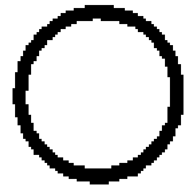
کی تلقین کی تھی اگر کوئی شخص دنیا میں اپنا نام روشن دیکھنا چاہتا ہے تو اسے رفاہ عامہ اور سوشل ورک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔

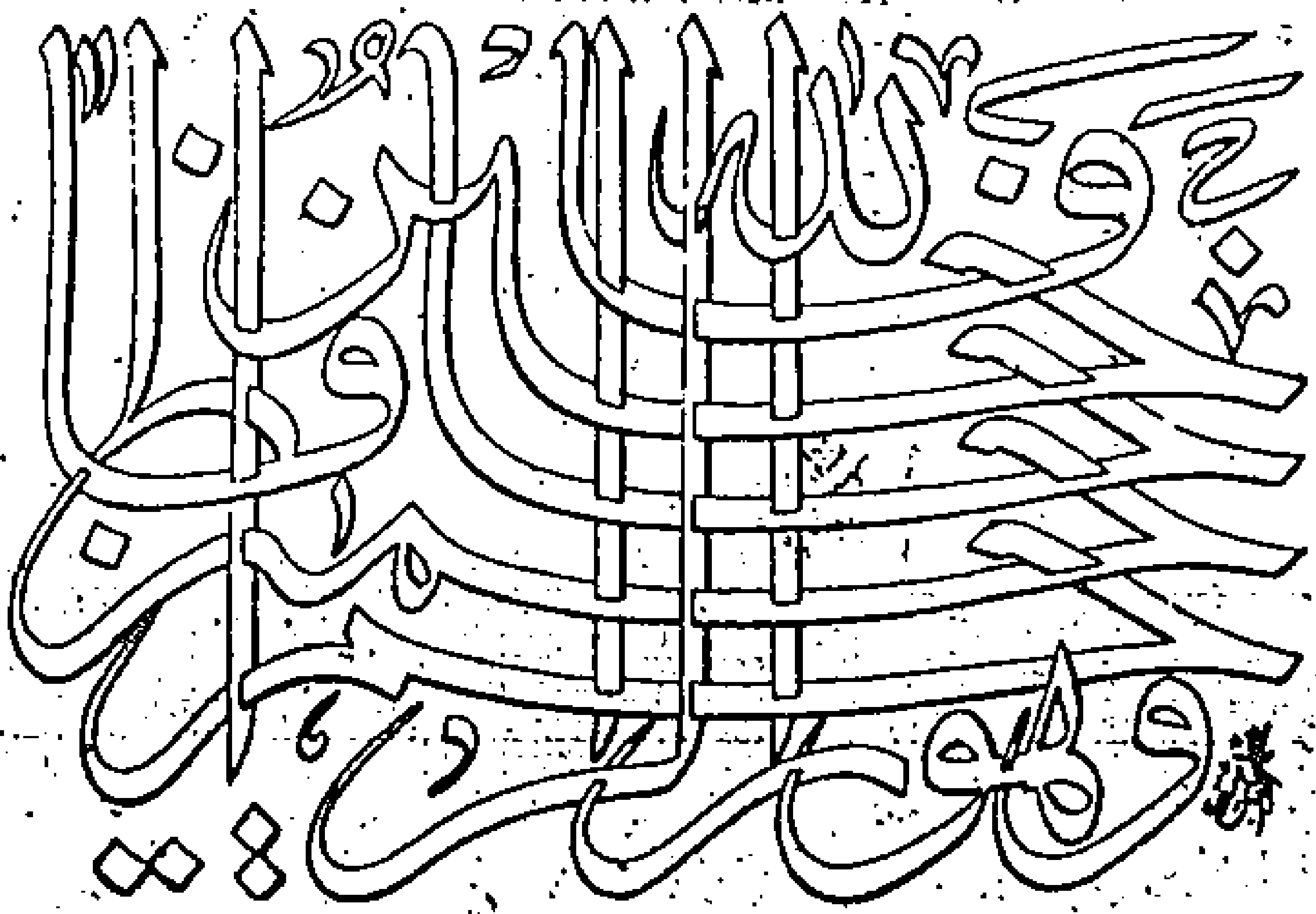
اسلام نہ تو نام ونمود اور شہرت طلبی کا قائل ہے اور نہ ہی کسی کو دینی امور میں ریاکاری اور دکھلاوے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسے ریاکار نمازی عبادت

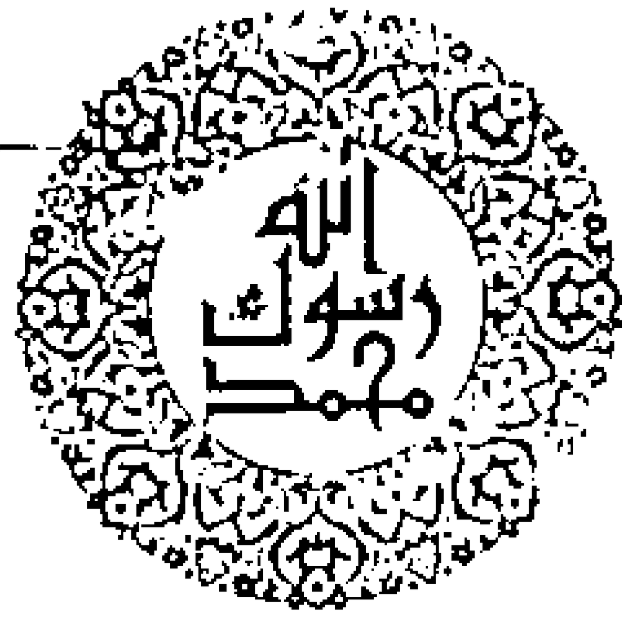
گزاروں کو ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾ کے الفاظ میں سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔

اسلام کی مقدس تعلیمات تو یہ ہیں کہ دنیا میں جو کام بھی کرے وہ صرف رضا الٰہی اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر کرے۔ مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے اور اس کے دکھ درد رفع کرے مقصود اس سے مادی منفعت نہ ہو، اگر کسی نے دنیاوی فائدے یا ذاتی شہرت اور نام و نمود کی خاطر کوئی اچھا کام بھی کیا تو اسے دنیا میں شہرت تو مل جائے گی مگر آخرت میں اس کے لیے اجر و ثواب کا قطعاً کوئی حصہ نہ ہوگا۔









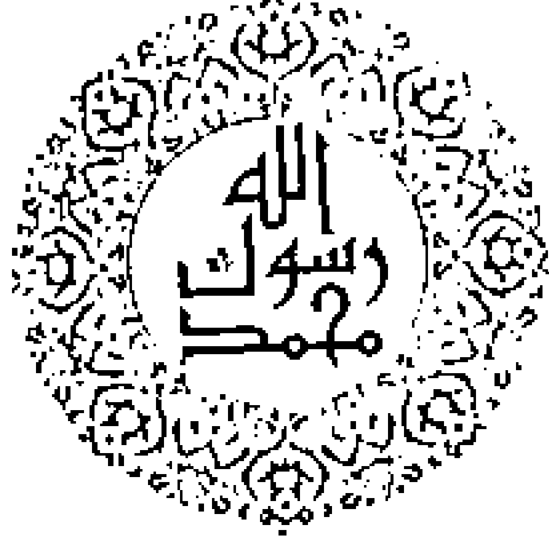
مالی جہاد کی عظمت و اہمیت

وقفِ حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ

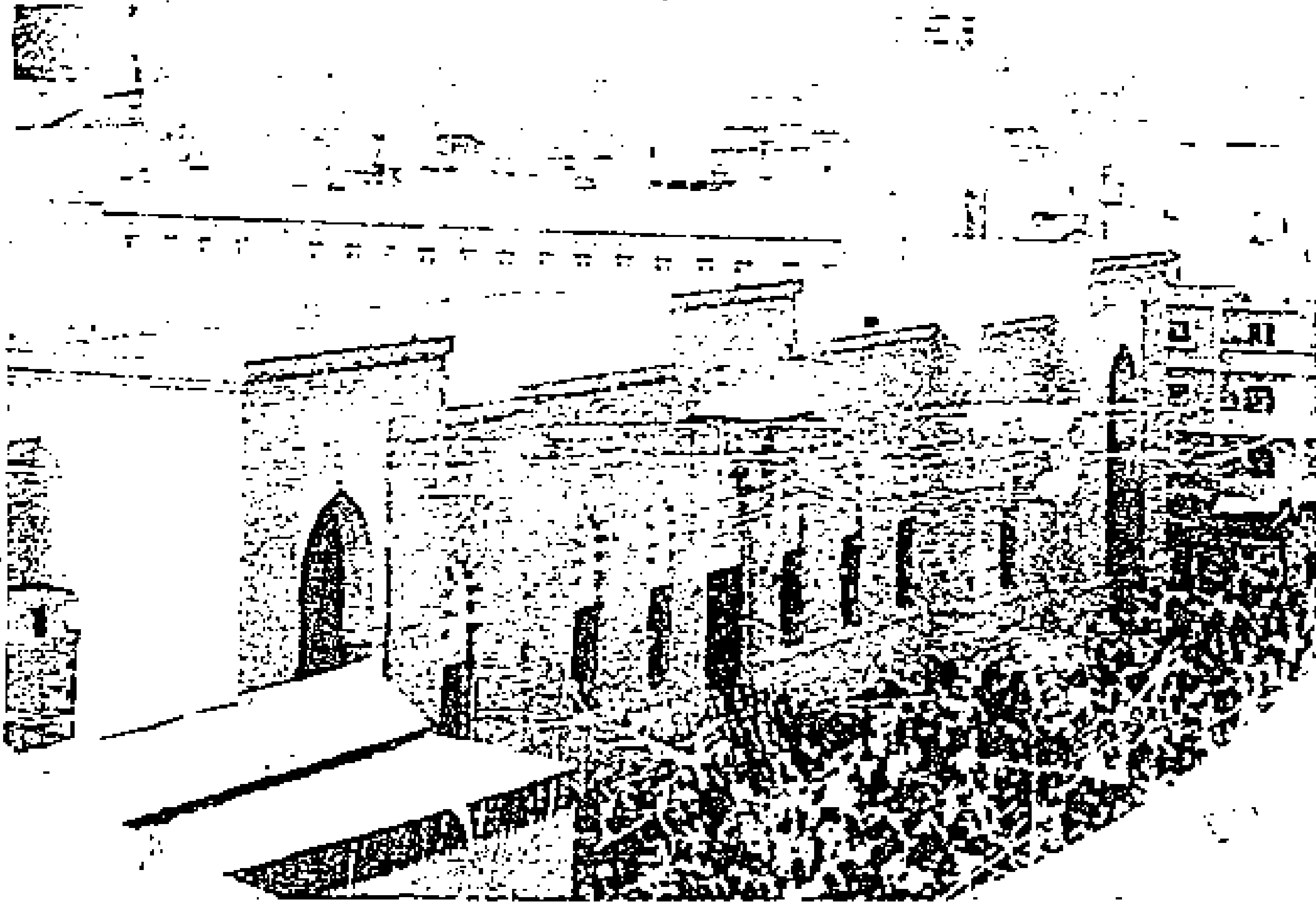
بعض سیرت و تاریخ نگار حضرات اسلامی اوقاف میں شرف اوّلین حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہیں جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور پیشوا تھے۔ علم و فضل میں کمال کے دوش بدوش مال و دولت کے اعتبار سے بھی وہ اپنے خاندان اور قبیلے میں منفرد اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔

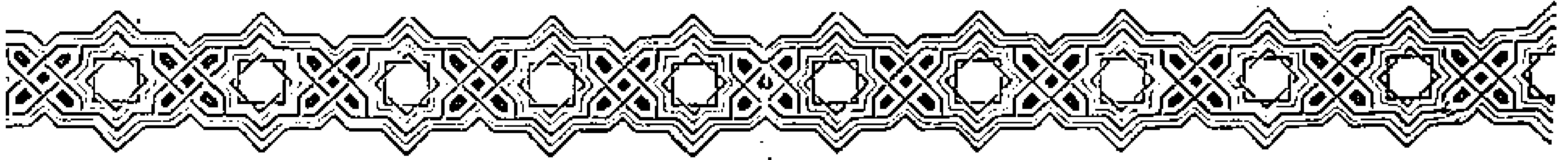
حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ نے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام علامتوں اور نشانیوں کا مصداق پایا جو توریت اور زبور میں نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت مذکور تھیں اور جب ان کا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی صداقت پر پوری طرح مطمئن ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کی سعادت سے سرفراز ہو گئے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کو نہ صرف یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا بلکہ غزوۂ اُحد میں جام شہادت نوش کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل اپنا سارا مال و اسباب حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہوئے یہ معروضات پیش کیں۔ یصنع فیھا ما اراہ اللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کو اللہ تعالیٰ کو خوشنودی کے لیے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔



وقفِ مُخیرؒ القی





چنانچہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اس مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے جس طرح چاہا خرچ فرمایا اور حضرت رسول کریم ﷺ نے اس مال کو وقف قرار دیا ''اصابہ'' میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کا مال و متاع غیر منقولہ جائیداد کی شکل میں اور سات باغوں پر مشتمل تھا جن کے نام یہ تھے۔

① میثب ② صائفہ ③ دلال ④ حسنیٰ

⑤ برقہ ⑥ الاعواف ⑦ مشربة ام ابراهيم

دارالمصنفین اعظم گڑھ نے عرصہ ہوا ایک کتاب ''اہل کتاب صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور تابعات رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ شائع کیا ہے جو مشرف بہ اسلام ہوئے کتاب کے مصنف مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی رفیق دار المصنفین فاضل مؤلف نے حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

مخیّریق رضی اللہ عنہ نام قبیلہ نضیر سے نسبی تعلق تھا۔ [تجرید ج۲:ص۷۰]

غزوہ اُحد میں شرکت اور شہادت:

جب غزوہ اُحد پیش آیا تو حضرت مخریق رضی اللہ عنہ یہود مدینہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم لوگوں کو محمد (ﷺ) کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے جب کہ تمہیں یہ علم ہے کہ ان کی مدد تم پر ضروری ہے، یہود نے کہا، کہ آج یوم سبت (سنیچر) ہے ہم کیسے تلوار اٹھا سکتے ہیں، فرمایا سبت وغیرہ کیا چیز ہے؟ فوراً تلوار ہاتھ میں لی اور سر بکف خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر پامردی سے لڑے اور شہادت پائی۔ [اصابہ ج۳ص۳۹۳]

فضل وکمال:

آپ نے جب شہادت پائی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ مخیّریق سائق یہود مخیّریق رضی اللہ عنہ یہود میں سب سے آگے جانے والے ہیں۔ [اصابہ ج۳ص۳۹۳]

مدینہ میں آپ کے کئی باغات تھے جب غزوۂ اُحد میں آپ زخمی ہوئے تو اپنی ساری جائیداد باغ اور مال و اسباب آں حضرت ﷺ کو وصیت کر گئے آپ نے جو باغات آنحضرت ﷺ کو دیئے تھے۔ ان کے ناموں کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔

ایک روایت میں المیثب کے بجائے المیثر ہے اور الاعواف کی جگہ ''المعوال'' ہے۔ حضور ﷺ مخیرؔیق رضی اللہ عنہ کی اسی جائیداد سے عام مسلمانوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ [اصابہ ج ۳ ص ۳۹۳]

[اہل کتاب صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ ج ۲ ص ۹۲، ۹۳۔ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ بھارت ۱۹۵۱ء]

ہم نے اس کتاب کی مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں جب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اصابہ'' کی طرف رجوع کیا تو یہ جان کر افسوس ہوا کہ اس کتاب میں کتابت کی غلطیوں کی بھرمار ہے، بنا بریں ہم یہاں اصابہ کی اصل عبارت نقل کر رہے ہیں۔ اصابہ نے ۷۸۵۲ نمبر کے ذیل میں ''مخیرؔیق النضری'' کے عنوان سے لکھا ہے۔

((مخيريق النضرى الاسرائيلى من بنى النضر ذكر الواقدى انه اسلم و استشهد باحد، و قال الواقدى والبلاذرى و يقال انه من بنى قينقاع، و يقال من بنى القيطون كان عالما وكان اوصٰى باموالهِ للنبى ﷺ وهى سبع حوائط، الميثب، والصائفة، والدلال، و حسنىٰ و برقه، والاعواف، و مشربة ام ابراهيم۔ فجعلها النبى ﷺ صدقة قال عمر بن شبة فى اخبار المدينة حدثنا محمد بن على حدثنا عبد العزيز بن عمران عن عبدالله بن جعفر بن المسور عن ابى عون عن ابن شهاب قال كانت صدقات رسول الله ﷺ اموالا لمخيريق فا وصى بها لرسول الله ﷺ و شهد احدا فقتل

بها فقال رسول الله ﷺ مخيرق سائق يهود و سلمان سائق فارس و بلال سائق الحبشة قال عبدا العزيز و بلغنى انه كان من بقايا بنى قينقاع و قال الزبيربن بكار فى اخبار المدينة حدثنا محمد بن الحسن هوا بن زبالة عن غير واحد، منهم محمد بن طلحة بن عبد الحميد بن ابى عبس بن جبير و سليمان بن طالوت عن عثمان بن كعب بن محمد بن كعب ان صدقات رسول الله ﷺ كانت اموالا لمخيريق اليهودى فلما خرج النبى ﷺ الى احد قال لليهود الاتنصرون محمد او الله انكم لتعلمون ان نصرته حق عليكم فقالوا اليوم يوم السبت فقال لا سبت و اخذ سيفه و مضى الى النبى ﷺ فقاتل حتى اثبته الجراحة فلما حضره الموت قال اموالى الى محمد يضعها حيث شاء و ذكر قصة و صيته باموالہ و سماها ولكن قال الميثر بدل الميثب والمعوان عوض الاعواف وزاد مشربة ام ابراهيم الذى يقال له مهروز)) [الاصابہ ج۲ ص۳۷۳]

حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کا قبیلہ وخاندان:

حضرت مخیّریق النضری رضی اللہ عنہ یہودیوں کے قبیلہ بنی نضر سے تعلق رکھتے تھے۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور غزوۂ احد میں شہادت پائی، واقدی اور بلاذری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بنی قینقاع کے قبیلہ کے بچے کھچے لوگوں میں سے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ بنی قیطون کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ عالم تھے اور انہوں نے اپنا سارا مال حضور نبی اکرم ﷺ کے نام وصیت کر دیا تھا۔ یہ کل سات باغ تھے جن کے نام یہ ہیں المیثب ،الصائفہ، الدلال، حسنٰی، برقۃ،

الاعواف اور مشربۃ ام ابراہیم، حضور اکرم ﷺ اس جائیداد کو وقف قرار دے دیا تھا۔ عمر بن شبۃ نے ''اخبار مدینہ'' میں ابن شہاب زہری کی سند کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے صدقات کا بیشتر انحصار حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کی اس جائیداد پر تھا اور یہ جائیداد حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے نام وصیت کردی تھی حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا تھا، مخیّریق یہودیوں کا قافلہ سالار ہے۔ سلمان فارسی اہل فارس کا اور حضرت بلال حبشہ کا قافلہ سالار ہے۔

عبد العزیز کہتے ہیں کہ جہاں تک میری اطلاع کا تعلق ہے حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ قینقاع میں سے تھے۔

زبیر بن بکار نے ''اخبار مدینہ'' کے ضمن میں عثمان بن کعب بن کعب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے صدقات وعطیات حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ کے اموال میں سے دیئے جاتے ہیں۔

جب حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ احد کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت مخیّریق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں سے جا کر کہا کہ تم محمد ﷺ کی مدد نہیں کرو گے حالانکہ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ محمد ﷺ کی مدد تم پر مذہبی نقطہ نگاہ سے لازم ہے۔ یہودیوں نے کہا مگر آج تو ہفتہ کا دن ہے اس پر مخیّریق رضی اللہ عنہ بولے ہفتہ کیا ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے تلوار اٹھائی اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جہاد میں شرکت کی۔ لڑائی کے دوران انہیں کاری زخم لگا جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا میرا سارا مال حضور ﷺ کے لیے ہے وہ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں، زبیر بن بکار نے یہ پورا قصہ بیان کر کے ان باغات کے نام بھی دیئے ہیں۔ لیکن انہوں نے میثب کی بجائے میثر اور اعواف کی جگہ معوان نام لیے ہیں، اور مشربۃ ام ابراہیم کے متعلق کہا ہے کہ اس کا نام مہروز تھا۔

حضرت مخیرّیق رضی اللہ عنہ کی جائیداد اوّلین وقف:

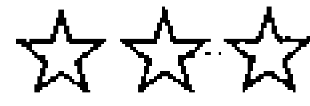
بہر حال حضرت مخیرّیق رضی اللہ عنہ کی یہ جائیداد اوّلین وقف ہے جو عہد رسالت میں ظہور پذیر ہوا۔ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے سبھی افراد کار خیر میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ کتب حدیث و سیر میں ایسے بہت سے صحابہ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے اپنی جائیدادیں وقف کیں۔

فتح القدیر نے ہدایہ کے اس متن کے تحت کہ

((لان جماعة من الصحابة رضى الله عنهم اجمعين و قفوه))

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے اپنی املاک وقف کیں، ایسے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے فقراء و مساکین کے لیے اپنی اولاد کے لیے جائیدادیں وقف کیں۔''

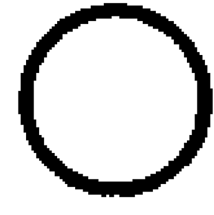
فتح القدیر میں ہے۔



بسم الله الرحمن الرحيم

فتعالى الله الملك الحق

لا اله الا هو رب العرش الكريم



اسلام کے اوّلین معاشرتی اقدامات
مؤرخین کی تحقیق کے آئینے میں

معاشرتی اصلاح اور عوام کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں جو اوّلین کوششیں بروئے کار آئی تھیں ان کی بابت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخلافیات'' میں لکھا ہے کہ ابوبکر، عبداللہ بن زبیر حمیدی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ معظّمہ میں موجود اپنا گھر اپنے بیٹے کے نام سے وقف کر دیا تھا جو آج تک وقف چلا آرہا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک احاطہ وقف کر دیا تھا۔

ہجرت کے موقع پر جب آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے باہر ہی تین چار میل کے فاصلے پر ''قبا'' کی بستی میں قیام فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر ایک مسجد کی تعمیر کا عزم ظاہر کرتے ہوئے اپنے میزبان حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ (جو انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبید کے ایک معمر بزرگ تھے) سے اس کا تذکرہ فرمایا:

قباء میں حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کا ایک ''مربد'' تھا، ''مربد'' اس جگہ کو کہتے ہیں، جہاں کھجوریں، خشک کر کے چھوہارے بنائے جاتے ہیں۔ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ

نے حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنا مربد تعمیر مسجد کے لیے پیش خدمت کرتا ہوں۔ [وفاء الوفا]

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تاریخ اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ قبا کی یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ [التوبہ، ۹:۱۰۸]

''وہ مسجد جس کی بنیاد شروع ہی میں تقویٰ پر رکھی گئی تھی وہ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ ﷺ اس میں قیام کریں اس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو طہارت اور پاکیزگی پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے پاکیزہ اور طہارت پسند لوگوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔''

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی ﷺ میں وقف کے زیر عنوان لکھا ہے:

''وقف شریعت کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اسلام نے اس مسئلہ کو جس حد تک صاف کیا اس کا دوسرے مذاہب کے قوانین میں شائبہ تک موجود نہیں، اسی بنا پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دعویٰ کیا ہے کہ اسلام طریقہ وقف کا موجد ہے، اسلام میں

وقف کی تاریخ نہایت قدیم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد جس زمین میں رکھی تھی وہ دو یتیموں کی ملک تھی۔ آپ ﷺ نے قیمت دینی چاہی لیکن انہوں نے کہا:

((لا واللہ لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ))

''نہیں۔ خدا کی قسم ہم قیمت ہرگز نہیں طلب کریں گے۔''

یہ اسلام کا پہلا وقف تھا، اور نہایت سادہ صورت میں تھا۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو وقف مشاع (مشترکہ جائیداد کا وقف) کے ثبوت میں لائے ہیں۔ اس کے بعد ۴ھ یا ۵ھ میں جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾﴾[آل عمران:۹۲]

''تم نیکی اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں وہ تمام چیزیں نہیں دے دیتے جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔''

تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صحابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یارسول اللہ: (ﷺ) بیرحا ① مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور اس کا ثواب اور اجر خدا سے چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ جس مصرف میں چاہیں اس کو رکھیں۔ چنانچہ آپ کے مشورے سے اس کا منافع اپنے اعزہ پر وقف کیا۔

اب تک وقف کے لیے جو الفاظ استعمال ہوئے تھے وہ صرف یہ تھے کہ وہ ذاتی تصرف سے نکال کر خدا کی ملکیت میں دے دیا گیا، لیکن ۷ھ میں

① ایک زمین کا نام ہے جو مدینہ منورہ میں واقع تھی۔

غزوہ خیبر کے بعد اس کی حقیقت بالکل واضح کردی گئی۔ خیبر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک زمین ملی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو وقف کرنا چاہا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان شئت حبست اصلها و تصدقت بها))

''اگر چاہو اصل جائیداد باقی رکھو اور منافع صدقہ کرو۔''

چنانچہ ان شرائط کے ساتھ وہ جائیداد وقف ہوئی۔

((انك لا يباع اصلها و لا يوهب ولا يورث))

''اصل جائیداد نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ ہی وراثت میں بانٹی جائے۔'' [سیرت النبی ﷺ، ص:۱۳۱ تا ۱۳۲]

مدینہ منورہ کا چاہ رومہ

سیرت کبریٰ اور شمائل کبریٰ کے معروف مصنف حضرت علامہ ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''چاہ رومہ'' کی خریداری اور مسجد نبوی کی تعمیر کے زیر عنوان لکھا ہے۔

''جب حضور سید المرسلین ﷺ نے خاک مدینہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشکِ جناں بنایا تو اس وقت یہاں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا۔ جسے ''بیئر رومہ'' کہتے تھے۔ اور وہ بھی ایک یہودی کے قبضہ میں تھا۔ اس کنوئیں کا پانی متعفن ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کنوئیں کو صاف کرائے؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ میں صاف کرادیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے صاف کرادیا، لیکن صفائی کے بعد اس کے یہودی مالک نے مسلمانوں کو پانی لینے سے روک

دیا۔ جب مسلمانوں کو پانی کی زیادہ تکلیف ہوئی تو سرور کائنات ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے پوچھا تم میں سے کس کو اتنی استطاعت ہے کہ چاہ رومہ خرید کر عامۃ المسلمین کے لیے وقف کر دے اور اس کے عوض میں جنت حاصل کرے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے گزارش کی یا رسول اللہ ﷺ بندہ ایسا کرنے کو حاضر ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ کنواں یہودی کی منہ مانگی قیمت یعنی پینتیس ہزار درہم میں خرید کر فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔" [سیرت کبریٰ ص ۸۱۳۔ ترمذی، نسائی، دارقطنی]

☆☆☆







دورخلافت راشدہ

خدمت خلق کے اقدامات

خلافت راشدہ کے عہد زریں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے، کہ انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ ان کی مملوکہ اراضی میں سے ان کے ذمہ بیت المال کا جو قرض ہے (اور یہ قرض وہ تھا جو وہ اپنی تنخواہ کے طور پر وصول کیا کرتے تھے) اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو باقی بچے وہ فقراء و مساکین کے لیے وقف کر دیا جائے۔

باغ فدک کا واقعہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آیا یہ خیبر کے قریب ایک آبادی تھی جس کی زمین اور جس کے باغات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں میں تقسیم فرما دیا تھا ایک حصہ مسافروں اور ضرورت مندوں کے لیے مخصوص تھا۔ ایک حصہ ازواجِ مطہرات اور اہل بیت کے لیے مختص تھا اور ایک حصہ ملکی ضروریات کے لیے خاص تھا۔ بخاری شریف میں ہے:

((اما فدك فجزا ها رسول الله ﷺ ثلثه اجزاء))

''فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب فدک کی ملکیت کا مسئلہ اٹھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس میں سے اپنا حصہ طلب کیا لیکن حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی ملکیت کے حقوق دینے سے اس بناء پر معذرت کی کہ وہ ساری جائیداد وقف کی ہے اور وقف کی جائیداد سے فائدہ تو اٹھایا جا سکتا ہے لیکن اس کے مالکانہ حقوق کسی کو نہیں دیئے جا سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ قضیہ دوبارہ پیدا ہوا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس زمین میں سے اپنا حصہ طلب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح اس کا حق ملکیت دینے سے انکار کیا جب ادھر سے اصرار اور اُدھر سے انکار بڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت نبوت کے ان دو معزز نمائندوں سے فرمایا تھا:

((فواللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض لا اقضی قضاء غیر ذالك فان عجز تما عنھا فادفعا ھا الی فانا اکفیکماھا))

''اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں دوں گا اگر تمہیں اس شرط پر یہ زمین منظور نہیں ہے تو میں تم دونوں سے بہتر طور پر اس کی دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔'' [بخاری باب فدک]

ان دونوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہما کا مؤقف اس باب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریحات کے مطابق تھا کہ پیغمبر اپنے بعد جو جائیداد اور مال و متاع چھوڑ جاتا ہے وہ وقف ہوتا ہے جسے نہ تو فروخت کیا جا سکتا ہے نہ اس کا کسی کو وارث بنایا جا سکتا ہے۔ جب کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

((نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث و ما ترکنا فھو صدقة))

''ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کے وارث بنتے ہیں نہ کسی کو اپنا وارث

خلافتِ راشدہ کے دور میں

فلاحِ معاشرہ



چھوڑتے ہیں، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ امت کیلئے وقف ہوتا ہے۔"

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وقف کی آمدنی کی دیکھ بھال کے لیے ایک خصوصی بورڈ قائم کیا گیا جس کے سربراہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور جس کے ارکان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی جگہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس بورڈ کا رکن نامزد کیا گیا۔ [الاستیعاب، ج۴،ص۳۷۴]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذاتی دلچسپی نے اس شعبہ کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک نہر کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا تھا جس کا نام معقل تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نہر کی تعمیر میں بھی خصوصی دلچسپی لی جس سے مدینہ منورہ کی آس پاس کی بستیوں کو وافر مقدار میں پانی فراہم ہونے لگا اور غلہ کی آمدنی اس نہر کی بدولت ایک لاکھ وسق کھجوروں ① اور ساٹھ ہزار وسق گیہوں تک پہنچ گئی۔

مسجد نبوی کی توسیع کا کام بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوا تھا۔ اسے پایہ تکمیل تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنچایا، حرم کعبہ کے غلاف کی تیاری بھی اس مد سے ہوتی تھی۔ [تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی]

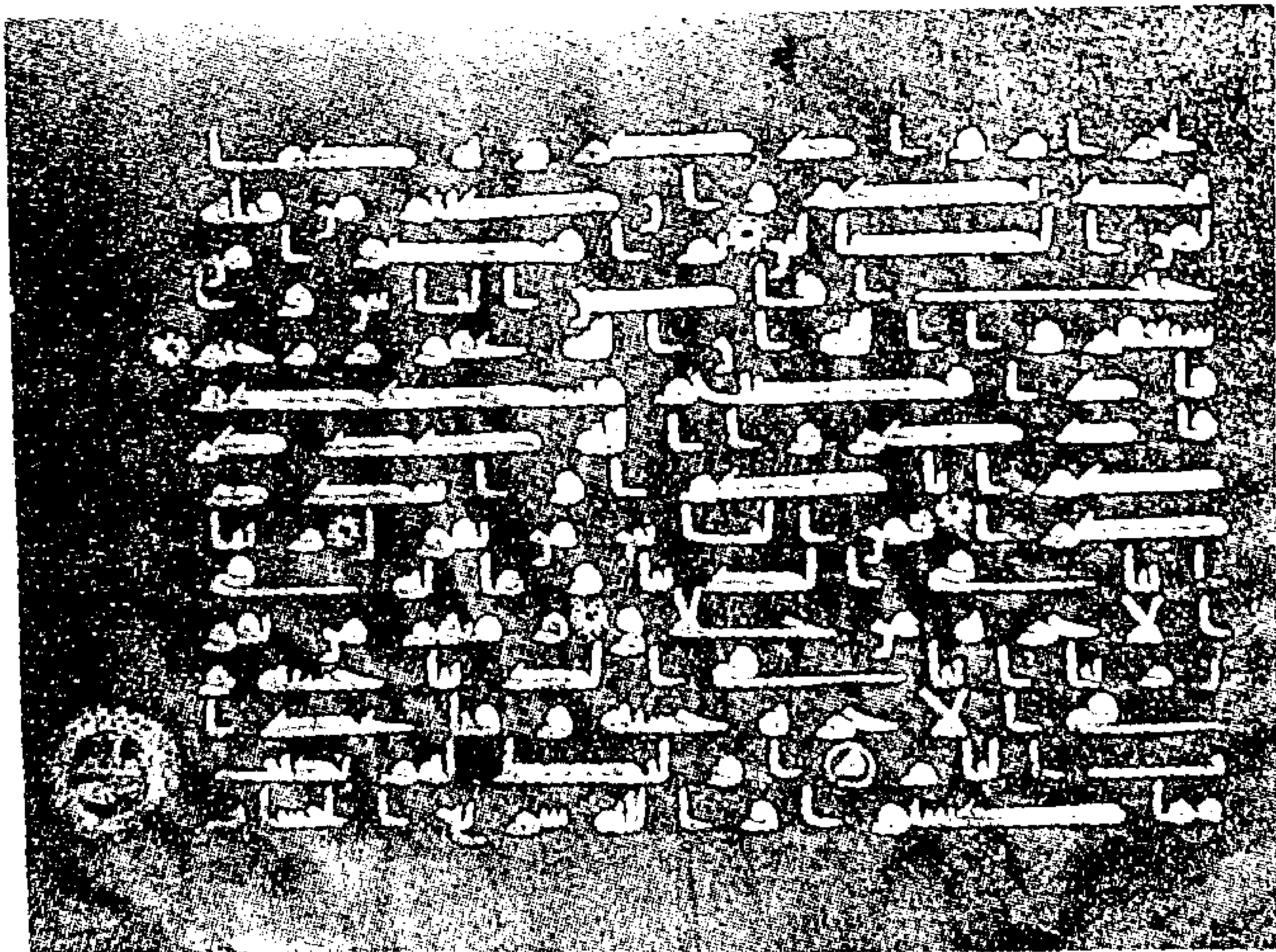
حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت خلفشار اور خانہ جنگی کا عہد تھا، لیکن مسلمانوں کے دونوں متحارب فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رفاہ عامہ کے اس شعبہ سے پوری طرح دلچسپی لیتے رہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کی جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی

① وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے ایک صاع پونے دو سیر وزن۔

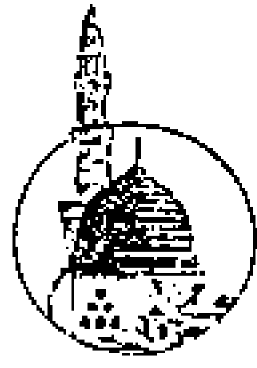
اس کام کا آغاز اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا۔ مگر اس کی تکمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ کوفہ کی آبادی کے وسط میں ایک بہت بڑا کنواں کھدوایا گیا جس سے بیک وقت بیس آدمی پانی بھر سکتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک حمایتی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے مشرقی حصہ میں اپنی زمین سرائے کے لیے وقف کی۔ سرائے کی تعمیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مکمل ہوگئی تھی۔





کپڑے پر سنہری حروف میں متنِ قرآنی کی کتابت کا قدیم نمونہ (قسطنطنیہ)



مسجد نبوی کی تعمیر
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وقف

ہجرت کے تھوڑے دنوں بعد حضرت خیر الانام ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر کرنے کا عزم فرمایا: اس سے بیشتر یہ معمول تھا کہ جس جگہ وقت آتا وہیں نماز پڑھ لیتے۔ آخر آپ ﷺ نے وحی الٰہی کے ایماء پر اس مقام کے سامنے مسجد تعمیر کرنے کا قصد فرمایا جہاں آپ کی ناقہ آ کر بیٹھی تھی۔ یہ ایک افتادہ زمین تھی۔ جس کے مالک آپ ﷺ کے جدامجد عبد المطلب کے قبیلہ بنونجار کے دو یتیم لڑکے سہل رضی اللہ عنہ اور سہیل رضی اللہ عنہ تھے یہ دونوں لڑکے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ جگہ کس کی ہے۔ تو حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ عمرو کے دو یتیم لڑکے سہل رضی اللہ عنہ اور سہیل رضی اللہ عنہ اس کے مالک ہیں۔ میں ان کو اور ان کی ماں کو اس کا معاوضہ دے کر راضی کرلوں گا۔

آپ ﷺ نے خود ان لڑکوں کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم یہ زمین فروخت کردو تو ہم یہاں عبادت گاہ بنانا چاہتے ہیں۔

وہ بولے یارسول اللہ ﷺ! ہم حق تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا کوئی قیمت نہیں چاہتے۔ آپ ﷺ نے بلا قیمت لینے سے انکار کردیا اور فرمایا: اپنی ماں سے مشورہ کر کے اس کی قیمت بتاؤ۔ ان کی والدہ نے بھی قیمت لینے سے انکار کیا۔ آخر آپ ﷺ نے اصحاب الرائے کے مشورہ سے ان کو باصرارِ تمام دس

مثقال (پونے چار تولے) سونا دینا تجویز فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے یہ رقم ادا فرمائی۔ [مدارج وغیرہ۔ سیرت کبریٰ، ص۸۱۴]

چنانچہ اس کے بعد زمین ہموار کی گئی، اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے حسب ارشاد تعمیر مسجد کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اینٹیں تیار کیں اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے مشقت نہ کرنے کی منت سماجت کے باوجود سید الکونین ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی رفاقت میں گارا اور اینٹیں اٹھا اٹھا کر مسجد نبوی کی تعمیر میں بنفسِ نفیس حصہ لیا۔

تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کیا گیا تو مسجد کی ہمسائیگی میں ایک عیال دار محتاج شخص رہتا تھا اس کے قبضے میں بہت سی زمین پڑی تھی۔ جسے وہ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارادہ تھا کہ اس زمین کو خرید کر مسجد نبوی میں توسیع کی جائے۔

ایک دن آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ ہے۔ کوئی ہے جو اس زمین کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے اور اس کے عوض میرے ساتھ جنت کا سودا کرے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس زمین میں دس ہزار درہم آپ کی مِلک میں دے دیا۔ اب مسجد کی نئی تعمیر شروع ہوئی۔ سنگ بنیاد آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اینٹیں رکھیں۔ ①

[ترمذی، نسائی، دار قطنی، ابن ہشام]

☆☆☆

① مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے مرحلہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جس ترتیب کے ساتھ اینٹیں طلب فرمائی تھیں۔ خلافت راشدہ کی ترتیب بھی اسی کے مطابق ہے گویا مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھتے وقت آپ ﷺ نے خلافت راشدہ کا سنگ اساس بھی رکھ دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث
ولد صالح يدعو له أو صدقة جارية أو علم ينتفع به

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب ابن آدم (انسان) کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے
مگر تین چیزوں میں سلسلہ بدستور قائم رہتا ہے ۱۔ اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے
۲۔ یا کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ جائے ۳۔ یا ایسا علم جو لوگوں کے لیے کارآمد و مفید ہے



امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

فتح القدیر نے امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب ''مبسوط'' کے حوالے سے لکھا ہے:

((قال محمد بن الحسن فی الاصل اخبرنا صخر بن جویریه عن مولیٰ عبداللہ ابن عمران عمر بن الخطاب کانت له ارض تدعی ثمغ قال و کان نخلا نفیسا قال فقال یا رسول اللہ ﷺ الی استفدت مالا هو عندی نفیس افاء تصدق به قال فقال رسول اللہ ﷺ تصدق باصله لا یباع ولا یوهب ولا یورث ولکن تنفق ثموته قال فتصدق به عمر فی سبیل اللہ و فی الرقاب وللضیف و للمساکین ولا بن السبیل ولذی القربی لا جناح علی من ولیه ان یا کل بالمعروف اویو کل صدیقا غیر متمول فیه)) [فتح القدیر، ج۵ص۴۱]

''محمد بن حسن شیبانی نے اصل میں یعنی کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ ہمیں صخر بن جویریہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کے حوالہ سے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک زمین تھی جس کا نام ثمغ تھا۔'' ①

① خیبر میں جو زمین حضرت عمر کے حصہ میں آئی اور جسے حضور ﷺ نے تقسیم فرما دیا تھا اس کا نام ثمغ تھا۔ شرح الغایۃ علی الہدیۃ لاکمل الدین محمد بن محمود۔

یہ ایک عمدہ نخلستان تھا راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہت ہی عمدہ اور دل پسند جائیداد ملی ہے کیا میں اسے صدقہ کردوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل زمین کو صدقہ کردو کہ نہ اسے بیچا جا سکے نہ اسے ہبہ کیا جا سکے اور نہ کوئی اس کا وارث بن سکے لیکن اس کا فائدہ تم راہِ خدا میں خرچ کردو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو راہِ خدا میں صدقہ کردیا کہ اس کی آمدنی سے مجاہدوں، قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ناداروں، غلاموں، مہمانوں، مسکینوں، مسافروں اور قرابت داروں کی امداد واعانت کی جائے اور جو شخص اس وقف کا متولی اور نگراں ہو وہ اگر ضرورت مند ہو تو اس میں سے جائز طریقہ سے خود بھی کھائے اور اپنے کسی نادار دوست کو بھی کھلاتا رہے۔

فتح القدیر کی اس عبارت میں حضرت عمر ابن خطاب کے واقعہ کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی زمین وقف کردی تھی اور اس کا نام ثمغ تھا اس واقعہ کی تفصیلات یہ ہیں۔

> ''صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح خیبر کے بعد اس علاقہ میں مال غنیمت کے طور پر زمین کا ایک ٹکڑا ملا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حصہ میں جو زمین آئی ہے وہ اتنی عمدہ ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسی عمدہ زمین میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کو وقف کر کے اس کی آمدنی کو صدقہ کردو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ زمین وقف کردی اس شرط پر کہ نہ تو یہ فروخت ہوگی۔ نہ آگے ہبہ ہوگی نہ کوئی اس کا وارث ہوگا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ بخاری اور مسلم میں بھی مذکور ہے اور دیگر صحاح ستہ کی کتابوں میں اس واقع کا ذکر ملتا ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

((اصاب عمرارضا بخبیر فاتی النبی ﷺ فقال اصبت ارضالم اصب مالاً قط انفس منه فکیف تامرنی به قال ان شئت حبست اصلها و تصدقت بها فتصدق بها عمر رضی اللہ عنہ لا یباع اصلها ولا یورث ولا یوهب، و تنفق فی الفقراء و القربی والرقاب و فی سبیل الله و ضیف، و فی بعض طرق البخاری فقال علیه الصلوٰة والسلام تصدق باصله لا یباع ولا یوهب ولا یورث و لکن تنفق ثمرته)) [بخاری باب الوقف کیف یکتب]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں ایک زمین مال غنیمت میں پائی تھی وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کا کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین کو وقف کردو اور اس کا نفع صدقہ کردیا کرو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو قف کردیا، کہ نہ تو اصل زمین فروخت ہوگی نہ ورثہ میں کسی کو ملے گی۔ نہ اسے ہبہ کیا جائے گا۔ البتہ اس کی آمدنی فقراء قرابت داروں ، غلاموں، مجاہدوں راہِ خدا میں اور مہمانوں کو دی جائے گی۔''

بخاری کی بعض دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اصل زمین کو وقف کردے کہ نہ اسے فروخت کیا جاسکے نہ یہ ہبہ میں دی جائے نہ کوئی اس کا وارث بنے البتہ اس کا پھل راہِ خدا میں دے دیا کرو۔

برہان الدین طرابلسی نے ''الاسعاف فی احکام الاوقاف'' میں اسی واقعہ کو ساتھ پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

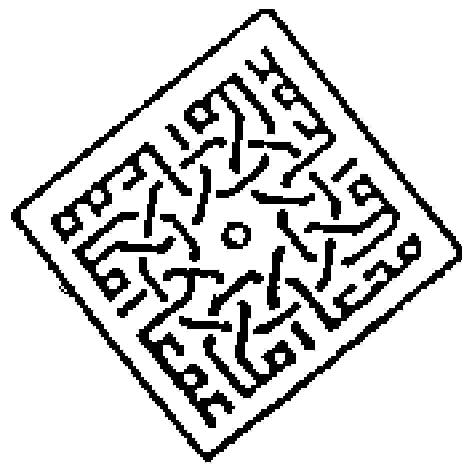
((لا تباع ولا توهب ولا تورث تصدق بها على الفقراء والمساكين و ابن السبيل و فى الرقاب والغزاة فى سبيل الله و الضيف لا جناح على من يا كل منها بالمعروف و ان يطعم صديقا، غير متمول منه واو صیٰ به الى حفصةؓ ام المومنين ثم الى الاكابر من آل عمرؓ ص ۷))

''یہ زمین نہ تو فروخت ہوگی، نہ ہبہ ہوگی نہ کوئی اس کا وارث ہوگا اس کی آمدنی فقراء و مساکین پر غلاموں پر مجاہدین راہ خدا پر اور مہمانوں پر خرچ کی جائے گی، اور اس کے متولی پر کوئی قدغن نہیں کہ وہ اس میں سے جائز طریقہ پر خود کھائے یا اپنے کسی نادار دوست کو کچھ دے دے پھر اس جائیداد کا متولی حضرت ام المومنین حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا کے خاندان کے بزرگ افراد کے سپرد ہوگی۔''

آگے چل کر طرابلسی نے لکھا ہے کہ اس وقف زمین پر کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت ثبت ہوئی، ان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

((فلم اعلم احد اكان له مال من المهاجرين والا نصار الاحبس مالا من ماله صدقة مؤبدة لا تشترى ابدا ولا توهب ولا تورث ص۷))

''ایسا کوئی شخص میرے علم میں نہیں ہے کہ وہ مہاجر ہو یا انصار میں سے کہ اس کے پاس مال ہو اور اس نے اس مال سے کچھ نہ کچھ وقف نہ کیا ہو دائمی وقف کے طور پر اس جائیداد کو خریدا جاسکتا تھا نہ اسے کسی کو ہبہ کے طور پر بخشا جاسکتا تھا اور نہ کسی کو اس کا وارث بنایا جاسکتا ہے۔''





بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کیلئے وظائف

اسلامی فلاحی ریاست میں بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور محتاجوں کے لیے بیت المال سے باقاعدہ وظائف مقرر کیے جاتے تھے جیسا کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اس مد کے اخراجات کا ثبوت ملتا ہے حتیٰ کہ یہ رعایت ذمیوں کے لیے بھی تھی۔ حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق اس کی ابتداء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب ''حیرہ'' فتح کیا تو معاہدے کی شرط میں یہ درج تھا کہ

اگر کوئی شخص معذور ہوجائے اور کام کرنے کے قابل نہ رہے، یا وہ ضعیف العمر ہو، یا کوئی ناگہانی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا ہوجائے یا وہ امیر تھا کہ بوجوہ مفلوک الحال ہوگیا اور اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کردیا جائے گا اور اس کی وہ اولاد جو مسلمانوں کی مملکت میں ہو وہ بھی اس رعایت کی مستحق ہوگی۔ لیکن اگر کوئی کسی غیر ملک میں چلائے تو اسلامی مملکت اس کے اخراجات وغیرہ کی ذمہ دار نہ ہوگی۔ بچوں اور ناداروں کے لیے وظائف کا سلسلہ خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی نہایت اہتمام کے ساتھ جاری تھا۔ بچوں کی پیدائش کے ساتھ ہی بیت المال سے وظیفہ کے تقرر کے ساتھ ساتھ ضعیف العمر غیر مسلم کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کی گداگری کا سبب دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پر جزیہ کی جو رقم

عائد کی گئی ہے اسے ادا کرنے کی اس میں سکت نہیں ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے اپنے ساتھ گھر لائے اور کچھ نقد دے کر بیت المال کے داروغہ سے کہلا بھیجا کہ ایسے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔ واللہ! یہ انصاف کی بات نہیں کہ ان لوگوں کی جوانی سے تو ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں ان کا پرسانِ حال کوئی نہ ہو اور وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں۔ ذمیوں اور غیر مسلموں کی عزت و آبرو کا اسی طرح تحفظ کیا جائے گا جس طرح مسلمانوں کا کیا جاتا ہے۔ نیز ان لوگوں کی بابت تحقیر آمیز الفاظ استعمال کرنے کی سختی کے ساتھ ممانعت کر دی گئی ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست میں جب غیر مسلموں اور اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ اہتمام ہے وہاں کی مسلم رعایا اور اپنی ملت کے افراد کے ساتھ حسن معاملات و معاشرت کس قدر شاندار اور اعلیٰ ہوگا۔

فلاحی ریاست بنانے کا محرک

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور کائنات انسانی کو عطا کردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام خدمت خلق کے مطابق اپنے دور خلافت راشدہ میں بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کی فلاح و بہبود کے لیے جو اقدامات کئے اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل تحریر سے بھی لگایئے۔ جو روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۷ اگست ۲۰۰۰ء نے شریک اشاعت کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ لاہور ہائی کورٹ کے جج جناب افتخار احمد چیمہ ۷۳-۱۹۷۲ء میں جن دنوں کیمبرج یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ایک روز یونیورسٹی کے ۸۲ سالہ استاد مسٹر ٹیلر سے ملاقات کے لئے اپنے طالب علم ساتھیوں کے ساتھ گئے۔ دوران گفتگو مسٹر ٹیلر نے کہا!

''میرے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ برطانیہ کو فلاحی ریاست بنانے کا

خواب کس نے متشکل کیا؟'' انہیں معلوم تھا یہ لیبر پارٹی کے مسٹر اٹیلی تھے۔ جنہوں نے ۱۹۴۶ء میں سیاست کی بساط پر ایک ناقابل یقین واقعہ رقم کیا تھا۔ شاید انتخابی تاریخ میں پہلی بار ایک فاتح حکمران ونسٹن چرچل کی قدامت پسند جماعت کو شکست سے دور چار ہونا پڑا اور یہ اس لئے ممکن ہوا کہ مسٹر اٹیلی نے فلاحی ریاست کا ایک خیرہ کن تصور پیش کیا۔ ہر بے روزگار کو وظیفہ، ہر بیمار کو دوا، ہر بچے کو تعلیم۔ فلاحی ریاست کا خواب سیاست دان اٹیلی نہیں بلکہ تاریخ کے طالب علم ٹیلر کے زرخیز دماغ کی پیداوار تھا۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابی معرکے میں مسٹر ٹیلر جناب اٹیلی کے مشیر تھے۔

لیکن خود ٹیلر نے جن کی عمر اس وقت ۵۶ برس تھی، یہ خیران کن تصور کہاں سے اخذ کیا تھا؟ کسی معاصر مغربی مفکر سے؟ کسی دوسرے دانشور سے؟ کسی کتاب سے؟

''میں تاریخ عالم کا طالب علم ہوں'' آسانی اور آہستگی سے انہوں نے برطانوی یونیورسٹی کے ایشیائی طلبہ سے کہا: ''میں نے انسانی تاریخ پڑھی ہے، پڑھائی بھی ہے اور لکھی بھی.......... میں نے یہ تصور عمر رضی اللہ عنہ سے لیا تھا۔'' عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے۔

جہاں تک سامع کا تعلق ہے اس نے کہانی سنی تو حواس باختہ سا ہوگیا...... کتنے ہی خیالات تھے جو اس کے ذہن پر ٹوٹ پڑے۔

وہ کون بے خبر ہیں؟ جو یہ سمجھتے ہیں کہ امت مسلمہ اور بنی نوع انسان کے لئے اصحاب رسول ﷺ کا فیض ختم ہوا۔

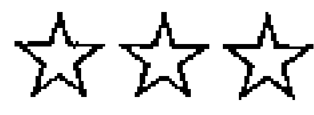
وہ کون بدقسمت ہیں۔ جو نہیں جانتے کہ ختم المرسلین ﷺ کا اقتدار دائمی ہے اور ابد تک رہے گا۔

بہرنوع برطانیہ کے مسٹر اٹیلے ہوں یا کوئی اور دنیا میں جہاں کہیں بھی انسانی فلاح و بہبود اور خدمت خلق کے سلسلے میں جو بھی کام کئے جارہے ہیں اور

کوششیں ہو رہی ہیں وہ سب حضور محسن انسانیت ﷺ کے پرنور اسوہ حسنہ سے اکتساب فیض اور آپ ہی کی خوشہ چینی ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی روشن کردہ شمع کی ضیاء پاشیاں ہیں۔

دنیا کے لوگ جب تک اس مینار نور سے اپنے ظلمت کدہ فکر ونظر کو منور نہیں کریں گے ہمیشہ تاریک راستوں میں بھٹکتے رہیں گے۔

جہاں قدم نہیں گئے وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا



انسان، انسانوں کے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا سامان فراہم کیا کرتا تھا۔
اپنے مالی اسباب و ذرائع خدمت خلق کے لئے وقف ہوتے تھے
صدقاتِ جاریہ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ آج وہ انسان متاعِ گم گشتہ ہے،
اس کی دستیابی چراغِ رخ زیبا سے بھی ممکن نظر نہیں آتی۔

آیئے ان پاکباز انسانوں اور نیک فطرت شخصیات کے حالات و واقعات کا مطالعہ کریں۔ شاید وہ گم شدہ متاعِ عزیز ہمیں بھی دستیاب ہو جائے۔

اور ان بے لوث اور بے غرض اللہ کے بندوں نے خدمت خلق کے جو چراغ جلائے ان کی روشنی میں ہم بھی کوئی گوشۂ سکون وطمانیت تلاش کر سکیں۔





امیر المؤمنین ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کی خدمات فلاح معاشرہ

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول سیدنا محمد ﷺ کی دعوت اسلام برداشت نہ کرتے ہوئے کفار مکہ نے آپ پر اس قدر ظلم وستم کے پہاڑ گرائے اور اپنے ہی شہر میں رہائش مشکل بنادی اور عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا کہ آپ نے مجبوراً مکہ معظّمہ سے ہجرت کر لینے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ اپنے جاں نثار اور وفادار ساتھی جناب ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت میں شہر مکہ کے قریب ہی پہاڑ کی چوٹی پر واقع ''غار ثور'' میں تین دن ٹھہرنے کے بعد یثرب جانب روانگی اختیار کر لی تھی، اس کے لئے آپ نے جو راستہ اختیار کیا حکومت سعودیہ نے انہی مقدس نقوش قدم پر'' شارع ہجرہ'' تعمیر کر دی ہے، آپ نے دشوار گذار پہاڑی اور ریتلا علاقہ طے کر کے جب ''یثرب'' میں قدم رکھا تو واقعی یہ علاقہ (یثرب) ہلاکت اور تلخیوں کی آماجگاہ تھا، وہاں کا پانی سخت کڑوا اور ناقابل استعمال تھا، صرف یہودی کی ملکیت ایک کنوں ''بئر رومہ'' میٹھے پانی کا موجود تھا، سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اس شہر کا نام تبدیل کر کے مدینہ رکھ دیا جو مدینہ منورہ'' کے بابرکت نام سے مشہور ہے، وہاں پر مسلمان اس یہودی سے پانی مہنگے داموں خرید تے تھے، مسلمانوں نے اپنے آقا سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو یہ کنواں (بئر رومہ) خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے اسے اللہ تعالیٰ جنت میں چشمہ عطا کرے گا''، آقا ﷺ کا یہ اعلان سن کر جناب عثمان غنیؓ نے آمادگی ظاہر کر کے کنویں کے مالک یہودی سے کنواں خرید نے کی پیشکش کی، یہودی

اپنے منافع کا کاروبار فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو جناب عثمان غنیؓ نے آدھا کنواں خریدنے کی پیشکش کی کہ ایک دن پانی ہم لیں گے اور دوسرے دن تمہارا ہوگا، اس پر یہودی لالچ میں آکر آدھا کنواں فروخت کرنے پر تیار ہوگیا، اس نے سوچا ہوگا کہ عثمان غنیؓ ایک مسلمان تاجر ہے یہ مسلمانوں کو مہنگے داموں پانی فروخت کریں گے اس پر مجھے مزید منافع کمانے کا موقع مل جائے گا اس نے آدھا کنواں فروخت کردیا، جناب عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کو مفت پانی حاصل کرنے کی اجازت دیدی، وہ نہ صرف اس روز کا پانی بھر لیتے بلکہ دوسرے دن کے لئے بھی وافر مقدار میں پانی لے کر ذخیرہ کر لیتے تھے اس طرح یہودی کا کاروبار ٹھپ ہوگیا تو اس نے مجبور ہوکر اپنے حصے کا آدھا کنواں بھی فروخت کرنے کی جناب عثمان غنیؓ سے گذارش کی اس پر جناب عثمان غنیؓ سے دوگنی قیمت پر کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیا تھا۔

اس دوران ایک شخص نے جناب عثمان غنیؓ سے دوگنی قیمت پر کنواں خریدنے کی پیشکش کی تو آپؓ نے فرمایا کہ مجھے اس سے کہیں زیادہ کی پیشکش ہے، اس نے کہا کہ میں دوگنا نہیں چار گناہ خریدنے کو تیار ہوں اس پر آپ نے کہا کہ مجھے تو اس سے بھی زیادہ کی آفر ہے، یہ سن کر اس آدمی نے کہا کہ وہ کون ہے جو آپ کو دس گنا منافع دینے کی پیشکش کررہا ہے اس پر جناب عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ میرا اللہ، مجھے ایک نیکی کے بدلے دس گنا اجروثواب دینے کا وعدہ کررہا ہے یہ سن کر وہ حیران بھی ہوا اور خاموش بھی۔

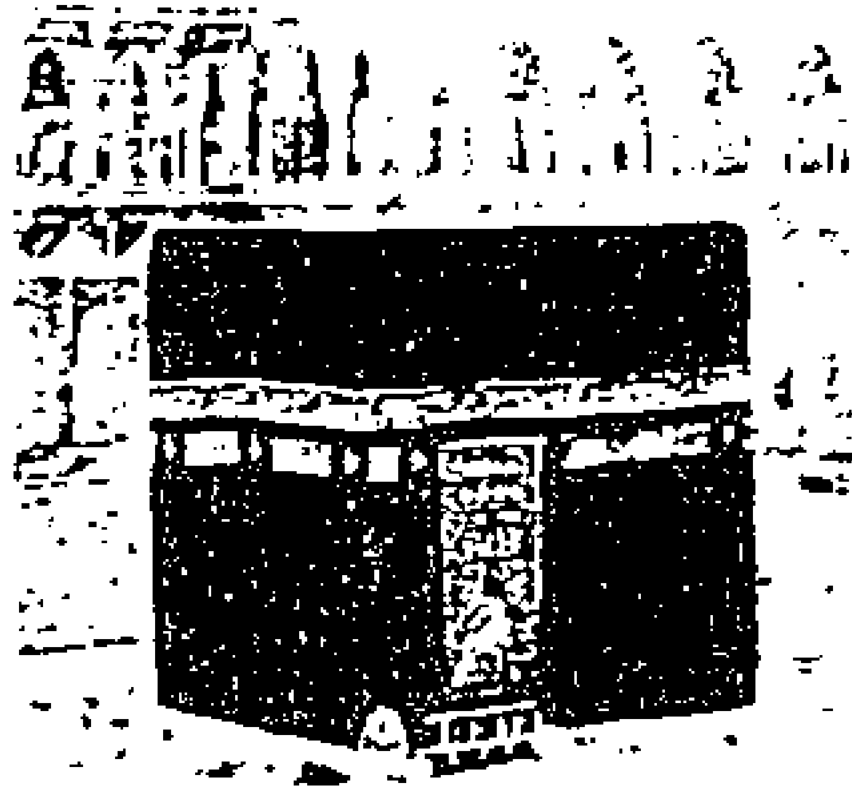
چنانچہ وقت گذرتا گیا، مسلمانوں کی مشکل آسان ہوگئی، اس بابرکت کنوئیں کے پانی سے اردگرد واقع کھجوروں کے پودے خوب سیراب ہوئے اور گھنے باغ میں تبدیل ہوگئے تاآنکہ خلافت راشدہ کے بعد مختلف ادوار حکومت میں وہ باغ کئی باغات میں تبدیل ہوگئے حتی کہ ترک کے عثمانی دور خلافت کے بعد سعودی حکومت کے عہد زریں

میں کھجوروں کے یہ درخت ہزاروں کی تعداد سے بھی متجاوز ہیں جو مدینہ منورہ کی بلدیہ کے رجسٹر میں باقاعدہ درج ہیں اور محکمہ زراعت کھجوروں کی فروختگی کی قیمت عثمان بن عفانؓ کے نام سے بنک میں جمع کراتا ہے اس بابرکت کنوئیں سے سیراب ہونے والی کھجوروں کی آمدن سے مدینہ منورہ کے مرکزی علاقے میں جگہ خرید کر وہاں فندق عثمان بن عفانؓ کے نام سے عظیم الشان بلڈنگ تعمیر کی جارہی ہے جس سے پچاس ملین ریال کی سالانہ آمدن متوقع ہے جس کا نصف حصہ غرباء و مساکین اور دیگر مستحقین میں تقسیم ہوتا رہے گا، اور باقی حسب دستور بنک میں جمع ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کو امیر المؤمنین ذی النورین عثمان غنیؓ کے وقف کردہ بئر عثمان غنیؓ اور شام سے آیا اونٹوں پر لدا سامان خوراک قحط زدہ انسانوں میں مفت تقسیم کرنے کے اعمال صالحہ اس قدر پسند آئے کہ آخرت میں کئی گنا اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی وہ مقبولیت اور پذیرائی نصیب ہوئی ہے کہ احاطۂ تحسین و توصیف میں نہیں لایا جا سکتا۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء





امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقدامات خدمت خلق

تیسرے خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے چوتھے خلیفہ راشد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مسلمانوں کی سخت کشمکش میں گزرا ہے۔ ان دنوں سرزمین مقدس چونکہ دشمنانِ اسلام کی سازشوں کے باعث مسلمانوں کے باہمی تصادم اور خانہ جنگی کی صورت حال سے دوچار تھی۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سکون وطمانیت کے ساتھ تعمیری کاموں اور خدمت خلق کے لئے وسیع اقدامات کے مواقع فراہم نہ ہو سکے تھے۔ البتہ مختصر طور پر آپ رضی اللہ عنہ نے خدمت خلق اور رعایا کی بہتری کے لئے جو اقدامات کئے ان میں غرباء اور مساکین کی مالی امداد اور ذمیوں کے ساتھ شفقت آمیز سلوک خصوصاً قابل ذکر ہے۔

ایک مرتبہ رات بھر باغ کو سینچ کر مزدوری کے عوضانے کے ثلث سے حریرہ پکوانے کا انتظام کیا ابھی کھانا تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب اٹھا کر سائل کو دے دیا، پھر بقیہ میں دوسرے ثلث سے کھانا پکایا، وہ تیار ہوا تو ایک یتیم مسکین آ حاضر ہوا۔ وہ اس کے حوالے کر دیا غرضیکہ خود بھوکے رہ گئے۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیت کریمہ

﴿ وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴾
''یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہ مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' پر عمل کر کے روشن مثال قائم فرمادی تھی۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ہمیشہ مخلوق خدا کی ضروریات کا خیال رکھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زریر نامی ایک شخص آپ کے دسترخوان پر تھا، کھانے کی اشیاء سادہ اور معمولی تھیں، اس نے کہا! امیر المومنین کیا آپ کو پرندے کا گوشت پسند نہیں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن زریر! خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں سے صرف دو پیالوں کا حق ہے ایک خود کھائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کر دے۔

[خلفائے راشدین، از شاہ معین الدین احمد ندوی]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدقات:

سیر صحابہؓ کے مصنف علامہ سید انصاری نے اپنی کتاب کی جلد دوم میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال عسرت و افلاس کے زیر عنوان لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک مخصوص فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے تمام عمر فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرۂ امتیاز تھا۔ عہد نبوت میں ان کی خانگی زندگی کا ایک منظر یہ تھا کہ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) اس قدر چکی پیستی تھیں ان کے ہاتھ زخمی ہوگئے تھے اور پینے کا پانی لانے کے لئے کندھوں پر مشکیزہ اٹھاتے ہوئے گہرے نشان پڑ گئے تھے۔

اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر اور اہل جنت عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے والد ماجد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غنیمت کے اموال میں سے کچھ مادی وسائل (خادمہ) وغیرہ کی

درخواست کی تو حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنی لخت جگر کو اپنے زخمی ہاتھ کی پوروں پر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیحات پڑھنے کی رغبت دلائی تھی۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرا یہ حال ہوتا تھا کہ بھوک اور فاقے کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوتا تھا اور آج دولت و سرمائے کی اس قدر فراوانی ہے کہ میرا صدقہ چالیس ہزار دینار ہے۔ [سیر صحابہؓ:۳۶۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ چالیس ہزار دینار کا صدقہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بوڑھوں اور بے وسیلہ افراد میں خرچ کیا جاتا ہوگا۔ اس سے اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اس کی فلاح و بہبود کے اقدامات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقدامات خدمت خلق کے سلسلے میں کوفہ میں واقعہ تعلیمی اور فلاحی اداروں کی تعمیرات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ کے باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیشرو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اقدامات خدمت خلق کو فروغ دینے اور ان میں مزید بہتری کی صورت نمایاں کرنے کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا، اور ان کی خلافت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زریں کارناموں کے نقوش درخشاں کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

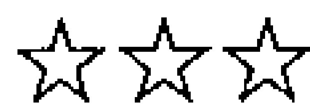


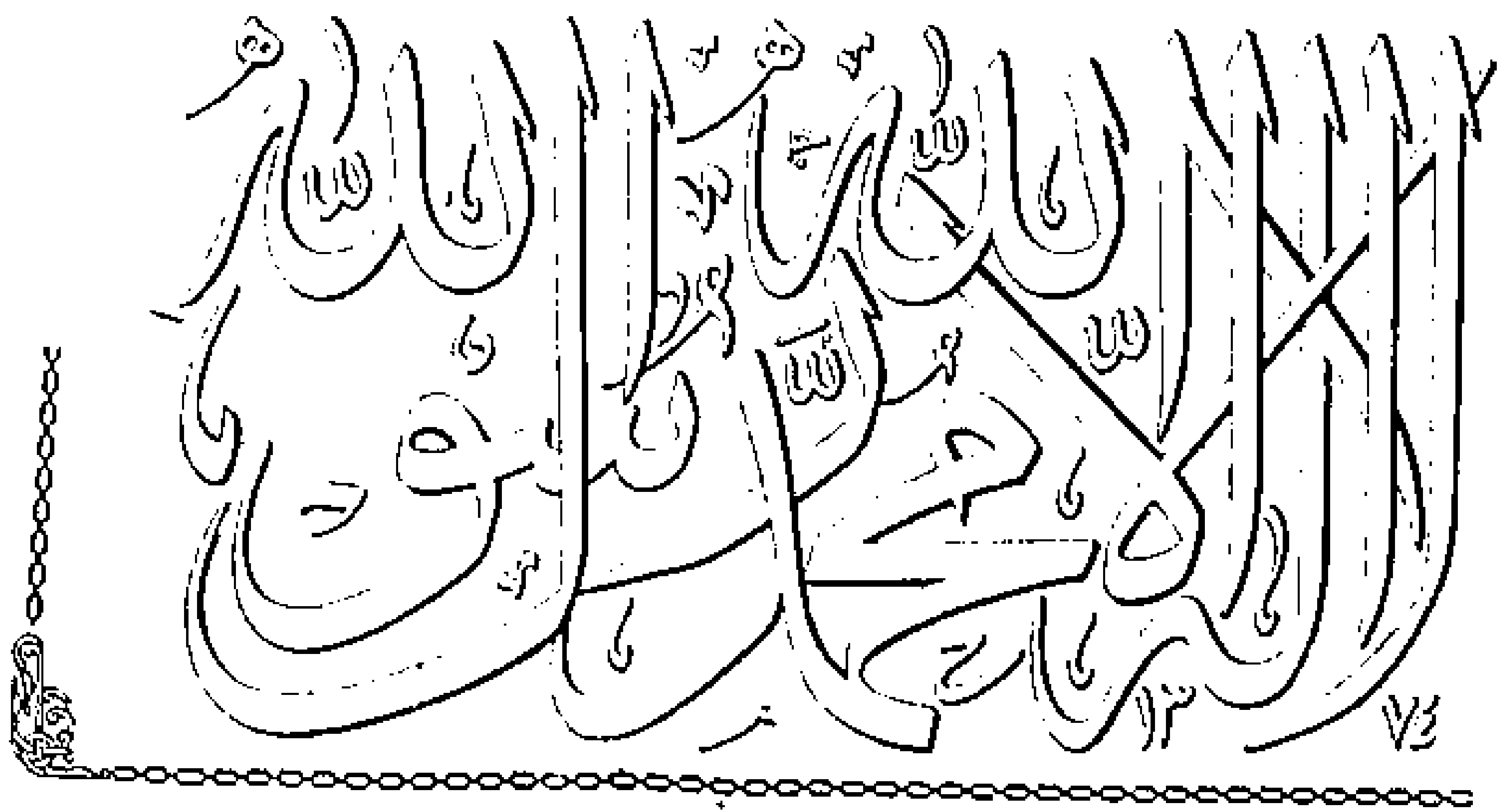
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

جذبۂ خدمت خلق کا ایمان افروز واقعہ

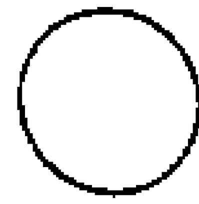
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سیر وتفریح کے ارادے سے مدینہ کے ایک دور دراز باغ میں پہنچے جو کھجوروں سے لدا ہوا تھا۔ اس میں ایک حبشی ملازم روٹیاں کھا رہا تھا۔ اور اس کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ ایک روٹی خود کھاتا، دوسری روٹی کتے کے سامنے پھینک دیتا۔ جتنا خود کھایا اتنا ہی کتے کو بھی کھلایا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تو نے روٹی کے درمیان کتے کو کیوں برابر کھلایا؟ تو اس نے جواب دیا۔ یہ کتا کہیں دور سے آیا ہے اور میں جب روٹی کھا رہا تھا تو اس کی آرزو بھی روٹیوں کو حاصل کرنے پر لگی تھی۔ انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ جتنی روٹیاں میں کھاؤں، اتنی ہی روٹی اسے بھی دوں۔ ورنہ میرے اشرف ہونے کا کوئی معنی نہیں ہوگا۔ حبشی کا یہ جواب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آیا اور پوچھا اس باغ کا مالک کون ہے؟ تو غلام نے بتایا کہ اس کے مالک ابان بن عثمان ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابان بن عثمان کے گھر دوپہر کی گرمی میں پہنچ گئے۔ ابان نے حیرت زدہ ہوکر کہا۔ اس دھوپ کی سختی میں آپ کہاں اور کیسے آئے؟ ٹھنڈے مکان میں آرام فرمانے کا مشورہ دیا۔ اور کھجور وغیرہ پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ میں فلاں باغ کو لینا چاہتا ہوں۔ تو ابان نے کہا کہ مجھے اس باغ کو بیچنا نہیں ہے،

لیکن چونکہ آپ حضور ﷺ کے نواسے ہیں آپ کی بات رد نہیں کی جائے گی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے کتنے دام ہیں؟ ابان نے جو دام بتائے اتنے دام کا پرچہ خزانچی کو لکھ دیا۔ اس کے بعد ابان رخصت ہونے لگے تو آپ نے کہا کہ اس غلام کو بھی خریدنا ہے جو اس باغ کا رکھوالا ہے۔ ابان نے کہا! آپ نواسہ رسول ﷺ ہیں۔ آپ کی بات کا ردّ کرنا میری مجال نہیں ہے۔ اس غلام کی اتنی قیمت ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس قیمت کو منظور کیا اور خزانچی کو پرچہ لکھ دیا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس باغ میں آئے جس میں حبشی غلام بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے حبشی غلام سے آ کر کہا۔ میں نے یہ باغ خرید لیا ہے اور تم کو اس باغ کا مالک بنا دیا ہے اور تم کو بھی خرید لیا ہے اور آزاد کر دیا ہے۔ جہاں چاہو آ جا سکتے ہو۔ غلام نے خوش ہو کر کہا آپ نے مجھے آزاد کیا مجھ پر کرم فرمایا۔ اب میں آزاد ہو کر حج کو جا سکتا ہوں۔ جہاد وغیرہ میں حصہ لے سکتا ہوں اور دیگر امور خیریہ کی طرف قدم بڑھا سکتا ہوں، لیکن جو باغ آپ نے مجھ پر وقف کیا ہے تو اتنا بڑا باغ اپنی ملکیت میں رکھ کر کیا کروں گا؟ اب اس لیے میں بھی اس باغ کو عام مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف کرتا ہوں تا کہ عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا پھل کھائیں۔ [اعلام النبلاء، علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ]







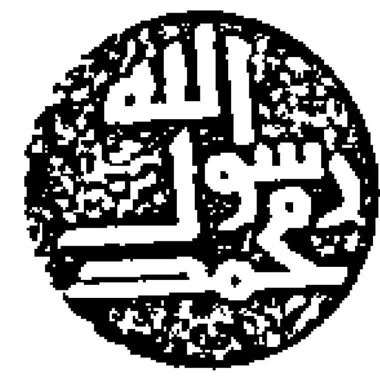


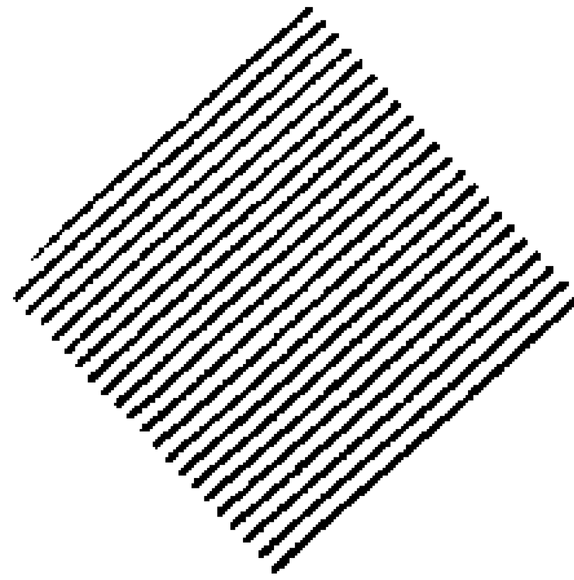


دورِ بنی اُمیّہ

میں اقدامات

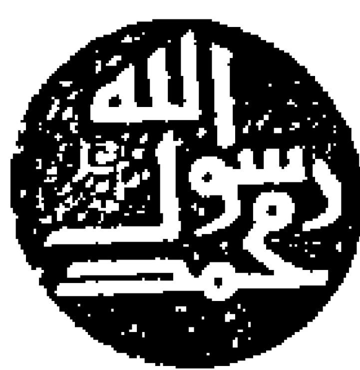
فلاحِ معاشرہ

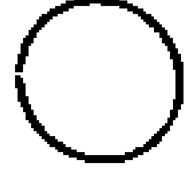


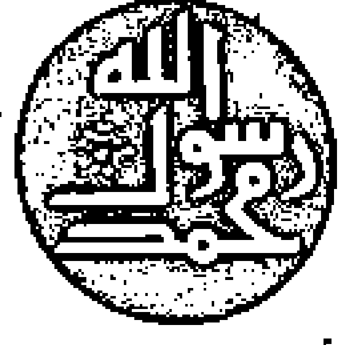










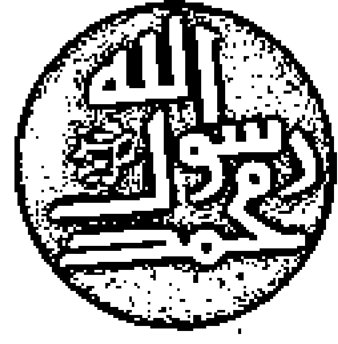


دورِ بنی اُمیّہ

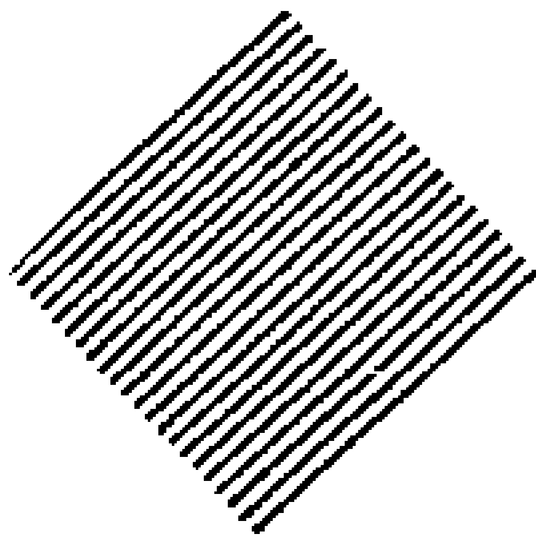
میں اقدامات

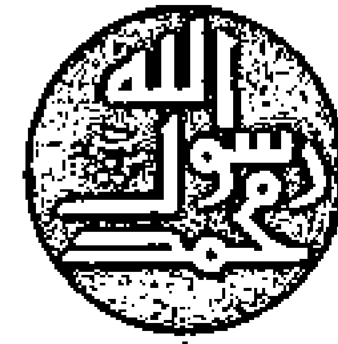


فلاحِ معاشرہ







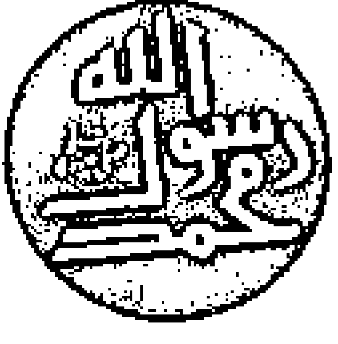


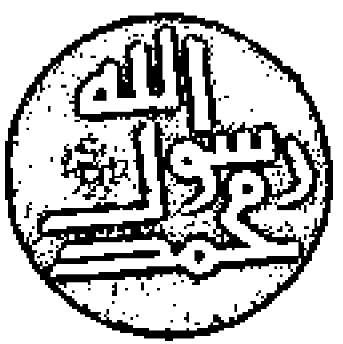


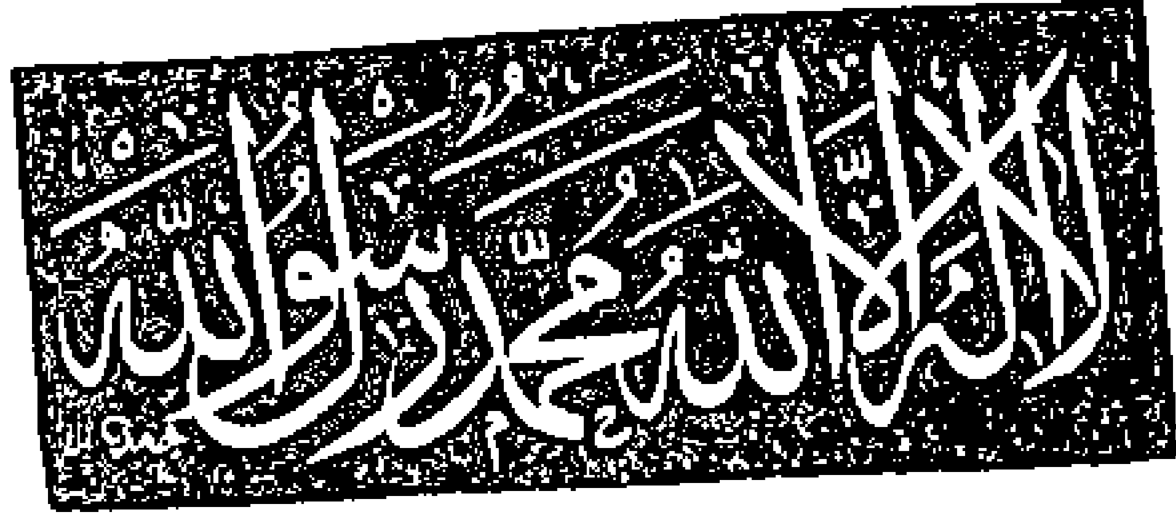












حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۶۶۱ ھ سے ۶۷۰ ھ تک

اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر چاروں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم تک کے ادوار کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح نظر آتی ہے کہ اسلام دشمن قبائل حکومتوں اور افراد نے مسلمانوں کو کسی صورت میں بھی سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور اللہ کی مخلوق کی خدمت اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے مؤثر اقدامات کا موقع فراہم نہ ہونے دیا تھا۔ جب کہ حضور محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ سراسر انسانوں کی بھلائی اور انہیں دنیا اور آخرت میں ہر طرح کامیابی اور نجات سے ہمکنار کرنا ہے۔ اس دور مبارک سے لے کر آج تک یہودی اور عیسائی خواہ حکمران ہوں یا عام باشندے اسلام دشمنی اور مسلم کشی میں ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں اور امت مسلمہ کو جانی اور مالی نقصان پہنچانے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔

چنانچہ اللہ کے آخری نبی و رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جانی نقصان پہنچانے کے سلسلے میں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو اپنا وطن شہر مکہ چھوڑ کر اس دور کے علاقہ ''یثرب'' میں رہائش پر مجبور کر دیا جسے وہ

ہلاکت اور مصیبتوں کا علاقہ قرار دیتے تھے جب کہ اللہ نے اس علاقے اور شہر کو ''مدینہ منورہ'' کے بابرکت نام سے ایسا پر رونق شہر بنا دیا کہ اس کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل رہی ہے۔ ان اسلام دشمنوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے جسم اطہر کو لہولہان کیا۔ آپ کے دندان مبارک شہید کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ کے خلاف جنگ و جدال کے اجتماعی حربے استعمال کئے گئے۔ آپ ﷺ کو زہر دے کر شہید کرنے کی سعی مذموم کی گئی۔ آپ ﷺ کے مقابلے میں جھوٹے نبی کھڑے کرنے کا حربہ بھی استعمال کیا گیا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں شہید کیا گیا، بعد ازاں تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا گیا اور امت مسلمہ کے خلاف سازشوں کا ایسا جال پھیلا دیا گیا کہ یکے بعد دیگرے ہر مسلم حکمران کو خاک و خون میں تڑپا دینے کے لا امتناہی سلسلے کا آغاز کر دیا گیا اور اندرونی بغاوت کا فتنہ ہمہ گیر ہو گیا تھا۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ چھٹے خلیفہ راشد منتخب ہوئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دمشق (شام) کے علاقے میں مقرر شدہ گورنر اور رومی سلطنت کے حملوں سے اسلامی علاقے شام کی سرحدات کو حکمت و تدبر اور فراست ایمانی سے محفوظ کرنے کی خدمات انجام دینے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ہمیں سب سے پہلے قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انتقام لینا اور خارجیت کے نام سے سر اٹھانے والے فتنے کا سدباب کرنا چاہیے تاکہ آئندہ کسی دشمن اسلام کو خلیفۃ المسلمین کے خلاف سازش کرنے اور اسے شہید کر دینے کی جرأت نہ ہو سکے۔ لیکن یہ تجویز قابل قبول نہ ہو سکی اور امت باہمی کشمکش اور خلفشار کے دلدل میں ایسی پھنسی کہ اب تک چھٹکارا نہیں مل سکا۔

بہرنوع امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ کو اپنا دار الخلافت بنا لیا حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اسلام دشمن طاقتوں اور منافقین کی سازش کے تحت جو فساد انگیز ماحول پیدا کیا جا چکا تھا اس کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے گھناؤنے حالات کا جائزہ لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوتے وقت کہا کہ میں امت مسلمہ کے درمیان مزید خونریزی برداشت نہیں کر سکتا، چنانچہ ۴۱ھ میں تمام اسلامی علاقوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زمانہ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر تمام مخالفین کے منصوبے خاک میں ملا دیئے اور اسلامی معاشرت کو ترقی سے ہمکنار ہونے کا موقع ملا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی دینی علمی، ثقافتی، معاشرتی اور اقتصادی اقدامات کئے گئے تھے جو اولیاتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و بنی امیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسلام جب سرزمین عرب وسعت اختیار کر کے پوری دنیا میں مقبول ہو گیا اور قرآں کریم کی تلاوت کے دوران اعراب (زیر، زبر، پیش) کا مسئلہ درپیش ہوا تو بنی امیہ کے دور میں ہی اعراب لگائے گئے تھے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عہد رسالتمآب ﷺ میں کاتبین وحی میں شامل تھے اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فن خطاطی و انشاء کو ترقی دی، علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ امت مسلمہ کی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے جہاد کے لئے بحری بیڑا تیار کرا کے ''امیر البحر'' کا اعزاز حاصل کیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسی خلفشار کے زمانہ میں ''نہر کظامہ'' کھدوائی تاکہ شام میں آب پاشی کا خاطر خواہ نظام استوار ہو سکے۔ [فتوح البلدان، ص ۳۶۶]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں نہر کظامہ کے علاوہ نہر رزقا اور نہر شہدا بھی تیار کروائیں۔ اسی دور میں زیاد نے ''نہر معقل'' کو مزید چوڑا کروایا۔

عبداللہ بن زیاد نے بخارا کے کوہستان میں ایک نہر کھدوائی۔ [طبری، ج ۷ ص ۱۶۹]

حکیم بن عمرو کے اہتمام میں بصرہ کے نواحی علاقے میں نہر کھدوائی

گئی۔ [طبری، ص ۱۵۶]

آج ہمارے ہاں پہاڑی علاقوں میں بڑے بڑے ڈیم بن رہے ہیں۔ اس باب میں بھی اوّلیت کا سہرا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ جنہوں نے پہاڑوں کی گھاٹیوں کے اردگرد بند بندھوا کر تالاب بنوائے جن میں برسات کا پانی جمع کیا جاتا تھا اور اس سے لوگوں کو پینے کا پانی اور کھیتوں کی آب پاشی کے لیے پانی فراہم کیا جاتا تھا اور سارا سال اس سے استفادہ ممکن تھا۔ [وفاء الوفا، ج ۲ ص ۳۲۱ بحوالہ تاریخ اسلام از معین الدین ندوی]

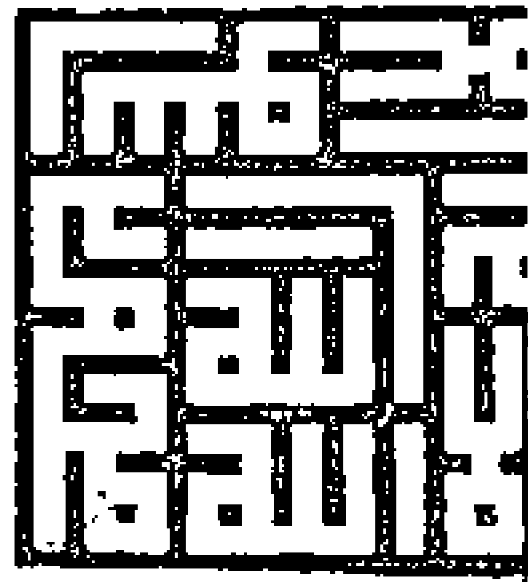
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں عقبہ بن نافع فہری نے قیروان کے شہر میں بہت بڑی جامع مسجد بنوائی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے غلاف کعبہ کے لیے دیبا کی اعلیٰ قسم کا کپڑا تیار کروایا۔ [یعقوبی، ج ۲ ص ۲۸۴]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے بصرہ کی جامع مسجد کی از سرنو تعمیر زیاد بن امیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ اسی طرح قبرص میں بھی کئی ایک مسجدیں تعمیر ہوئیں۔

عبدالرحمان بن سمرہ کابل کے معماروں سے بصرہ میں نئی طرز کی مسجد تعمیر کروائی۔

مصر کی مسجدوں کے مینار نہیں ہوتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے مینار نصب کروائے گئے۔ غرضیکہ خلافت راشدہ کے دور سے لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد سلطنت تک اوقاف کا نظام بڑی خوش اسلوبی سے چلتا رہا بعد ازاں خاندان بنو امیہ اور خاندان بنو عباس کے ادوار سلطنت میں اس میں اس نظام میں مزید توسیع ہوئی اور بہت سے امور خیر سرانجام پائے تھے۔





حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

کا دورِ خلافت

کچھ عرصہ کے لیے حجاز وعراق کی حکومت پر حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ متمکن رہے۔ حضرت عبداللہ ابن الزبیرؓ نے اپنے عہد خلافت میں خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر کرائی اور خانہ کعبہ کے اردگرد کے بہت سے مکانات خرید کر اس کے حُدود اور رقبہ میں توسیع کی۔ [اصابہ ابن حجر عقلانی ۲۴۳]

مروان کے زمانے میں مسلم بن خالد نے بصرہ، کوفہ اور دمشق میں مسافر خانے اور سرائیں تعمیر کروائیں تا کہ واردین وصادرین کو قیام وطعام کی سہولت حاصل ہو سراؤں میں مسافروں کے لیے تین دن تک خورد ونوش کا مفت انتظام کیا جاتا تھا۔

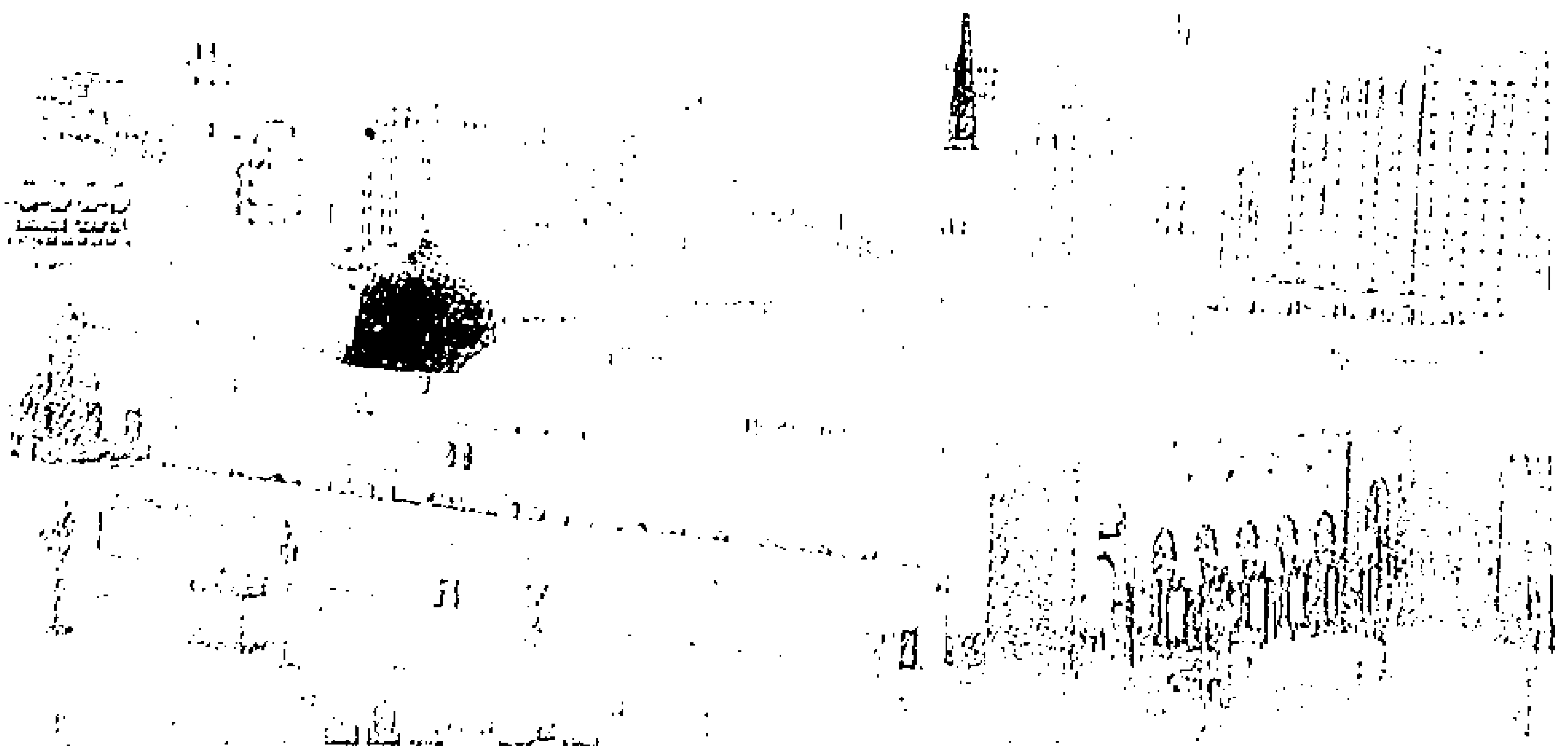
۸۰ھ میں ''سیل جرف'' کے نام سے مکہ میں جو زبردست سیلاب آیا، اور خانہ کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا اور شہر کے رفاہی ادارے شکست وریخت کا شکار ہوئے تو عبدالمالک بن مروان کے حکم سے مکہ کی ازسرنو تعمیر ہوئی خانہ کعبہ کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا اور حرم کعبہ میں مزید توسیع کی گئی تھی۔

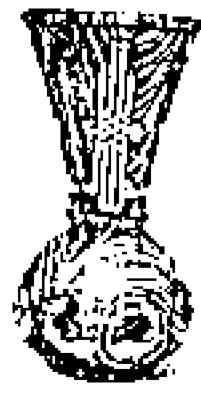
عبدالملک بن مروان کے سخت گیر گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو اپنی سخت گیری کی لرزہ خیز کارروائیوں کے ساتھ ساتھ رفاہ عامہ کے امور سے بڑی دلچسپی تھی اس نے اپنی عراق کی گورنری کے ایام میں جابجا مسجدیں سرائیں اور جانوروں کے پانی پینے کے لیے چھوٹے چھوٹے حوض بنوائے تھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی جب بصرہ میں آیا تو وہاں اس نے ایک زبردست خطبہ دیا وہ نہایت شعلہ نوا خطیب تھا اس خطبے میں اس نے بڑی کام کی باتیں کیں اور عوام کی توجہ صدقہ وخیرات کی طرف مبذول کرائی چنانچہ اس کی اپیل پر بے شمار لوگوں نے اپنی جائدادیں اور سازوسامان راہ خدا میں وقف کر دیا تھا۔



٧





مدینہ منورہ کی نہر زرقاء

نہر زرقاء بنی امیہ کے زمانہ کی جاری کی ہوئی نہر ہے جو کہ قباء کی پہاڑیوں میں سے کھود کر نکالی گئی تھی۔ چونکہ مروان بن حکم کی آنکھیں ازرق یعنی نیلگوں تھیں اس لیے اس نہر کو زرقاء کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان بن حکم کی ماں یا دادی کا نام یا لقب زرقاء تھا اس لیے اس نہر کا نام زرقاء ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا پانی نہایت صاف وشفاف تھا اور دور سے ازرق یعنی نیلگوں معلوم ہوتا تھا اس لیے اس کو زرقاء کہا گیا۔ اب بھی اس کا وہ سوت جو کہ قدیمی ہے اور پہاڑ کی طرف سے مجمع الماء میں گرتا ہے نہایت صاف اور شفاف ہے۔ اوپر سے نیلگوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ نہر بہت قدیمی ہے اور تمام شہر مدینہ منورہ میں اسی کا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہر کاریز کی طرح زمین دوز ہے۔ سطح زمین کی اونچائی کی وجہ سے نیچے نیچے لائی گئی ہے اور شہر میں مختلف مقامات پر اس کے مخزن بنا دیئے گئے۔ جن میں پتھر کی وسیع پیمانہ پر سیڑھیاں لگا دی گئی ہیں۔ لوگ نیچے اتر کر نہر سے پانی بھرتے ہیں۔ لوہے کی ٹونٹیوں سے ہروقت پانی گرتا رہتا ہے۔ اس سے مشکیں اور برتن بھرے جاتے ہیں یہ ٹونٹیاں دن رات جاری رہتی ہیں۔ بعض جگہوں پر اس نہر میں کنواں بنا دیا گیا ہے۔ اس میں ڈول رسی سے کام لیا جاتا ہے۔ چونکہ قدیمی نہر کا پانی شہر کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے قبا کے چند کنوؤں کا بھی پانی جس میں سے

بیرِ اریس بھی ہے جس کو ''بیرِ ختم'' بھی کہتے ہیں (کیونکہ اسی کنویں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یا اُن کے غلام سے گر کر مفقود ہو گئی تھی)۔ ملا دیا گیا ہے۔ قباء کے باہر ایک مجمع الماء ہے جو کہ بشکل وسیع کنویں کے بنا ہوا ہے۔ وہاں دونوں سوتے آ کر مل جاتے ہیں۔ کنوؤں والا سوت اگرچہ شیریں ہے اور اسی طرح قربان اور عوالی کا بھی حال ہے۔ اس کے علاوہ چند اور بھی زمین دوز نہریں قبا اور اونچی سطحوں سے نکالی گئی ہیں۔ مگر وہ شہر کے باہر سے گزرتی ہیں۔ ان کا پانی اس قدر شیریں نہیں ہے۔ یہ نہریں باغ...... کے وسط سے نکالی گئی ہیں۔ مدینہ منورہ کے شمال و مغرب کی زمین بہت پست ہے وہاں پہنچ کر یہ نہر سطح باغات پر آ جاتی ہیں اور باغوں میں کھیتی اور درختوں کی آبپاشی انہی نہروں سے ہوتی ہے۔ جبل احد کے غربی اور شمالی جوانب میں ایسے بہت سے باغات ہیں۔ ان کو عیون کہتے ہیں۔ انہیں میں یہ نہریں گزرتی ہیں اور ان کا پانی وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کی جدوجہد کی وجہ سے بہت سی نہریں نکالی گئی تھیں اور مدینہ منورہ میں اس قدر زراعت بڑھ گئی تھی کہ غلہ مدینہ منورہ کے مصارف سے بچ کر ملک شام وغیرہ کو تجارت کے لئے ہزاروں من کی مقدار میں جاتا تھا۔ مگر درمیانی زمانے کے انقلابات نے ان نہروں کو بند کر دیا تھا۔

سلطان عبدالمجید خان مرحوم نے اس طرف توجہ کی اور تعمیر حرم نبوی علیہ السلام کے بعد کچھ نہریں جن کا سراغ مل سکا صاف کرائیں (واضح ہو کہ موجودہ عمارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطان موصوف ہی کی تعمیر کنندہ ہے۔ جس میں بہت زیادہ مصارف کی نوبت آئی ہے) ان باغوں اور نہروں سے غلہ اور کھجوریں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔

نوٹ: مدینہ منورہ کی جنوبی اور مشرقی جانب اونچی ہے اس کی سطح پر متعدد بستیاں کچھ فاصلہ پر آباد ہیں۔ درمیان میں کھجوروں، انار، انگور، انجیر، آڑو وغیرہ

کے باغات تھے۔ انہیں بستیوں کو عوالی کہتے ہیں، انہیں میں سے قربان اور قبا بھی ہیں۔ زمانہ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور زمانہ خلافت میں یہاں آبادیاں بہت تھیں۔ اب ان میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔

نہر زرقاء کے لئے اگرچہ حکومت نے انجن لگوا کر کرنلوں کے ذریعہ پانی شہر میں تقسیم کر دیا تھا جس کی وجہ سے اہل شہر کو بہت آسانی ہوگئی تھی مگر وہ مخازن سابقہ قائم ہیں۔ [نقشِ حیات حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ]

ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں افریقہ کے تاریک براعظم میں جتنی مساجد و مدارس و مکاتب قائم ہوئے ان کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی صرف ایک شہر قیروان میں دوسو سے زیادہ مسجدیں اور ساٹھ کے لگ بھگ دینی مدرسے تھے۔

سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں اوقاف کے شعبہ نے مزید ترقی کی اور انہی خصوصیات کی بنا پر اس کا نام ''سلیمان الخیر'' پڑ گیا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک نے کوہ کے دامن میں آبِ شیریں کا ایک چشمہ جاری کیا اور والی مکہ خالد بن عبداللہ کو حکم دیا کہ ایک بہت بڑا سنگی تالاب بنوا کر سیسہ کے نل کے ذریعے اس کا پانی مکہ پہنچوائے، چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

[تاریخ اسلام دور بنی امیہ از معین الدین ندوی]

طبری نے سلیمان بن عبدالملک کے بعد آنے والے خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ تمام حدود بلاد اسلامیہ میں رفاہ عامہ کے جتنے کام ان کے دور میں سرانجام پائے ان سے پہلے کسی خلیفہ کے دور میں اور ان کے بعد بھی اور کسی خلیفہ کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی۔

انہوں نے مساجد، مدارس، مکاتیب کا پورے ملک میں جال بچھوا دیا اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے ایسے اقدامات کیے جن سے پورے ملک میں خوشحالی کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے دور و نزدیک ہر جگہ مسافر خانے سرائیں چشمے

اور کنوئیں جاری کروائے اہل ذمہ کے لیے ان کی فلاح و بہبود کے ایسے ادارے قائم کئے جن سے وہ اپنی اقتصادی مشکلات کا ازالہ کر سکیں۔

رفاہ عامہ کے امور سے ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ ان کی فیاضی اور عوام کے ساتھ ان کے حسن سلوک کے باعث ذمیوں نے اسلام قبول کرنے میں بڑی پیش قدمی کی تا اینکہ ان کے گورنروں نے ان کو لکھا کی ذمیوں کے قبول اسلام کی اگر یہی کیفیت رہی تو ایک دن خراج کے پیسہ سے مملکت کا خزانہ بالکل خالی ہو جائے گا۔

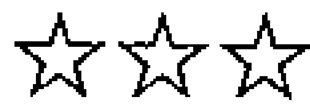
اس پر خلافت راشدہ کے گھرانہ کے اس معزز فرد نے گورنروں کو لکھا کہ اگر ایسا ہو جائے یہ تو عین ہماری منشا اور مقصود ہے اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبلغ بنا کر بھیجا تھا ٹیکس وصول کرنے والا اور محصل بنا کر نہیں بھیجا۔ [طبری: ج ۳ ص ۱۴۱]

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت کے بعد ہشام بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا، شروع کے دور میں تو اسے ان امور خیر سے چنداں دلچسپی نہ تھی، لیکن آہستہ آہستہ اس پر اپنے پیشرو کا رنگ غالب آتا گیا تا آنکہ تبلیغ و اشاعت دین کے کام سے اسے گہری دلچسپی پیدا ہوگئی۔ دمشق کی جامع بنی اُمیہ کی تزئین وتوسیع اسی کے عہد حکومت میں ہوئی، حضرت یحیٰی علیہ السلام کے مقبرہ مبارک کے اردگرد اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں اور ان عمارتوں کو طالبان حق کے لیے وقف کر دیا، مشہور شاعر و ادیب اور سیاح سعدی شیرازی کو بھی اس مقام پر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اور وہاں ان کی ملاقات بہت سے درویشوں سے ہوئی۔ ہشام بن عبدالملک کے بعد یزید بن عبدالملک کے دور حکومت میں طرابلس کا وہ عظیم مدرسہ قائم ہوا جس کی آب و تاب صلیبی جنگوں کے آغاز تک برقرار رہی اور جہاں ہر دور میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز رہی، طرابلس، شام کی اس لائبریری کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا

جاسکتا ہے کہ اس کے صرف ایک شعبہ میں جو کتابت سے متعلق تھا ملازموں کی تعداد ایک سو اسی افراد پر مشتمل تھی۔ [رسائل ومسائل شبلی مسلمانوں کے علمی کارنامے ص ۲۹۰]

طرابلس کی اس لائبریری کا آنکھوں دیکھا حال مشہور مورخ ابن حوقل نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المسالک والممالک'' میں کیا ہے وہ لکھتا ہے:

''میں نے شام کے مشہور شہر طرابلس میں قیام کے دوران بہت بڑا کتب خانہ دیکھا ہے جس میں فقہ، حدیث اور تفسیر کی ہزاروں کتب موجود ہیں، ان سے استفادے کے لیے ہر جانب سے اہل علم کشاں کشاں آتے ہیں۔ ان میں بعض کتب تو ایسی ہیں جو قبل ازیں میر نظر سے نہیں گزریں۔ ان میں مغازی عُروہ بن زبیر ہے جو حضور ﷺ کی ہجرت کے دور اول میں ہی تالیف اول قرار پائی علاوہ ازیں فن لغت کی چند کتابیں بھی مطالعہ میں آئیں جن میں غریب ابی عبدالقاسم بن سلام بھی شامل ہے، یہ اسلامی عظیم کتب خانہ علوم وفنون، ریاضی طب وصحت اور فارسی وغیرہ نادر معلومات کی کتب پر مشتمل ہے۔







دور بنی عباس
اقدامات خدمت خلق

دور بنی عباس:

دور بنی اُمیہ کے زوال کے بعد خاندان بنو عباس برسر اقتدار آیا اس خاندان نے علم وفضل کے میدان میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تاریخ کے اوراق ان کے تذکروں سے بھرے پڑے ہیں۔ تنہا ہارون الرشید کے عہد خلافت کا وہ کارنامہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ اس کی بیگم زبیدہ نے مکہ کے لوگوں کو پینے کا پانی مہیا کرنے کے لیے ایک بہت بڑی نہر کھدوائی جو آج بھی نہر زبیدہ کے نام سے اپنے بنانے والے کی یاد کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اس زمانہ میں جب دو درہم میں ایک بکری اور دو دنیار میں ایک گھوڑا دستیاب تھا۔ اس نہر کی کھدائی پر زبیدہ نے ساٹھ لاکھ دینار یا دوسرے لفظوں میں چھ کروڑ روپیہ صرف کیا اس نہر سے اس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ جب زبیدہ کے سامنے اس نہر کی لاگت کا تخمینہ پیش کیا گیا تو اس نے کمال بے نیازی سے یہ کہہ کر حساب کتاب دیکھنے سے انکار کر دیا کہ......

((ترکنا الحساب لیوم الحساب))

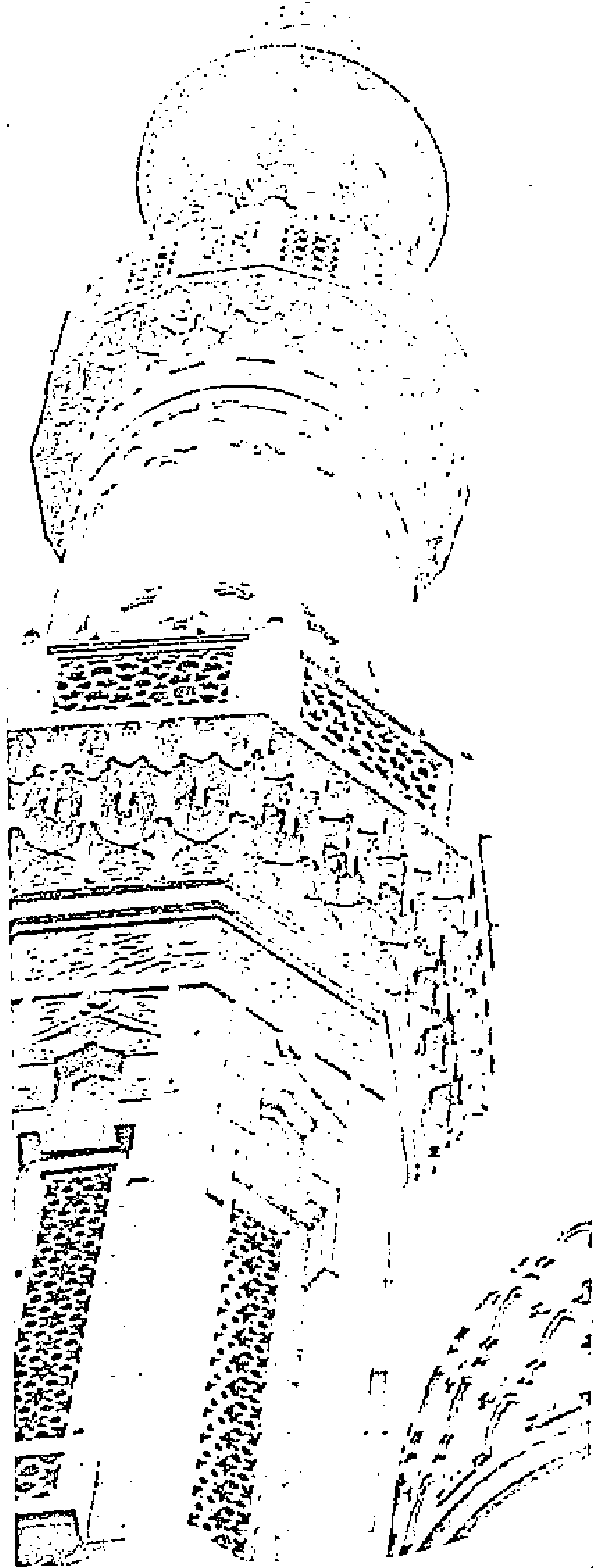
ہم نے اس نہر کا سارا حساب کتاب آخرت کے یوم حساب کے لیے



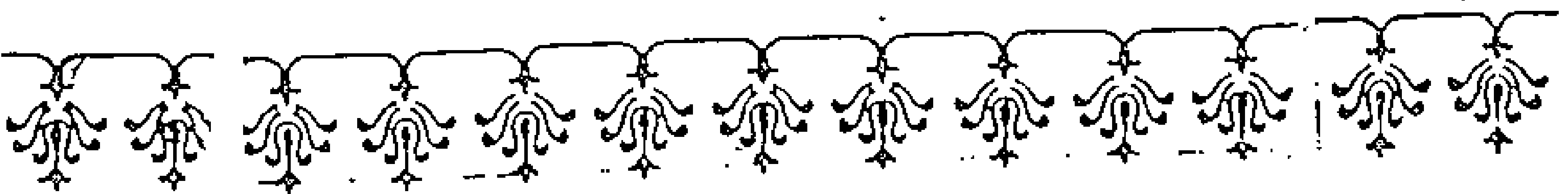
★ مئذنة مسجد المرسی
أبو العباس بالإسكندرية ★

دورِ بنی عباس کے اقدامات

خدمتِ خلق







چھوڑ دیا ہے۔ خود ہارون الرشید کی داد و دہش کا عالم تھا کہ اس نے اپنے پایۂ تخت بغداد میں ایک ہزار مدارس و مکاتب قائم کیے۔ چالیس سرائیں بنوائیں سو سے زیادہ کنوئیں کھدوائے اور دجلہ کے کنارے ایسے باغات لگوائے کہ بغداد اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے عروس البلاد کہلانے لگا۔ ہارون الرشید کے والد مہدی نے ''سامرا'' میں ایک عالیشان دار الحدیث قائم کیا جس میں طالبان حدیث کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی۔

''رے'' میں جو ہارون الرشید کا مقام پیدائش ہے ایک عالیشان مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس مدرسہ کے مدرسین میں ایک نام ہلال الرائے کا بھی ہے جو امام ابو یوسف کے مشہور شاگرد تھے اور جن کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اوقاف کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ''احکام الوقف'' تصنیف کی۔ بلال بن یحیٰی بن مسلم الرائے البصری کا سن وفات ۲۴۵ھ ہے۔

ہارون الرشید ہی کے عہد حکومت میں مسجد نبوی کے احاطہ میں مزید توسیع ہوئی۔ ہارون الرشید نے ''فسطاط'' مصر میں ایک شاندار مسجد بنوائی وہاں ایک بہت بڑی درسگاہ قائم کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس درس گاہ میں مسند تدریس کو عزت بخشی تھی۔ ہارون الرشید جب حج کی غرض سے مکہ مکرمہ گیا تو وہاں اس نے حجاج کی سہولت و آرام کے لیے تین بہت بڑی عمارتیں وقف کر دیں۔ ایک اہل یمن کے لیے خاص تھی۔ دوسری عراقیوں کے لیے اور تیسری مصر کے باشندوں کے لیے۔[دیکھئے جامع العلم لابن عبدالبر، استیعاب، اصابہ فتوح البلدان ص ۱۶۰]

ہارون الرشید کے بعد اس کا بیٹا مامون الرشید تخت خلافت پر متمکن ہوا وہ اپنے والد کا صحیح جانشین ثابت ہوا اس کے عہد میں علوم و فنون نے بڑی ترقی کی مدارس کا پوری مملکت اسلامیہ میں جال بچھوا دیا گیا۔ رصدگاہیں قائم ہوئیں شفا خانے اور ہسپتال کھولے گئے۔ جانوروں کے علاج کے لیے شفا خانے بنائے گئے مسجدوں کے نظام کو بہتر بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا۔

مساجد کی گنتی:

المامون کے عہد اقتدار میں مساجد کی باقاعدہ گنتی ہوئی امہ اور خطباء کے وظائف مقرر ہوئے اور اس طرح گویا پہلی مرتبہ اوقاف کا ایک علیحدہ نظام اور محکمہ قائم ہوا اس محکمہ کا سربراہ اس نے اپنے خسر اور وزیر سلطنت حسن بن سہل کو مقرر کیا، برہان الدین طرابلسی نے الاسعاف میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

((حسن بن سهل هو وزير المامون و صحره ابو ذوجه بوران و كان ممن امره المامون بضبط الاحباس فى بغداد و سائر البلاد السلامية و كان تحته على بن حاجب الذى تولى امرها والحسن تصدق باموالہ كلها على فقراء المدينة و ما بقى بعده الاحقبة من الدهر حتى ماتَ رحمه الله و كان من اصحابه محمد بن سماعة القاضى تلميذ محمد بن حسن الشيبانى صاحب ابى حنيفة توفى الحسن بن سهل ٢٣٤ ھ)) [الاسعاف:ص١١٤]

''حسن بن سہل مامون کا وزیر سلطنت اور اس کا خسر تھا، ماموں کی بیگم بوران کا والد، وہ پہلا شخص تھا جسے مامون نے بغداد اور دیگر اسلامی مملکت کے شہروں کے اوقاف کا نگران مقرر کیا تھا اس کے ماتحت ایک شخص علی بن حاجب تھا جو اس سارے معاملہ کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ حسن بن سہل نے آخری عمر میں اپنا سارا مال مدینہ منورہ کے نادار لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھیوں میں (جو غالباً محکمہ اوقاف سے متعلق ہوں گے) ایک نام محمد بن سماعۃ قاضی کا بھی ہے جو امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد رشید تھے۔''

مامون نے مساجد و مدارس کے لیے ایک باضابطہ قانون مرتب کیا اور

اپنے تمام عمال و حکام کو ہدایات جاری کیں کہ وہ ان مساجد و مدارس سے متعلق تمام افراد کو گراں قدر مشاہرے دیں اور انہیں تبلیغ و تدریس کے سلسلے میں معاشی الجھنوں سے مکمل طور پر سبکدوش کر دیں۔

مولانا شبلی نعمانی نے ''المامون'' میں اوقاف سے متعلق اس کی اصلاحات کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ صرف مساجد و مدارس و مکاتب اور رفاہ عامہ کے دیگر اداروں پر مامون کی حکومت ایک کروڑ دینار خرچ کرتی تھی۔ اوقاف سے متعلق مامون الرشید نے جو پالیسی وضع کی تھی اس کا ایک تابناک اور روشن پہلو یہ تھا کہ ممالک مفتوحہ کی افتادہ زمینیں جو قابل کاشت تھیں وہ سب کی سب اوقاف کی نگرانی میں دے دی گئی تھیں وقف کی زمینوں سے بے گھر اور بے زر افراد کی امداد و اعانت بھی کی جاتی تھی اور ایسے کسانوں اور کاشتکاروں کو ان زمینوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت تھی جن کے پاس زمین اور جائیداد نہیں تھی یہ گویا اس حدیث نبوی کے عین مطابق عمل تھا۔ جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحت فرمائی ہے کہ

((عادی الارض للہ و لوسولہ و لعامۃ المسلمین ثم لمن زرعھا))

''بے کار پڑی ہوئی زمین اللہ کی اس کے رسولؐ کی اور عام مسلمانوں کی ہے پھر خصوصیت سے اس کی ہے جو اسے کاشت کرے۔''

اوقاف کی یہ زمینیں بٹائی پر دی جاتی تھیں۔ اس سے ایک طرف نادار اور مفلس لوگوں کو ذریعہ معاش مل جاتا تھا۔ دوسری جانب اوقاف کو بھی اس سے مستقبل آمدنی ہوتی تھی۔ کتاب الاسوال میں ابوعبیدہ نے لکھا ہے:

((ان الاملاك و العقارات الحبسيه تنمو فی البادية بحيث يتخذ ھا الفقراء حسبة لهم و كفافاً لمعاشهم من زراعة الحقول علی وجه المضاربة بطريق لا يفضی الی الفساد))

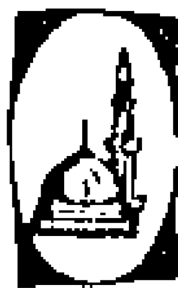
[کتاب الاموال لابی عبیدۃ: ص ۳۶۳]

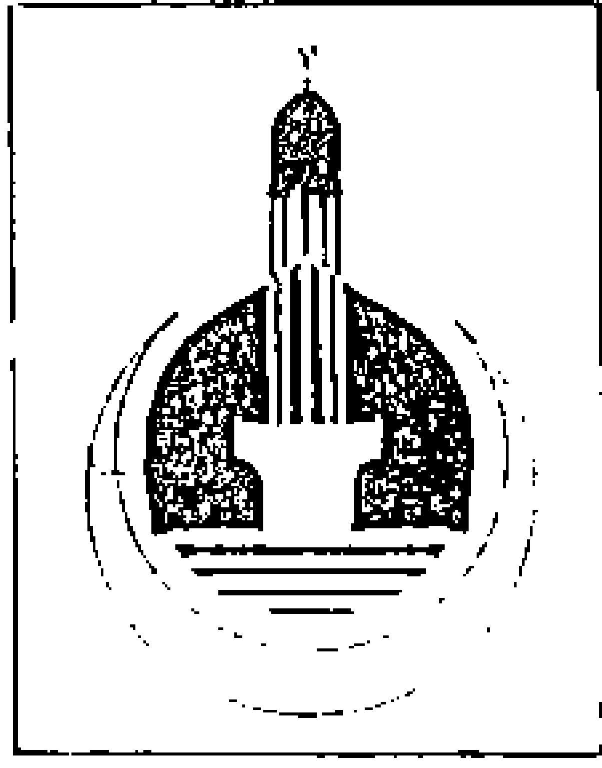
''وقف کی املاک اور وقف کی زمینیں دیہات میں بہت خوشگوار نتائج پیدا کر رہی ہیں، نادار اور مفلس لوگ ان زمینوں کو اپنے ذریعہ معاش کے طور پر حکومت سے مضاربت کے اصول پر اس طرح لے لیتے ہیں کہ حکومت میں اور نادار لوگوں میں کسی قسم کا خلفشار باقی نہیں رہتا۔''

گویا اوقاف کے اس نظام نے مملکت کو ایک فلاحی ریاست بنانے میں شروع ہی سے ایسا اہم کردار ادا کیا کہ اس کے ذریعے پورے ملک سے افلاس اور احتیاج کی جڑ کٹ سکتی ہے اور مملکت کے غریب غرباء کو وسائل رزق کی فراہمی آسان ہو جاتی ہے اور بے روزگاری کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

ان واقعات سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اوقاف کے نظام سے ملک کے کئی ایک محکمے خود کفیل ہو جاتے ہیں، محکمہ تعمیرات، محکمہ تعلیم، محکمہ سماجی بہبود اور محکمہ اطلاعات ونشریات کا سارا بوجھ اوقاف کی آمدنی سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ محکمہ دفاع کے بیشتر مصارف بھی اسی شعبہ سے پورے ہو سکتے ہیں اور محکمہ صحت کے اخراجات بھی اسی مد سے پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ ایک اسلامی مملکت کے لیے یہ شعبہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور منصوبہ بندی کے مختلف مراحل میں اس شعبہ سے خاطر خواہ فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

بشرطیکہ یہ محکمہ نہایت دیانتدار اور خدمت ملک وملت کے جذبہ سے سرشار افراد کی امارت وقیادت میں صحیح طور پر فرائض منصبی پورے کرے اور لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات کے تصورات کا بھی شائبہ نہ ہو۔





نہر زبیدہ

تشنہ لب حجاج کرام کیلئے چشمۂ حیات آفریں

اللہ کے نیک اور صالح بندوں کے اعمال صالحہ کے واقعات سے تاریخ ملت کے صفحات روشن ہیں، جہاں اور بہت سی مسلم خواتین کے نیک کاموں اور صدقات جاریہ کے تذکرے ہیں وہاں ایک پاکباز عابدہ و زاہدہ خاتون زبیدہ کے صدقۂ جاریہ نہر زبیدہ کا حوالہ روحانی تسکین کا باعث بنا رہتا ہے۔

سرزمین مقدس مکہ معظّمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''زمزم'' کو اس کرۂ ارض پر ایک ایسے معجزے کے طور پر جاری کیا ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ زمزم جنت کی نہر ہے، جس کی بابت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے ارشاد اقدس کا مفہوم یہ ہے۔ زمزم جس مقصد کی خاطر بھی پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے شفاء رکھی ہے اور غذا بھی یہ وہ خاصیت ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی میں نہیں۔ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بچپن کے دور کی ابدی یادگار ہے، وہ جب سے جاری ہوا ہے رات دن اس سے استفادہ جاری ہے مگر کبھی یہ شکایت نہیں پیدا ہوئی کہ پانی کا تسلسل ٹوٹ گیا ہے اس لئے عارضی طور پر بند کردیا گیا ہے اس چشمہ فیض سے لاکھوں حجاج کرام خوب سیر

ہوکر استفادہ کرتے ہیں، کئی کئی لیٹر پانی اپنے ساتھ اپنے اپنے ملکوں میں لے جاتے ہیں اور دنیا کا شاید ہی کوئی علاقہ ایسا ہوگا جہاں پر زمزم کا مقدس پانی نہ پہنچا ہو، زمزم تمام بیماریوں کے لئے شفاء، بھوکوں کے لئے خوراک اور جسم و روح دونوں کی بے مثال غذا ہے۔ مکہ معظمہ شہر میں حجاج کرام کے لئے پینے کا بہترین انتظام زمزم ہے اور اب تو اللہ کے فضل وکرم سے حکومت سعودیہ نے مدینہ منورہ میں بھی زمزم پینے کا وافر اور بہترین انتظام کر دیا ہے، حجاج و زائرین خوب تشنگی دور کر رہے ہیں۔ اس معجزانہ زمزم کی موجودگی کے باوجود جہاں تک میدان عرفات و منیٰ وغیرہ مقامات کا تعلق ہے وہاں بھی ان دنوں میں حکومت سعودیہ نے حسب ضرورت پانی اور خوراک فراہم کرنے کے مثالی انتظامات کئے ہیں لیکن حجاج کرام پر ایسا دور بھی گزرا ہے جب منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ مقامات پر حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام صحیح طور پر موجود نہ تھا خصوصاً دوسری صدی ہجری کے اواخر میں جب مملکت اسلامیہ کا نظام مسلم حکمران خلیفہ ہارون رشید کے ہاتھ میں تھا، اس دور میں اکثر حجاج سفری سہولتوں سے محروم تھے، سفر حج وعمرہ بڑی مشکل سے طے کیا جاتا تھا، ایک مرتبہ تو منیٰ عرفات میں گرمی کی شدت اور پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے حجاج کرام "العطش، العطش" (پیاس، پیاس) کی دہائی دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے تھے۔

اسی ناگفتنی دور میں خلیفہ ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ بنت جعفر فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ آئی، انہوں نے جب اہل مکہ اور حجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو انہیں سخت پریشانی ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو ہمیشہ یادگار کے طور پر زندہ رہے گا۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابوجعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ

تھیں۔ یہ خلیفہ ہارون الرشید کی چچا زاد بہن تھیں ان کا نام ''امۃ العزیز'' تھا ان کے دادا منصور بچپن میں ان سے خوب کھیلا کرتے تھے، ان کو ''زبیدہ'' (دودھ بلونے وال مدھانی) کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ سب اسی نام سے پکارنے لگے اور اصلی نام بھول گئے۔ یہ نہایت خوبصورت اور ذہین و فطین تھیں۔ جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون الرشید سے ان کی شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالحجہ ۱۶۵ھ میں ہوئی۔ ہارون الرشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام و خواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلام میں مفقود ہے۔

ہارون الرشید اپنی ملکہ زبیدہ سے بہت محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر پکارا: ھلمی یا ام نھر ''ام نہر! ذرا ادھر آنا'' زبیدہ نے بعد میں مشہور عالم اصمعی کو بلوا کر پوچھا امیر المومنین مجھے ''ام نہر'' کہہ کر پکارتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اصمعی نے جواب دیا: چونکہ جعفر عربی لغت میں ''نہر'' کو کہتے ہیں اور آپ کی کنیت ام جعفر ہے، اس لئے نہر معنی مراد لے کے آپ کو اس نام سے پکارا ہوگا۔

زبیدہ بڑی ہی سمجھ دار خاتون تھیں۔ ملکہ زبیدہ کی خدمت کیلئے ایک سو نوکرانیاں تھیں، وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ ان کے محل میں سے قرأت کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی۔

زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو در پیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر کھدوانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے وہ ایک خواب بھی دیکھ چکی تھیں جس میں انسانی بھلائی کا کام کرنے کا اشارہ تھا۔ حج و عمرہ کے لئے مکہ آنے والوں کے

ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔ اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے ۳۵ کلومیٹر شمال میں وادی حنین کے ''جبال طاذ'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا ایک نہر جس کا پانی ''جبال قراء'' سے ''وادی نعمان'' کی طرف جاتا تھا اسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کرلیا گیا یہ مقام عرفات سے ۱۲ کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس مین بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا، اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا، پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر سترہ لاکھ (۱۷،۰۰،۰۰۰) دینار خرچ ہوئے تھے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبہ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ اور یہ کام اللہ کی خوشنودی کے لئے انہوں نے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: آپ نے جس کا حکم دیا ہے اس کے لئے خاصے اخراجات درکار ہیں۔ کیونکہ اس کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا اور چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب و فراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنا پڑے گی۔

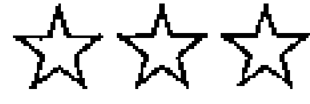
یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ دلچسپ بھی ہے اور اس سے ان کی قوت فیصلہ اور منصوبے سے دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے چیف انجینئر سے کہا:

((اعملها ولو كانت ضربة فاس بدينار))

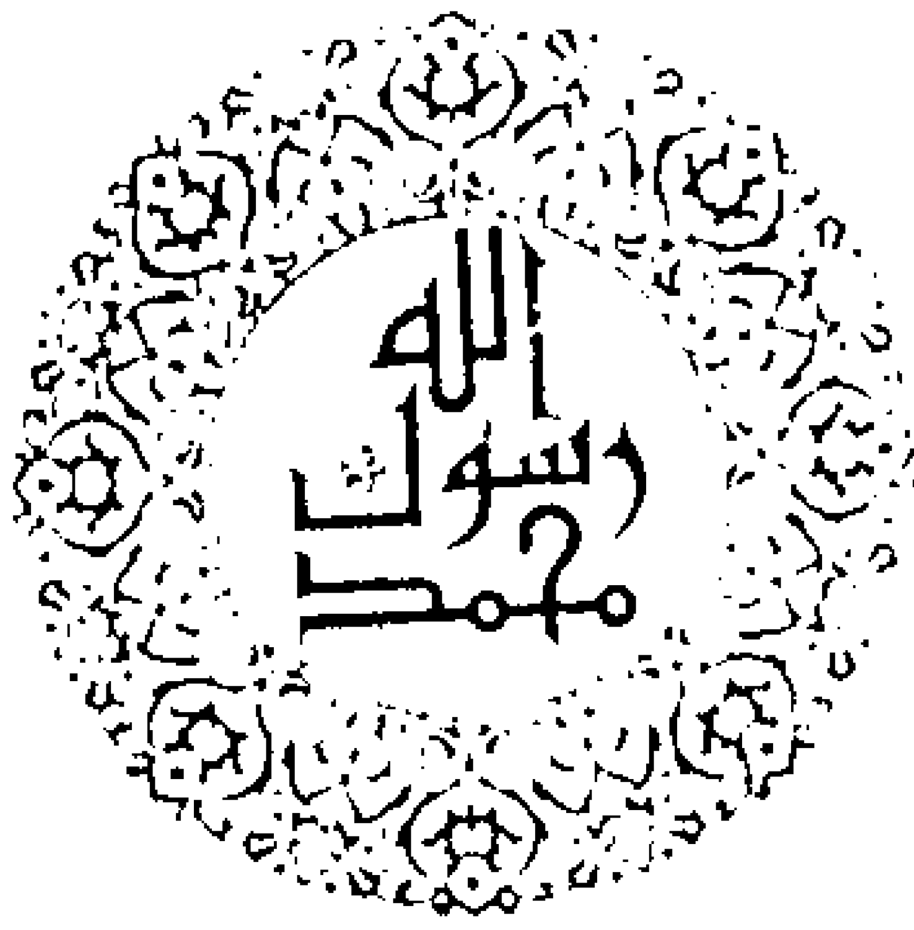
''اس کام کو شروع کرو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو''۔

اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا برد کر دیا اور کہنے لگیں:

''الٰہی ! مجھے دنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینا، تو بھی مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا۔''







نہر زبیدہ
کی مرمت کا کارنامہ

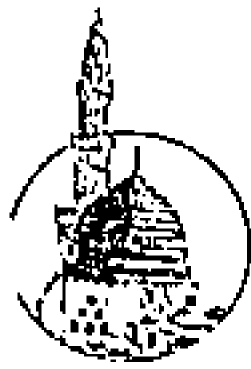
ایک یادگار اور تاریخی واقعہ نہر زبیدہ کی مرمت بھی ہے۔ ایک سال کے حج میں پانی بالکل بند ہوگیا اور ہزاروں آدمی پیاس سے مر گئے، والد مرحوم نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور منیٰ ہی میں ارادہ کرلیا تھا کہ دوسرے حج کے آنے سے پہلے ہی وہ اس کارِ خیر کو کر کے چھوڑیں گے...... اس زمانے میں ان کے مریدین میں حاجی عبد الواحد جو کلکتے اور بمبئی میں حاجی واحد نا کے نام سے مشہور ہیں اور ان کے شریک کار حاجی زکریا تھے۔ جب قسطنطنیہ کی طرف سے ناامیدی ہوگئی تو والد نے سب سے پہلے حاجی عبدالواحد اور حاجی زکریا سے تحریک کی اور انہوں نے دو لاکھ کی پہلی رقم پیش کردی.......... اس کے بعد والد نے سات آدمیوں کی ایک مجلس بنائی اور یہ فنڈ اس کے انتظام میں دے دیا لیکن افسوس ہے روپیہ کی کمی کی وجہ سے یہ کام پورا نہ ہو ہوسکا۔ البتہ نہر کی اس درجے درستگی ہوگئی کہ تیس برس تک پھر کسی طرح کی خرابی واقع نہ ہوئی۔

[آزاد کی کہانی ص۹۴ تا۹۹]

حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں نہر زبیدہ کی مرمت مولانا رحمت اللہ

کرانوی مہاجر مکہ مصنف اظہار الحق اور بانی مدرسہ صولتیہ کا عظیم کارنامہ ہے، جن کا علاوہ ہندوستان کے حجاز و ترکی میں کافی اثر و رسوخ تھا، مولانا رحمت اللہ کرانوی کی سوانح عمری میں لکھا ہے:

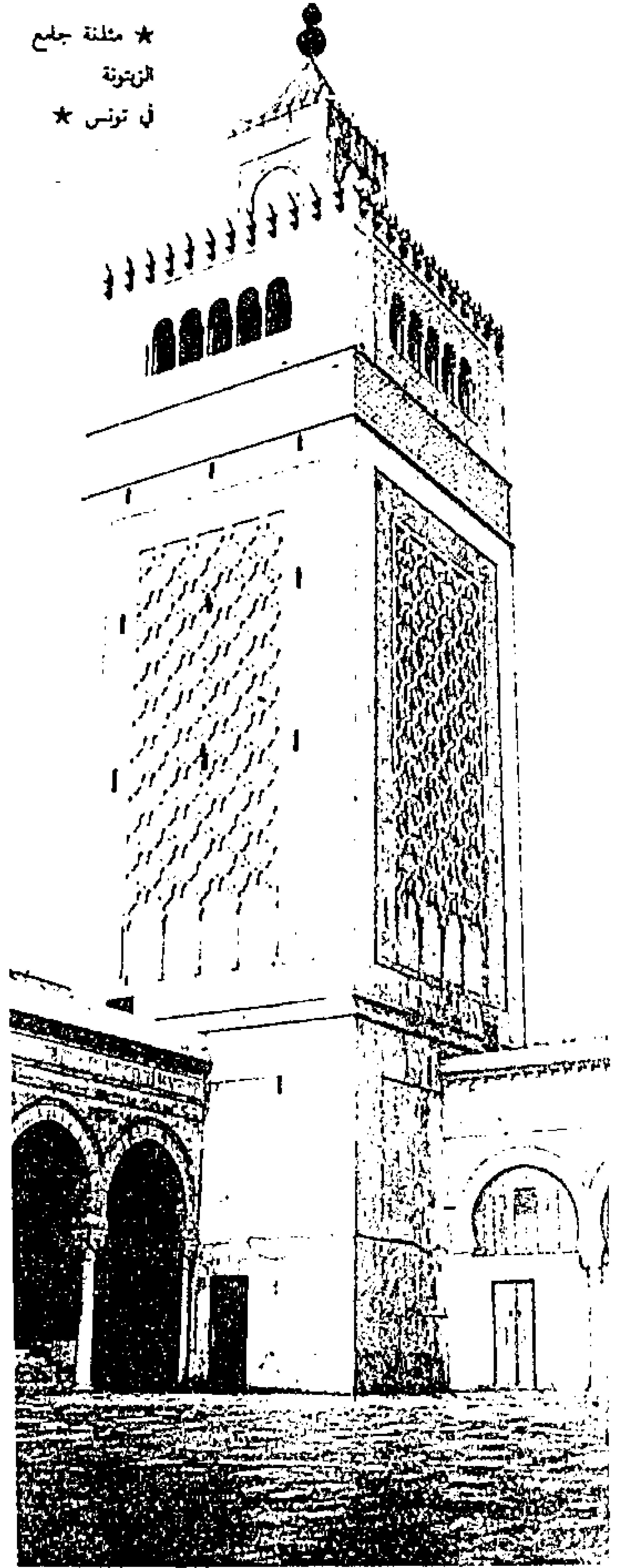
''نہر زبیدہ امتدادِ زمانہ سے بہت زیادہ قابل مرمت و اصلاح تھی اور پانی کے لیے ساکنانِ حرم کو کافی وقت و زحمت پیش آتی تھی۔ اسی زمانہ میں سیٹھ عبد الواحد عرف ''واحد نا سیٹھ'' مکۃ معظّمہ آئے اور اس سلسلے میں ایک مشاورتی اجتماع مدرسہ صولتیہ میں منعقد ہوا۔ سیٹھ عبد الواحد صاحب با توفیق اور صاحب ہمت دولت مند تھے۔ حضرت مولانا مرحوم (مولانا رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے نہر زبیدہ کی از سرِ نو اصلاح و مرمت کا بیڑا اٹھایا اور اس کے لیے حکومت کی اجازت و حالات کے لحاظ سے ایک مستقل مجلس قائم کی گئی جس میں مہاجرین مکہ معظّمہ کے ہر طبقے میں سے ہر قوم کے ممتاز افراز مجلس کے ممبر بنائے گئے اس مجلس کی صدارت کے لیے حضرت مولانا مرحوم کو منتخب کیا گیا مگر آپ نے اپنے شاگرد رشید فضیلت مآب مولانا شیخ عبد الرحمٰن سراج صاحب مرحوم مفتی احناف و شیخ العلماء مکہ معظّمہ کو اس کے لیے موزوں سمجھا اور خود نائب صدر کی حیثیت سے اس عظیم الشان کام کی ذمہ داری اٹھائی۔ سیٹھ عبد الواحد صاحب نہر زبیدہ کے خزانچی اور تحویلدار مقرر ہوئے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ یہ صدقہ جاریہ ان بزرگوں کی ہمت سے دوبارہ زندہ ہوا۔'' [ایک مجاہد معمار: ص۵۳]

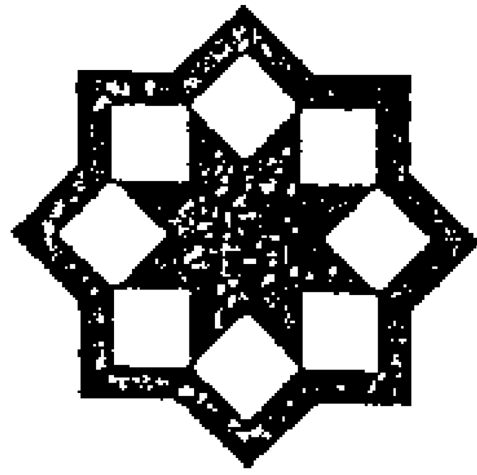


اندلس کے اموی فرمانرواؤں

کے

اقدامات خدمتِ خلق







اَندلس کے اموی فرماں روا

تاریخ کا سب سے شاندار اور سب سے المناک باب اندلس کی سرزمین ہے اس سرزمین پر مسلمانوں نے کم و بیش آٹھ سو سال تک حکومت کی اور یہ علاقہ پوری دنیا میں علم و فضل کا مرکز تسلیم کیا گیا اس یورپی ملک میں قرطبہ، طلیطلہ، غرناطہ اور اشبیلیہ میں مساجد و مدارس کی اس قدر بہتات تھی کہ پوری دنیا سے طالبان علوم یہاں آتے تھے اور اپنی علمی تشنگی کا مداوی ڈھونڈتے تھے، ابن حزم اندلسی، ابن رشد، ابن الہیثم، ابو القاسم اندلسی، ابن ماجہ اور ابن خلدون جیسے نامور علماء، فلاسفہ، سائنسدان، ماہرین طبیعات اور مؤرخ اسی خاک سے اٹھے۔

عیسائی فرقہ کے انقلابی رہنما مارٹن لوتھر نے انہی درسگاہوں سے عربی علوم حاصل کیے اور یورپ نے جتنی علمی اور سائنسی ترقی کی وہ اسی سرزمین کا فیضان ہے۔

یہاں پورے ملک میں مسجدوں کی تعداد ادریس کے بیان کے مطابق ستر ہزار تھی، ابن الفرات نے صرف قرطبہ کی مساجد کی تعداد دو ہزار سے متجاوز بتائی ہے۔ غرناطہ دارالعلم تھا اور اس شہر میں ڈیڑھ ہزار مدارس قائم تھے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں طلیطلہ اور اشبیلیہ میں طلبہ کی تعداد ساٹھ ہزار سے متجاوز بتائی ہے۔ اسی سے ان درسگاہوں کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ صرف قرطبہ میں اتنے علمی ادارے تھے کہ عروس البلاد بغداد اس کے سامنے گرد ہو کر رہ گیا تھا۔

غرضیکہ ابن حزم اُندلسی کے بیان بالا کی روشنی میں یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ علوم وفنون کے اس رواج عام میں جس چیز کا زیادہ ہاتھ تھا وہ یہی اوقاف کا نظام تھا، جس میں حکام اور فرمانروا ذاتی دلچسپی لیتے تھے اور اس کی توسیع کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔

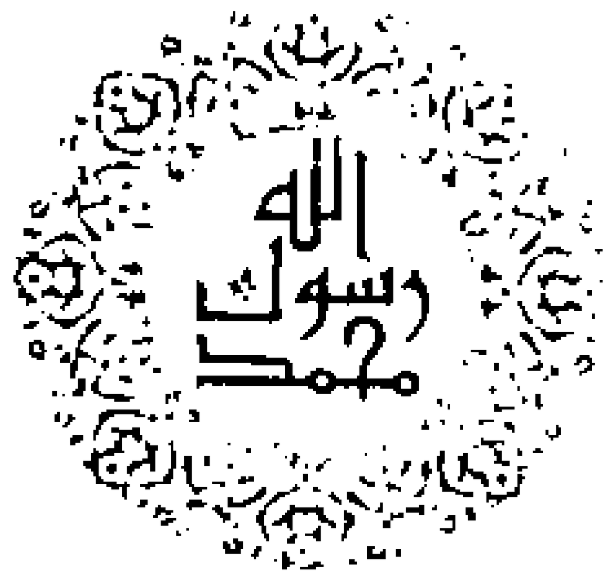
مذہب کا احساس اور فکر رکھنے والے اس دور زوال و انحطاط میں بھی بکثرت دستیاب ہیں تو اُس عہد ارتقاء وعروج میں جب کہ چار دانگ عالم اسلام کا ڈنکا بجتا تھا۔ مذہبی شعور دینی علوم سے بہرہ ور اور ملت اسلامیہ کے درد سے معمور لوگوں کی جس قدر بہتات ہوگی اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

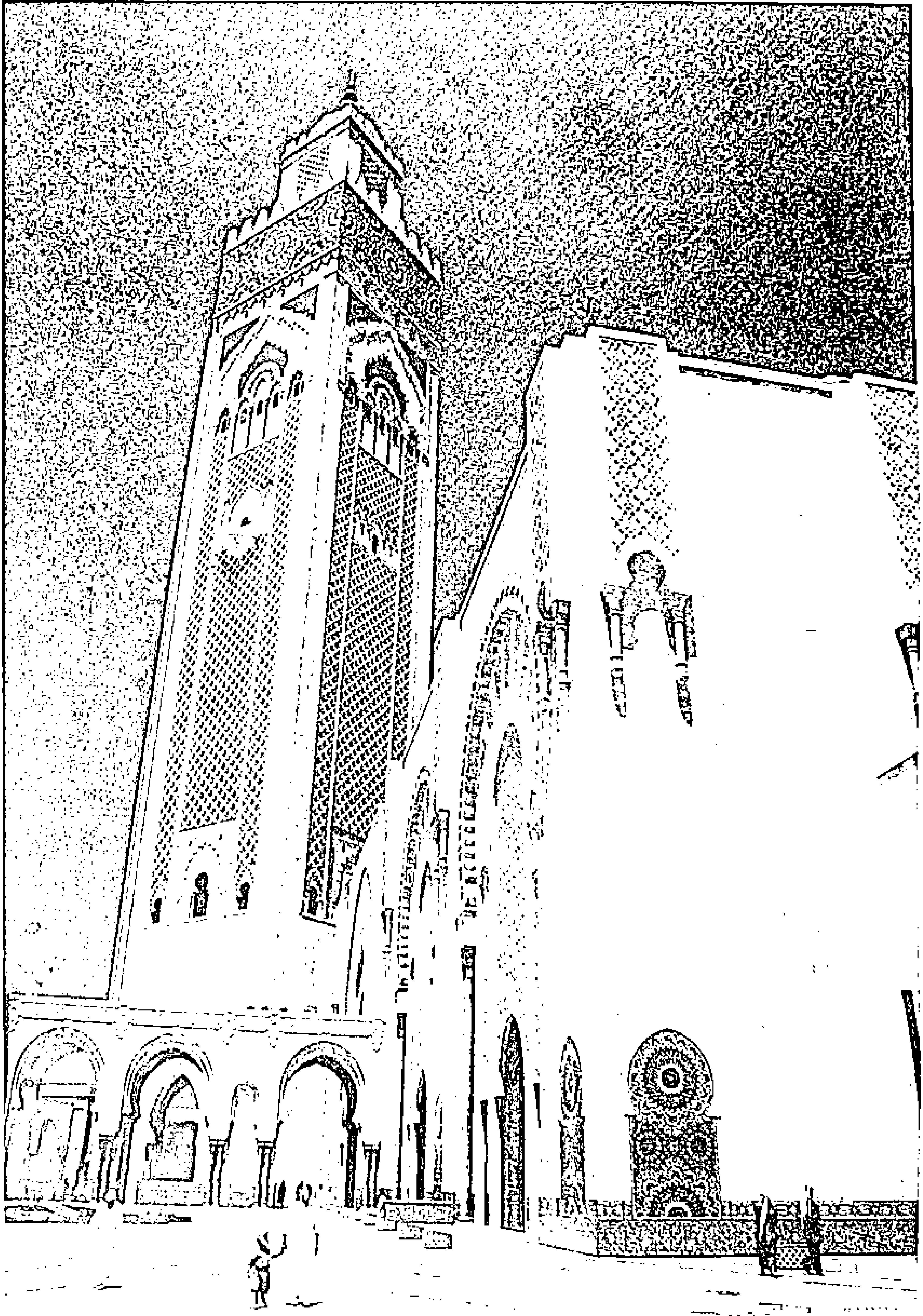
مشہور مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابو القاسم احمد بن ابی بکر جو مغرب اقصیٰ کے ایک نامور محدث ہوئے ہیں اپنی طالب علمی کے ایام میں بہت کوشش کی کہ وہ کسی طرح مدینہ منورہ امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے کا فخر حاصل کرلیں اور صاحب موطا کی اپنی زبان مبارک سے موطا کا سماع کریں، لیکن غربت و ناداری ان کے اس عزم میں حائل ہوئی اور وہ باوجود کوشش اور سعی بسیار کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مدینہ منورہ میں نہ جاسکے۔ چنانچہ اپنی اس حسرت کا انہوں نے ان نہایت مختصر الفاظ میں اظہار کیا تھا۔

((قبح الله الفقر ادركنا مالكاً ؒ و قرأنا على تلامذه))

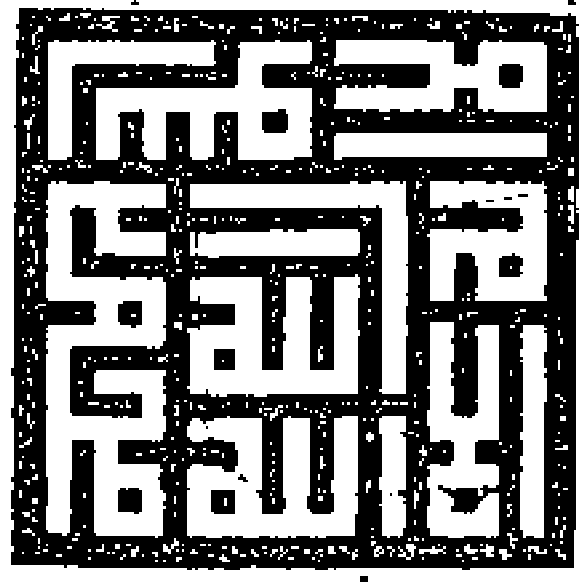
[ابن خلکان ج۳: ص۲۴۰]

''اللہ تعالیٰ اس فقر و فاقے کا ستیا ناس کرے کہ ہم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا مگر تعلیم ان کے شاگردوں سے حاصل کی۔''





جامع مسجد قرطبہ



ہسپانیہ (سپین)

مسلمانوں کے معاشرتی کارنامے

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جہاں کہیں بھی حکمرانی کا موقع ملا ہے انہوں نے ہر شعبہ زندگی میں عظیم الشان اور مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں اور سرزمین عرب کے ریگستانوں، صحراؤں اور سنگلاخ پہاڑوں کے دامن میں زندگی بسر کرنے والے غیر متمدن قبائل اسلام کی بدولت دیکھتے دیکھتے کرہ ارض کی سب سے بڑی طاقت بن گئے۔ ان کی عقل و دانش اور ان کا عمل و کردار پوری دنیا کی تہذیب و آرائش اور فلاح و بہبود کا باعث بن گیا۔

چنانچہ آج دنیا کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ صدیوں سے تاریکی میں ڈوبی ہوئی دنیائے انسانیت کو صرف اسلام ہی کی بدولت تعلیمی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی روشنی ملی ہے۔ اس میں سرزمین ہسپانیہ کا مقام بلند اور جس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے عصر حاضر کا نامور مستشرق ''فلپ ھٹی'' اپنی کتاب ہسٹری آف عربز (History ofARbas) میں لکھتا ہے:

> ''مسلمانوں کے دور کے ہسپانیہ میں از منہ وسطیٰ کے یورپ کی تاریخ علم و دانش کے درخشاں ترین ابواب رقم ہوئے، آٹھویں صدی اور تیرہویں صدی کے آغاز تک عربی بولنے والے دنیا بھر

میں تہذیب و ثقافت کے عظیم مشعل بردار تھے۔

مزید برآں انہی کے توسط سے قدیم علم اور فلسفہ دریافت ہوا۔ اس میں اضافہ ہوا اور اس انداز سے پھیلا کہ مغربی یورپ میں تحریک احیاءِ علوم ممکن ہوئی۔

قرون وسطیٰ میں بغداد اور اُندلس کے مسلمان مفکرین ہی کو یہ لازوال عظمت حاصل تھی کہ انہوں نے خیال کی دولہروں میں تال میل قائم کیا اور ہم آہنگی میں یورپ تک پہنچایا۔ سائنسی تحقیق اور فلسفیانہ فکر نیز آنے والے عہد کی دینی حکمت پر اس کا جو اثر پڑا اس کے پیش نظر مسلمان مفکرین کا یہ کارنامہ اوّلین عظمت کا مستحق ہے۔"

ایک اور مستشرق جے ایچ کریمر لکھتا ہے:

"علم جغرافیہ، دریافت و انکشاف، بین الاقوامی تجارت، نئی جگہوں کے کھوج لگانے اور سیاحت کے میدان میں اہل یورپ کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا ثقافتی بزرگ و رہنما جانیں اور اعتراف کرتے رہیں۔

خلیفہ مامون کے شاندار عہد میں جب ابھی نویں صدی کی ابتداء تھی مسلمان سائنس دانوں نے اس حقیقت کو مسلمہ قرار دیا کہ زمین گول ہے۔ مامون ہی نے ستر سائنسدانوں پر مشتمل ایک جماعت بنائی جس نے عظیم شخصیت ابن موسیٰ الخوارزمی کی زیر نگرانی ۸۳۰ء میں کرہ ارض کا پہلا نقشہ تیار کیا۔

لاریب! مسلمان سائنس دانوں ہی کی بدولت مغرب کو وہ حقائق ملے جس سے "کرسٹو فرکولمبس" کو سفر کی تحریک ہوئی کیوں کہ ہسپانیہ اور پرتگال میں خاص طور سے مسلمانوں کا اثر بہت زیادہ تھا۔ یہیں کولمبس نے جہاز رانی کے علم کے مطالعے میں دن

گزارے اور اس نے ملاحوں کا جو قطب نما استعمال کیا دراصل مسلمانوں ہی کی ایجاد تھا۔''

نیز ٹیکنالوجی، صنعتی فنون اور زراعت میں مسلمانوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے۔

''مسلمانوں نے آغاز ہی میں جن صنعتوں میں مہارت پیدا کی ان میں کاغذ سازی بھی شامل ہے۔ آٹھویں صدی میں ہی سمرقند میں نہایت نفیس قسم تحریری کاغذ بنتا تھا تیرہویں صدی میں مسلمانوں ہی کے ذریعے کاغذ سازی کی صنعت کا آغاز ہوا مدتوں کاغذ سازی کی صنعت پر اسلامی مملکت ہسپانیہ کے شہر بلنیہ (ویلنشیا) جو مشرقی اُندلس کا ایک صوبہ ہے۔ اس کی اجارہ داری قائم رہی۔ پھر یہاں سے یہ صنعت قلطونیہ اور فرانس میں پہنچی۔''

مسلمانوں کی ایجادات:

بہرنوع۔ ہسپانیہ عہد اسلام میں یورپ کا سب سے مالدار، خوشحال اور گنجان آباد ملک تھا۔ اس کا دارالحکومت اپنے تیرہ سو پارچہ بافوں پر نازاں تھا۔ اون اور ریشم کے کپڑے قرطبہ، مالقہ اور المریہ میں تیار کئے جاتے تھے۔ وہیں کانسی کے برتن اور شیشہ بنایا جاتا تھا۔ جین اور الغرب سونے چاندی کی کانوں کے مرکز تھے۔ اسی طرح چمڑے کی صنعت میں مبارک اور ڈیزائن کی خوبی میں ہسپانیہ کے مسلمان اپنی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے پہلو بہ پہلو وہاں عطر سازی کی صنعت نے بھی بہت فروغ پایا۔

قرطبہ:

نئے معیار زندگی میں ہسپانوی مسلمانوں کے محاسن و کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فلپ ھٹی نے قرطبہ کا جو حال بیان کیا ہے اس سے بہتر انداز میں

انسانی زندگی کی لطافتوں اور آسائشوں کا تذکرہ نہیں ملتا، ھٹی لکھتا ہے:

''اس دور میں بنی امیہ کا دار الخلافہ یورپ کے مہذب ترین شہر کا ہم پایہ نکلا۔ قسطنطنیہ اور بغداد کے پہلو بہ پہلو یہ دنیا کے تین تہذیبی مرکزوں میں سے ایک تھا۔ دار الخلافہ میں تیرہ ہزار ایک سو گھر تھے۔ اکیس مضافات تھے۔ ستر کتب خانے، کتابوں کی کئی دوکانیں تھیں۔ کئی مسجدیں اور محل تھے۔ انہی سے اس نے بین الاقوامی شہرت پائی۔ سیاحوں کو مرعوب کیا۔ ان سے خراج تحسین لیا۔ یہاں میلوں تک پختہ گلی کوچے تھے۔ جنہیں کنارے کے مکانوں کی روشنیاں منور کرتی تھیں۔ جب کہ اس کے سات سو سال بعد تک لندن کے کسی گلی کوچے کو روشن کرنے کے لئے ایک چراغ بھی نہ تھا۔

صدیوں بعد پیرس کا یہ حال تھا کہ جس دن بارش ہو جاتی اس روز لوگ دہلیز پر قدم دھرتے ہی کیچڑ میں دھنس جاتے، دراں حال یہ کہ قرطبہ کے سائنسدانوں کی نسلیں شاندار حماموں میں غسل کا لطف اٹھا رہی تھیں۔''

سپین کے مسلمانوں نے زراعت کے شعبہ میں جو مثالی کارنامے انجام دیئے اس کی بھی ایک جھلک جوزف ہیلی کی کتاب ''عربوں کی تہذیب'' میں ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتا ہے:

''مئی ۷۵۶ء کے وسط میں مشرق سے الگ ہو بنوامیہ نے ہسپانیہ پر اندلس کے شہزادوں کی طرح تسلط جمایا۔ دوسو اسی (۲۸۰) برس تک سپین میں ان کا عہد اسلامی کلچر کی گل افشانی کا دور تھا۔ ملک کو غضب کا اقتصادی فروغ حاصل ہوا۔ آبپاشی اور نہری تعمیرات کی

بدولت چاول، گنے، کھجور، ناشپاتی اور انار ایسی مشرقی اجناس پیدا ہونے لگیں اور یوں دولت میں اضافہ ہوا۔ افریقہ اور ایشیا سے ان کی تجارت پروان چڑھی، ان کی ریشم کی صنعت میں ایک لاکھ تیس ہزار آدمی مصروف کار رہتے تھے۔

ہسپانیہ کی زراعت پر مسلمانوں کے اثر کا اندازہ ایک اور طرح بھی کیا جاسکتا ہے کہ موروں (جو مخلوط بربری اور عربی نسل کے مسلمان جو افریقہ کے شمال مغرب کی ریاستوں یا مراکش میں رہتے ہیں اور جو ہسپانیہ کے فاتح بھی تھے) کے جانے کے بعد غرناطہ جس تباہی و بربادی کا شکار ہوا اس کا مقابلہ پہلے کے خوشحال دور سے کریں۔ بقول مورخ کونڈ کہ ''اس طور ہسپانیہ سے وہ جری، دانشور اور روشن خیال لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔ جنہوں نے عزم اور محنت سے ایسی سرزمین میں جان ڈال دی جسے اپنے کھوکھلے غرور کے باعث جرمنی کی غیر مہذب قوم ''گوتھوں'' نے بنجر کر کے رکھ دیا۔''

موروں نے اس سرزمین کو خوشحال اور بہتات سے آشنا کیا۔ یہاں بے شمار نہریں بنائیں، خوشی اور تباہی دونوں حالتوں ان کا قابل قدر حوصلہ یکساں رہتا، ان کی ذہانت، ترقی اور مطالعے نے شہروں میں ہمیشہ تک رہنے والے معیار قائم کیے جن کی شعائیں یورپ تک پہنچیں۔ ان میں مطالعے کا جذبہ پیدا ہوا ان کی ذی شان سپرٹ نے تمام اعمال کو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔

شان و شوکت اور عالی ظرفی کے اعتبار سے یہ رنگ بے نظیر تھا۔ آنے والے زمانے کی نظر میں یہ غیر معمولی عظمت اور بہادری کے سحر آفریں روپ سے مزین رہی۔

علمی کارنامے:

جہاں تک علم و ادب کا تعلق ہے مسلمانان ہسپانیہ نے اس میدان میں بھی مثالی کارنامے انجام دیئے۔ اُندلس پر جب مسلمان قابض ہوئے تو سب سے زیادہ یہیں کے لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا۔ تیرھویں صدی میں قرطبہ کی لائبریری میں تقریباً چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں جن کی فہرست چوالیس (۴۴) جلدوں میں تیار ہوئی تھی۔ ہر جلد میں بیس ورق صرف شعر وسخن کی کتابوں کے لئے رکھے گئے تھے۔ علاوہ ازیں عہد اسلامی کے اُندلس میں کئی کالج اور دینی ادارے کھولے گئے تھے۔ علاوہ ازیں عہد اسلامی کے اُندلس میں صرف قرطبہ میں کئی سو درسگاہیں تھیں جن میں دینی علوم کے علاوہ فلسفہ، ادب، تاریخ اور سائنس کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ اشبیلیہ، ملاقہ اور غرناطہ میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ ان سب کے دروازوں پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

دنیا چار چیزوں (دانشوروں کے علم، بڑے آدمیوں کے عدل، اہل دین کی دعاؤں اور بہادروں کی دلیری) کے سہارے قائم ہے۔ علم و ادب کے دوش بدوش مسلمان ہسپانیہ کے فنون حرب بھی جو اولین اعزاز حاصل کیا۔ اس کے اعتراف میں ایس پی سکاٹ رقمطراز ہے کہ اُندلس کے مسلمان توپ کام میں لاتے تھے اور انہوں نے بحری سرنگ بھی ایجاد کرلی تھی۔

مسلم فاتحین کی رواداری:

مسلمان ہسپانیہ نے ایک فاتح کی حیثیت سے قابض ہونے کے بعد اپنی مملکت میں حسن اخلاق اور رواداری کی جو روشن مثال قائم کی فرانسیسی مورخ پروفیسر رینان کی زبان سے سنئے:

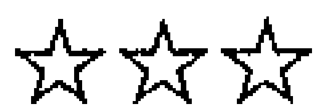
> ''جب مسلمانوں نے اُندلس پر قبضہ کیا تو رواداری کی عملاً ایسی مثال قائم کی کہ اس کی نظیر نہ ملی، جب مسجدوں میں مدرسے اور

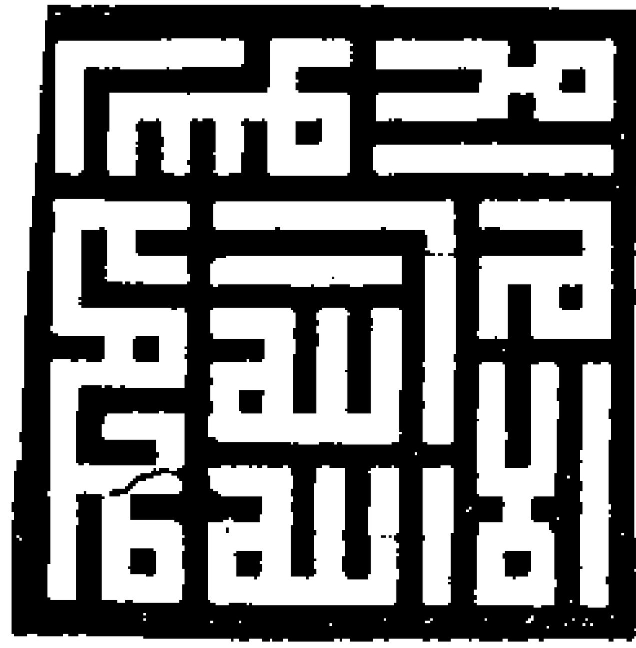
یونیورسٹیاں قائم کی گئیں تو ہر مذہب و ملت کے لڑکے ان میں داخل کئے جاتے۔ دسویں صدی تک دنیا کے اس ممتاز گوشے یعنی مسلم اسپین میں سائنس اور ادب کا مذاق پیدا ہو چکا تھا۔ رواداری کا یہ عالم تھا کہ عیسائی، یہودی اور مسلمان ایک ہی زبان بولتے تھے۔ ایک جیسے گیت گاتے ایک جیسے ادبی اور سائنسی مطالعوں میں شرکت کرتے، وہ تمام دیواریں منہدم کردی گئیں جو ایک دوسرے سے الگ کرتی تھیں۔ سب ایک مشترکہ تہذیب کے نشو و ارتقاء کے لئے ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے تھے۔

غرضیکہ اسلامی دور کا ہسپانیہ آدھی صدی میں انسانی عروج کے اس مقام تک پہنچ گیا تھا جو اٹلی کو اپنے کلیسائی سربراہوں کے عہد اقتدار میں ایک ہزار سال میں بھی حاصل نہ ہوا۔

آج یورپ نے علمی وفنی میدان میں جو ترقی کی ہے وہ مسلمان ہسپانیہ کا مرہون منت اور اُندلس کی اسلامی درسگاہوں کا فیض ہے۔ جب یورپ میں اندھیرے کے سوا کچھ نہ تھا تب اسی یورپ کے ایک گوشے ہسپانیہ میں مسلمان علم وفن اور عمل و کردار کے درخشاں آفتاب و ماہتاب بن کر اور فکر ونظر، علم وعمل، تہذیب و تمدن، صنعت وحرفت، اقتصاد ومعیشت وغیرہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے حسن اخلاق، وسعت فکر ونظر اور عالی ظرفی کی قندیلیں روشن کرکے پورے کرہ ارض کو بُقعۂ نور بنادیا۔ حضرت احسان دانش نے کیا خوب کہا ہے۔

جہاں قدم نہیں گئے وہیں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا





سرزمین مغرب کے حکمران

سرزمین مغرب، مراکش، تیونس، الجزائر اور آس پاس کے علاقوں میں جو حکومتیں قائم ہوئیں انہوں نے بھی اوقاف کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کرتے ہوئے اوقاف کی تنظیم اور وقف املاک کی دیکھ بھال پر خصوصی توجہ مبذول کی اس سلسلہ میں علوی خاندان پیش پیش رہا، اس خاندان کے ایک نامور فرماں روا مولیٰ عبداللہ نے ۱۱۴۳ھ میں سید بلقاسم المسطاسی کو محکمہ اوقاف کا نگراں مقرر کیا انہوں نے شاہی فرمان میں لکھا تھا کہ

> ''ہم نے سید بلقاسم بسطامی کو از سرنو امور اوقاف کا نگراں مقرر کیا ہے اور اپنی تمام حدود ومملکت میں شہروں، دیہات، بستیوں اور قصبوں میں پھیلے ہوئے اوقاف کا انچارج بنایا ہے اور انہیں پورے اختیارات تفویض کیے ہیں کہ وہ نزدیک و دور کے تمام اوقاف کی چھان بین کریں۔''

[رسالہ دعوت الحق: مطبوعہ محکمہ اوقاف، مراکش: ص ۲۴]

اس فرمان شاہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرزمین مغرب کے دور دراز گوشوں میں بھی اوقاف کی جائیداد کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور حکومت وقت ان املاک کی جانب خصوصی توجہ مبذول کرتی تھی۔

مراکش کے قدیم شہر فاس میں اسلامی درسگاہ کے آثار آج بھی موجود

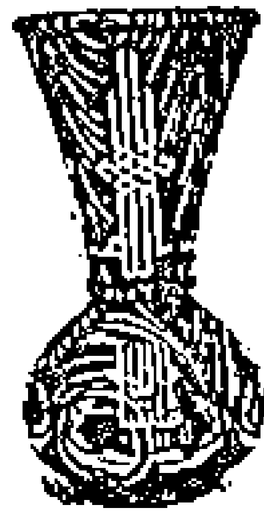
ہیں۔ جو موسیٰ بن نصیر اور یوسف بن تاشفین کے عہد میں قائم ہوئی تھی، اور جس کی دیکھ بھال اور توسیع و ترقی کے لیے وسیع املاک اس کے نام وقف تھیں۔

آج یہ درسگاہ اگرچہ اپنی پہلی سی شان و شوکت سے محروم ہوچکی ہے، لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مختلف نادر کتب اور مخطوطات پر مشتمل جو لائبریری یہاں موجود ہے وہ اپنی مثال آپ ہے یہی وہ منفرد دارالمطالعہ ایسا ہے کہ مغازی ابن اسحٰق کا نصف ثانی اسی میں موجود ہے۔ جب کہ اس کا نصف اوّل دست برد زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہوچکا ہے۔

مغازی ابن اسحٰق کا یہ نسخہ خود صاحبِ تصنیف کے اپنے قلم سے ہے اور دنیا بھر کے کتب خانوں میں یہی ایک نسخہ صرف اس جگہ دستیاب ہے۔

اس دار المطالعہ کی توسیع و ترقی میں محکمہ اوقاف نے جو کردار ادا کیا ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف کتب خانے کی دیکھ بھال پر ایک سو سے زیادہ ملازم متعین تھے جن کی تنخواہیں دوسو (۲۰۰) درہم سے لے کر پانچ ہزار (۵۰۰۰) درہم ماہوار تک پہنچتی تھیں۔

پھر اُن کی عمدہ کارکردگی اور حفاظت کتب کے سلسلے میں ان کی خدمات پر انعامات سے نوازنے کا معمول اس سے الگ تھا اور اس دار المطالعے کی بلڈنگ کی زیبائش و آرائش پر جو اخراجات برداشت کیے جاتے اس کا ماحول جاذب نظر اور پاکیزہ رکھنے کی جو کوشش ہوتیں اور نئی نئی کتابوں کی فراہمی مخطوطات کی دیکھ بھال، خوشنویسوں کے اخراجات، جلد سازوں کے روزینے اور مہمانوں کے مصارف اور ان کی نگہداشت وغیرہ اس پر مستزاد تھی۔





سلجوقیوں کے کارنامے

سلجوقیوں کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ انہوں نے دین داری اور علم دوستی کے جذبے کے تحت اپنی فرمانروائی میں اوقاف کا ایک ایسا مربوط نظام بنایا تھا جس کے تحت مختلف علوم وفنون کی درسگاہیں، بے شمار تعلیمی ادارے اور متعدد رصد گاہیں قائم تھیں اور تمام علوم عالیہ اور فنون کے ان اداروں میں باقاعدہ تعلیم و تربیت کے مکمل انتظامات تھے۔ بالخصوص علوم قرآن وسنت، علم الہیات، فلسفہ وحکمت اور علوم ہیت و افلاک کی تعلیم کا بڑا شاندار نظام موجود تھا۔

عہد سلاجقہ کے نامور وزیر اعظم نظام الملک طوسی کو اس کار خیر سے اس درجہ شغف تھا کہ اس نے اپنی تمام جائیداد بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے نام وقف کردی تھی۔ یہی وہ مدرسہ ہے جہاں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نامور رجال علم وفضل نے استفادہ کیا۔

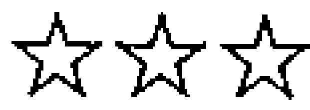
ابن حزم اُندلسی جو چوتھی صدی ہجری کا زبردست عالم، مورخ، ادیب اوراصحاب ظواہر کا امام الآئمہ تھا اس نے کتاب ''الانساب والاشراف'' میں ان کوششوں کا ذکر کیا ہے جو اُندلسی حکمرانوں اور سرزمین مغرب مراکش، تیونس اور الجزائر کے فرمانرواؤں نے اسلامی علوم کی نشرو اشاعت کے سلسلے میں سرانجام دیں اور جن کے ذریعے یورپ اور افریقہ کے تاریک براعظم میں اسلام کا

بول بالا ہوا۔ وہ کہتا ہے:

''اس ملک میں اور اقصائے مغرب میں دینی تحریکوں کی اٹھان اس امداد و اعانت کی رہین منت ہے جو مختلف دینی حلقوں اور سربراہان، مملکت اور رہنمایان ملک و ملت نیز دین سے گہری وابستگی رکھنے والوں کی ذاتی کاوشوں سے حاصل ہوئی ہے ان لوگوں نے بڑی بڑی جاگیریں، قابل کاشت اراضی، مکانات، دکانیں اور نقد روپیہ اس کثرت سے وقف کیا کہ ان کی سالانہ آمدن کروڑوں روپے تک پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور نزدیک علوم کا بڑا چرچا ہے۔ علماء کا وقار روز افزوں ہے، اہل علم کی شان دوبالا ہوگئی ہے اور ان کی ہمتیں بلند ہیں۔''

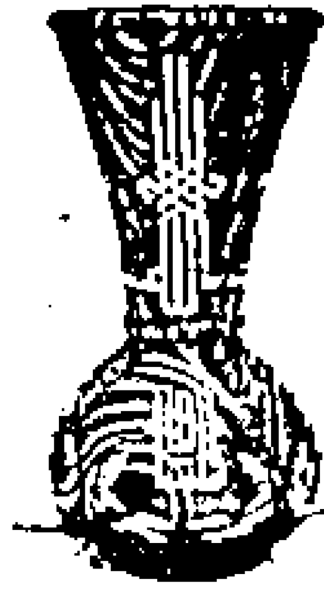
[کتاب الانساب والاشراف لابن حزم اُندلسی]

اُندلس میں مدارس کی اس درجہ کثرت تھی کہ ثانوی مدارس کی تعداد چھتیس ہزار سے متجاوز تھی اور علم کا جس قدر چرچا اس خطہ میں تھا روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں ملتی۔



فاحب الخلق الی اللہ
من احسن الی عیالہ





قسطنطنیہ (ترکی) کے

سلاطین آل عثمان

ترک حکمران جنہیں سلاطین آل عثمان کہا جاتا ہے ان کی اسلامی خدمات تاریخ اسلامی کا ایک روشن ورق ہے انہوں نے اپنی وسیع سلطنت کی حدود میں جابہ جا مساجد اور مدرسے قائم کیے خانقاہیں بنوائیں، اسلامی علوم و فنون کی بڑی بڑی دانشگاہیں تعمیر کروائیں بالخصوص حرمین شریفین کے مقامات مقدسہ کی دیکھ بھال انہوں نے اس اہتمام سے کی ''بایدو شاید'' حجاز میں حجاج کی آرام و آسائش کے لیے انہوں نے جگہ جگہ سرائیں بنوائیں جہاں حاجیوں کے قافلے آکر ٹھہرتے تھے۔ مسجد نبوی اور حرم کعبہ کے نام بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں۔

سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ (استنبول) نے جامع اباصوفیہ کے نام پانچ سو گاؤں وقف کیے، یہ سلسلہ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ تک قائم رہا، تاآنکہ مصطفےٰ کمال پاشا نے اس اچھی روایت کا خاتمہ کردیا۔ یہ سلاطین آل عثمان تھے جنہوں نے جنت البقیع کے احاطہ میں توسیع کی وہاں درخت لگوائے اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں آب رسانی کے انتظام کو بہتر کیا۔ سلاطین آل عثمان کے آخری ایام میں سلطان عبدالمجید ثانی نے ۱۳۳۸ھ میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے

والد ماجد مولانا خیر الدین مرحوم کے ایماء پر نہر زبیدہ کی از سرنو تعمیر کروائی اور اہل مکہ کے لیے پانی کی فراہمی کا معقول انتظام کیا۔

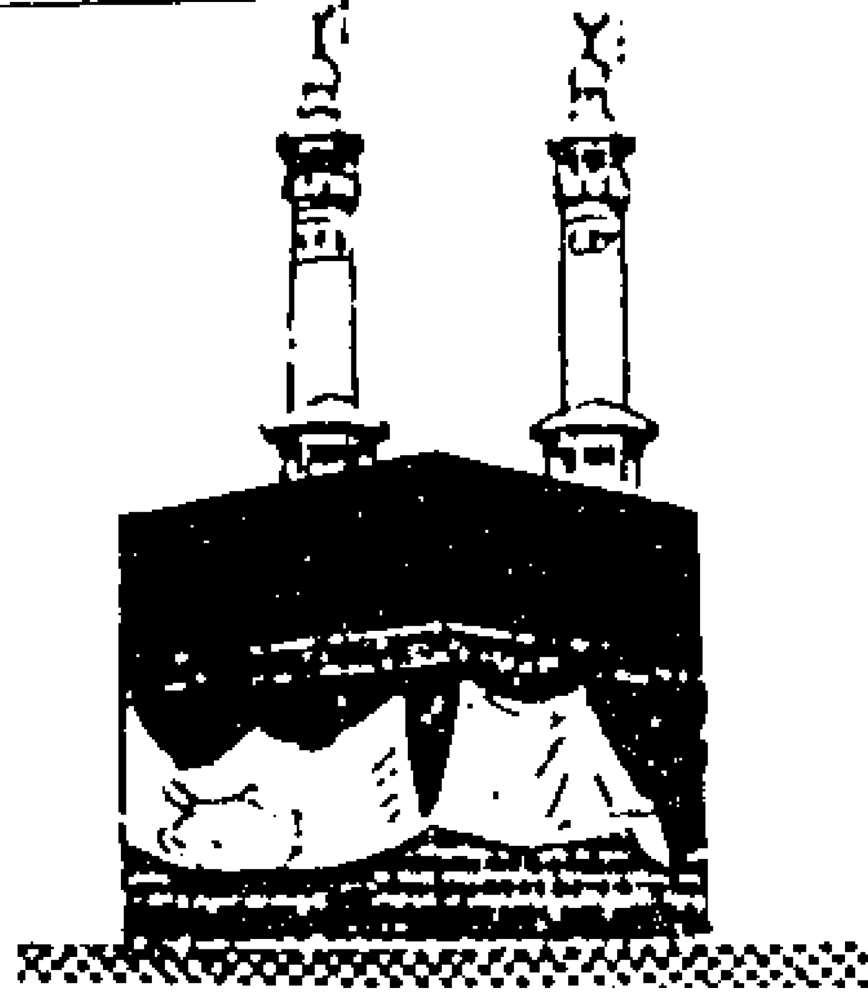
مکہ معظمہ کی مسجد الحرام میں ترکی حکمرانوں نے جو منفردانہ تعمیرات کرائی تھیں ان کی یادیں اس قدر مستحکم ہیں کہ نہایت خوشنما پتھروں سے تعمیر کردہ برآمدے آج بھی قائم ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے معمار ابھی کام چھوڑ کر گئے ہیں۔ علاوہ ازیں مسجد نبویؐ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر سے لے کر باب السلام تک ۱۳۰ بالخصوص ریاض الجنہ اور سات (خاص ستونوں) کی تعمیر میں ترک حکمرانوں نے جس حسنِ ذوق وشوق اور عقیدت واحترام کا مظاہرہ کیا ہے اس کی تحسین وتشکر کے لئے الفاظ کا دامن خالی ہوگیا ہے۔ لوگوں نے اس عظیم الشان اور مقدس کارناموں کی تحسین وستائش کے سلسلے میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ ترکوں کی یہ تعمیرات سعودی حکمرانوں کی تعمیرات سے قبل کی تاریخ کا ایک زریں باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اگر مصطفےٰ کمال فرنگیوں کا آلہ کار بن کر ترکی کا اسلامی تشخص برباد نہ کرتا اور آل عثمان کا نظام خلافت قائم رہتا تو آج امت مسلمہ کو زوال وانحطاط کا روز سیاہ دیکھنا نہ پڑتا۔ علامہ اقبال نے اس کا رونا رویا تھا ۔

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اور ان کی عیاری بھی دیکھ







ارض الاسلام

سعودی عرب کا نظام

فلاحِ معاشرہ

اللہ تعالیٰ نے حضور محسن انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات انسانی کی دارین میں فلاح ونجات کے لیے سرزمین مقدس سعودی عرب میں ہی پیدا فرمایا اسی کو ''ارض الاسلام'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی سرزمین کے شہر مکہ معظمہ کے جبل تور پر واقع ''غارِ حرا'' کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآنِ حکیم کے نزول اور ''محبط وحی'' کی سرفرازی نصیب ہوئی۔

﴿﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾﴾

تکریم انسانیت کا ازلی پیغام اسی مقام سے پوری دنیا میں پھیلا، کالے گورے کا امتیاز، عربی و عجمی کی تفریق کا خاتمہ ہوا اور ایک انسان کی دوسرے پر فوقیت و برتری کا معیار دولت و سرمایہ اور حسب ونسب کا نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ قرار پایا اور انسانی فلاح و بہبود کا چارٹر بھی اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سرزمین مقدس کے میدانِ عرفات سے پوری کائنات انسانی کے سامنے پیش فرمایا تھا اور انسانوں کے دوش بدوش مخلوق خدا کی خدمت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیمات سے عبادت کا درجہ ملا ہے۔ آج بھی اسی ''ارض القرآن''

کو یہ شرف واعزاز حاصل ہے کہ اس کے تمام وسائل و ذرائع نہ صرف عوام بلکہ سارے عالم اسلام اور پوری امت مسلمہ کے لیے وقف ہیں۔

آج دنیا کا شائد ہی کوئی ملک ایسا ہوگا جہاں کے مسلمان باشندوں کی اسلامی تعلیم و تربیت اور ان کی اقتصادی و معاشی ضروریات پوری کرنے میں سعودی حکومت کو خدمت کا موقع نہ ملا ہو۔

اسلام کی تعلیم و تبلیغ اور دنیا کے مختلف علاقوں میں مساجد اور اسلامی ثقافتی و تعلیمی مراکز کی تعمیر اور ان کے جملہ اخراجات برداشت کرنے میں سعودی حکومت مثالی خدمات انجام دے رہی ہے۔ نیز قحط، زلزلہ اور سیلاب زدہ علاقوں اور فاقہ کش انسانوں کو خوراک کے ساتھ سامانِ زندگی فراہم کرنا اور سیلاب زلزلہ زدگان کو ان کی حسب ضرورت اشیاء وغیرہ فراہم کرنا حکومت سعودی عرب کا زریں کارنامہ ہے۔

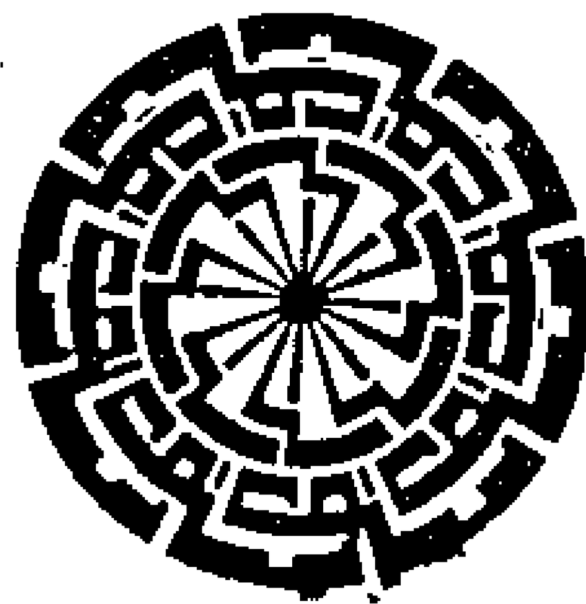
حکومت سعودیہ نے اگرچہ مختلف محکمے قائم کر کے لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، لیکن اس کا سب سے بڑا اور قابل فخر کارنامہ ''حرمین شریفین'' کی خدمت اس کی توسیع و ترقی اور دنیا بھر سے آنے والے لاکھوں حجاج کرام کو فریضہ حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے رہائش خوراک اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کی سہولیات فراہم کرنا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے باقاعدہ ''وزارتِ حج و اوقاف وشئون دینیہ'' قائم ہے۔ جس کے تحت حرمین شریفین کے علاوہ پورے سعودی عرب میں مسجدوں کی تعمیر، ان میں ائر کنڈیشنڈ وغیرہ کی تنصیب ان کے موذنین، آئمہ اور خطباء، اساتذہ اور ڈاکٹر حضرات کے معقول مشاہرے اور ان کے شایانِ شان جدید سہولتوں سے آراستہ رہائش گاہوں کا قیام اور قرآنی تعلیمات کے جملہ مدارس کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ خدام الحرمین شریفین کے زیر اہتمام فلاح معاشرہ اور رفاہِ عامہ کے سلسلے میں جو نظام سعودی عرب میں رائج ہے اور سڑکوں، پلوں

کی حیران کن تعمیرات ،عوام کی صحت کے تحفظ اور مختلف مریضوں کے مفت علاج کی خاطر ہسپتالوں اور شفا خانوں کی صورت میں جو انتظامات کیے گئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

حکومتی سطح کے علاوہ عوامی طور پر بھی سعودی عرب میں بعض ادارے اور ایسی مخیّر شخصیات موجود ہیں جو فلاحِ معاشرہ اور خدمت خلق کے سلسلے میں نہایت مستحسن خدمات انجام دے رہی ہیں۔ان کی جانب سے حج کے موقع پر جن حاجی صاحبان کا کسی وجہ سے مالی نقصان ہو جائے، دورانِ سفر سخت مشکلات کا سامنا ہو تو اس حاجی کے ملک کے سفارت خانے کی تصدیق کے بعد اس کے نقصان کی تلافی کی صورت میں نقد امداد دی جاتی ہے۔ان مخیّر حضرات کے اخراجات سے نادر و نایاب اور نئی دینی کتب کی طباعت و اشاعت کے بعد مفت تقسیم کا اہتمام بھی موجود ہے۔

علاوہ ازیں حجاج و معتمرین کو مفت خوراک اور مشروبات فراہم کرنے خصوصاً رمضان المبارک کے دوران افطار و سحری کے سلسلے میں بھی سعودی حکمران خاندان کے افراد اور دیگر مخیّر حضرات وسعت قلبی کے ساتھ جو مستحسن خدمات سرانجام دیتے ہیں وہ مسلمانان عالم کے لئے مشعل راہ اور بے مثال نمونہ ہے۔

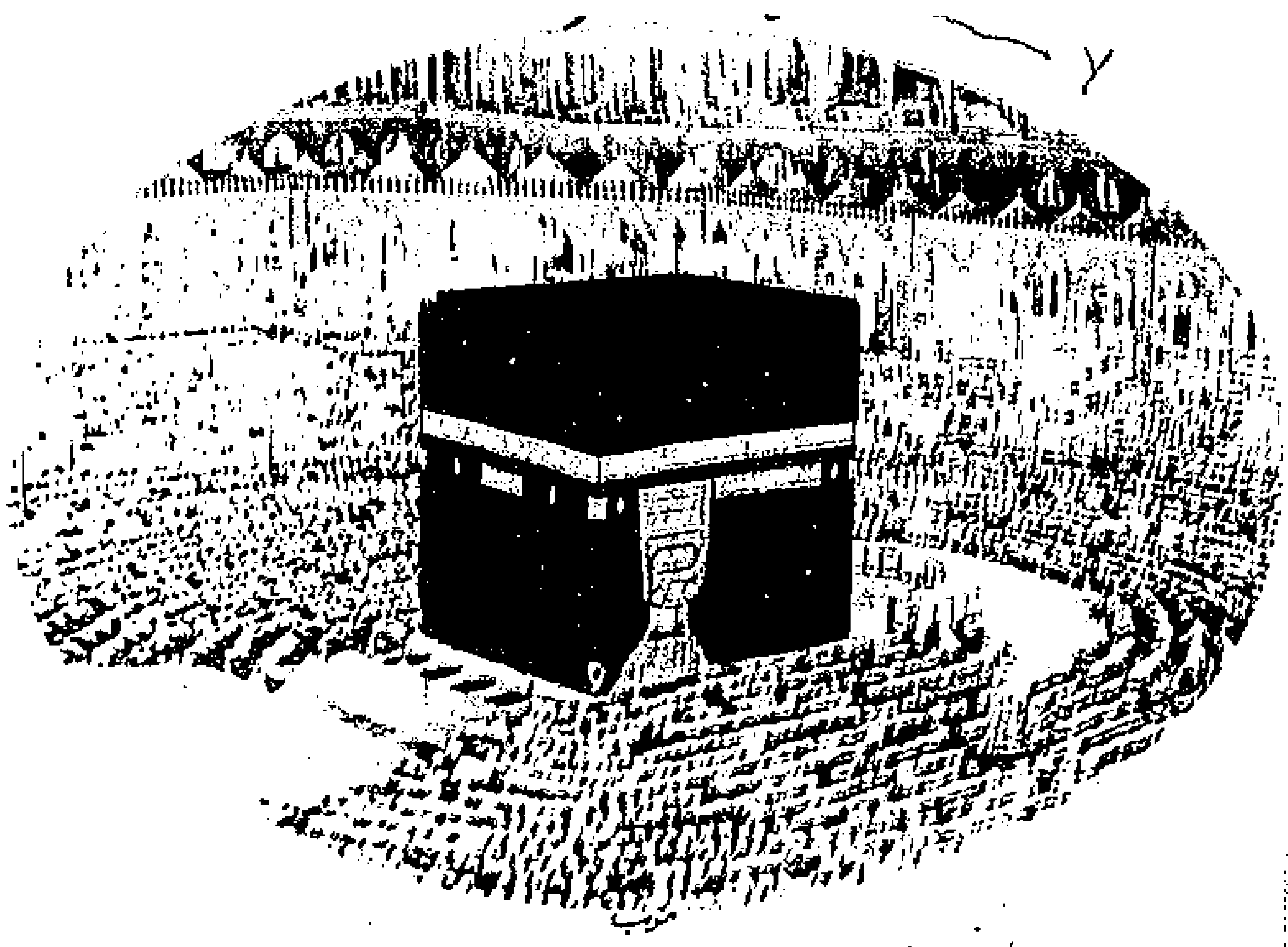


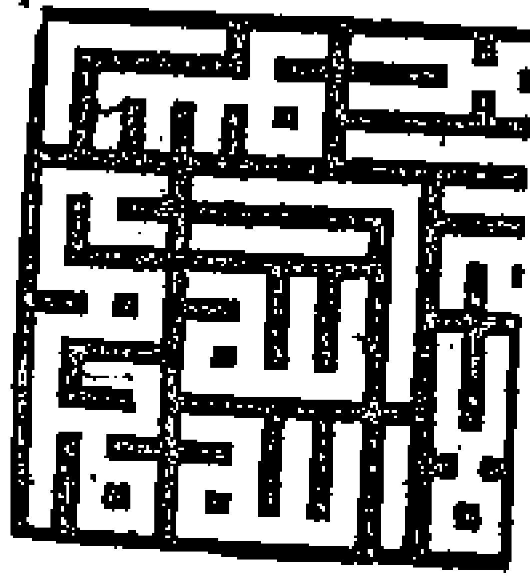


خدّام حرمین شریفین

کے

سُنہری کارنامے





خدام الحرمین الشریفین آل سعود

آل سعود کی زریں خدمات کا جائزہ

ارض مقدس عرب کے قبیلہ عنزہ کی ممتاز اور نامور شخصیت امیر سعود بن محمد بن مقرن نے ۱۲۰۰ھ اور ۱۸۰۰ء کے آغاز میں ریاض کے علاقہ درعیہ کے مقام پر مملكة العربيه السعوديه کے قیام کا تاریخی کارنامہ انجام دیا تھا۔ امیر سعود بن محمد کی وفات کے بعد ان کے فرزند امیر محمد بن سعود حکمران مقرر ہوئے انہوں نے کمال دانشمندی، تدبر اور جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملکۃ سعودیہ کو وسعت عطا کی۔

اسی دوران کتاب وسنت کے صحیح عقائد ونظریات کے مبلغ و داعی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار شیخ محمد بن عبد الوهاب کی درعیہ میں تشریف آوری ہوئی۔ انہوں نے امیر محمد بن سعود کی عادلانہ حکومت کا نظام کتاب وسنت کے قالب میں ڈھالنے کے زریں اصول پیش کیے تو اسلامی تفوق وبرتری کے پاکیزہ جذبات سے سرشار امیر محمد بن سعود نے مجدد ملت شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دینی وعلمی قیادت میں ((على منهاج النبوه)) نظم مملکت استوار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ ان دونوں عظیم دینی وملی شخصیات نے ایسی پرخلوص مساعی حسنہ انجام دیں کہ جزیرۃ العرب کے پسماندہ اور دور افتادہ قریہ درعیہ کے مقام پر جو شمع روشن کی گئی تھی آج اس کی منور کرنوں سے ساری دنیا بقعۂ نور

بنی ہوئی ہے۔

امیر مملکت محمد بن سعود کا دور حکومت پچھتر ۷۵ برس کو محیط رہا، بعد ازاں ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو آل سعود کے بطل جلیل ملك عبد العزيز بن عبد الرحمن الفیصل آل سعود مملکت العربیہ السعودیہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر سرزمین عرب میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنے مورث اعلیٰ امیر محمد بن سعود اور مجدد ملت مصلح اعظم شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین عرب میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مساعی حسنہ کو فروغ دینے کا تسلسل جاری رکھا۔ چنانچہ آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں اور اس مثالی مملکت اسلامیہ کے خلاف فرنگی سامراج کی ریشہ دوانیوں کا نہایت تدبر اور حکمت کے ساتھ سد باب کر کے مملکت عربیہ کی تنظیم نو کی اور ہر قریہ اور شہر کے باشندوں کو زندگی کی سہولتوں سے آراستہ کیا۔ قدرتی چشموں کی اصلاح کر کے پانی سے محروم لوگوں کی تشنگی دور کی۔ منتشر آبادیاں چشموں کے گرد جمع کر کے وہاں پر مساجد، شفاخانوں، دینی و دنیوی تعلیم کی درسگاہیں اور محکمہ قضاۃ کے مراکز قائم کیے۔ پھر جوں جوں وسائل فراہم ہوتے گئے مملکت سعودیہ کے باشندوں کی خدمت اور فلاح معاشرہ کے اقدام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا۔ جس کے باعث مملكة العربيه السعوديه کے ریگستانوں اور سنگلاخ میدانوں میں جہاں اونٹوں اور خچروں کا ذریعہ آمد و رفت تھا وہاں تیز رفتار موٹر گاڑیاں آ گئیں۔ جھونپڑیوں کی جگہ پختہ عمارتیں بن گئیں، ٹمٹماتے چراغوں کی جگہ بجلی کی روشنی سے علاقہ جگمگا اٹھا۔ عازمین حج و عمرہ کے قافلے چور ڈکیتی کے خوف سے محفوظ اور بلا جھجک رواں دواں ہونے لگے۔ حرم شریف میں جہاں مختلف فقہی مکاتب و مسلک کے لوگ اپنے اپنے آئمہ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے ان میں وحدت امت کا رشتہ استوار کر کے ایک ''امام الحرم'' کی اقتداء میں نمازوں کی با جماعت ادائیگی کا اہتمام ہوگیا اور کتاب و سنت کے

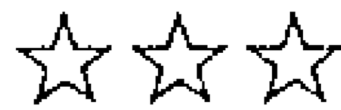
مطابق قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ شرک و بدعت اور غیر اسلامی رسوم کا خاتمہ کر کے مملکت کو اسلامی فلاحی ریاست کے قالب میں ڈھالا۔ چنانچہ ایک مہذب، خوشحال اور پرامن ملک دنیا کے نقشے پر نمودار ہوگیا۔

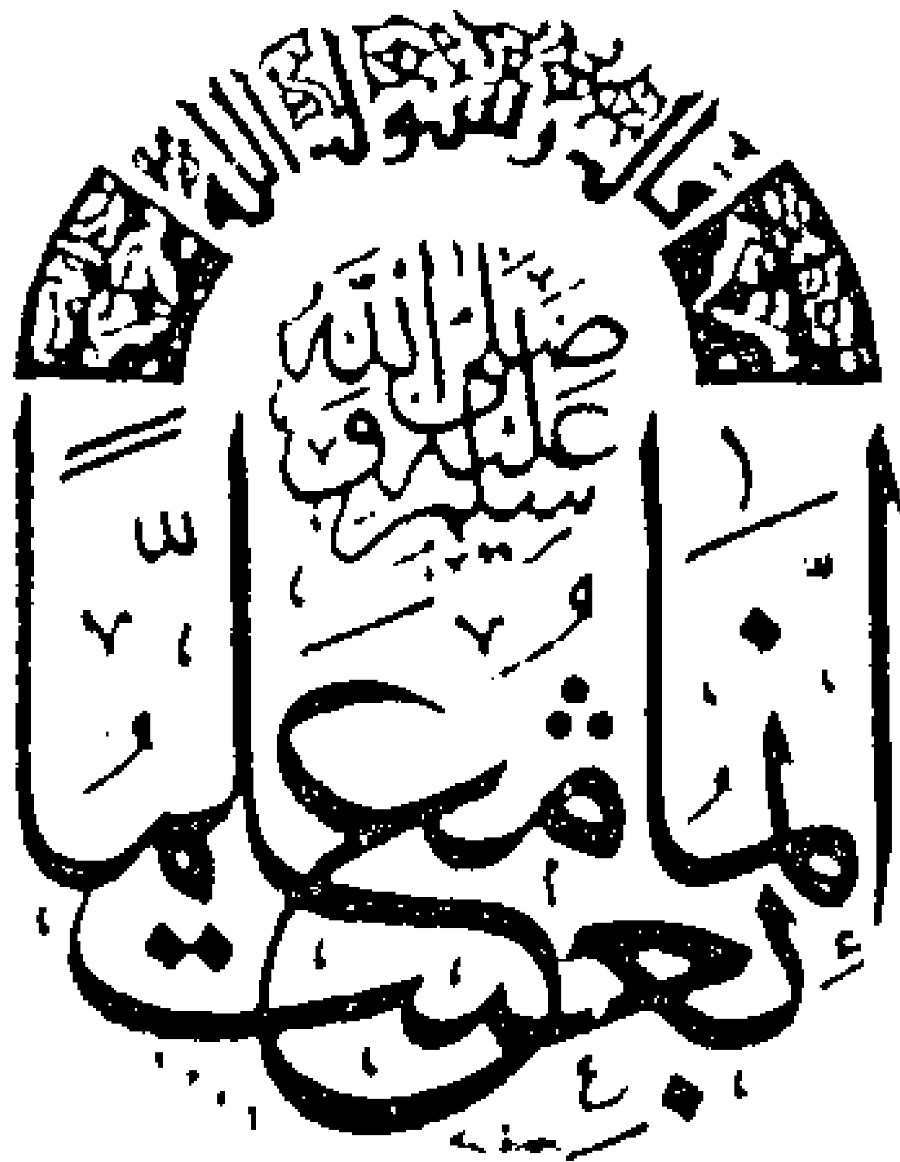
بہر نوع ۱۶ ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۵۳ء کو امیر المملکۃ ملک عبدالعزیز آل سعود داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور زمام حکومت ان کے فرزند ملک سعود بن عبد العزیز کے ہاتھوں میں آ گئی۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فلاح معاشرہ کے سلسلے میں مزید تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ ان میں سے حرمین الشریفین کی توسیع، رابطہ عالم اسلامی کے نام سے ایک مرکزی ادارے اور مدینہ منورہ میں عالم اسلام کی ایک عظیم مثالی یونیورسٹی کا قیام خصوصاً قابل ذکر ہے۔

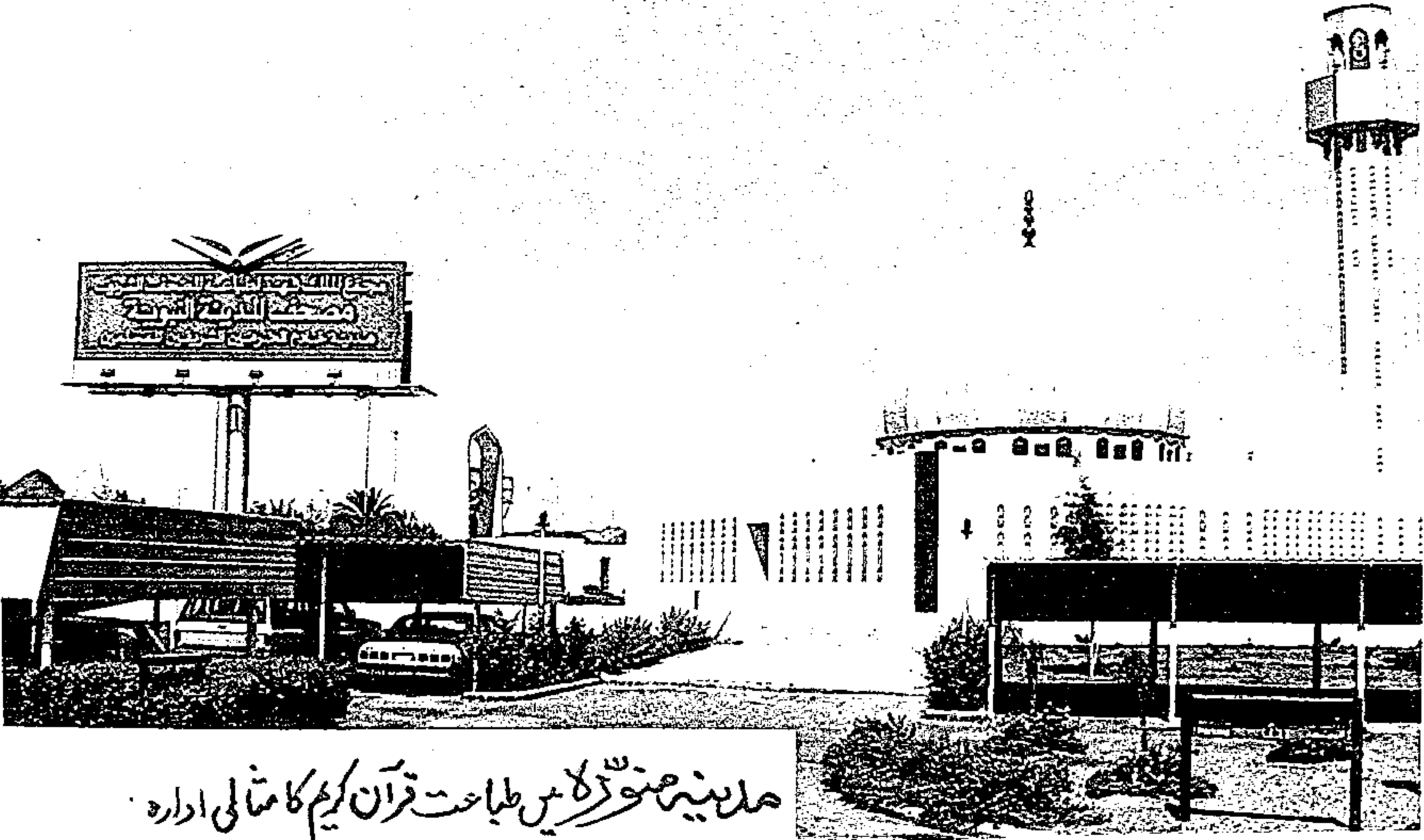
فیصل بن عبد العزیز کا دور اقتدار:

ان کی وفات کے بعد دنیائے اسلام کی جلیل القدر انقلابی شخصیت جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حکمراں مقرر ہوئے انہوں نے جس تدبر، فہم و فراست اور جرأت مندی کے ساتھ نظام حکومت چلایا اور اسلام دشمن طاقتوں کے مکروہ عزائم خاک میں ملائے۔ اس کے اثرات تا دیر باقی رہیں گے۔ پاکستان کے سابق حکمراں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ۱۹۷۴ء اسلامی سربراہ کانفرنس لاہور کا انعقاد، بنگلہ دیش کو اسلامی ملک کی حیثیت دلانے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے اسلام آباد میں عظیم الشان اور ایک مثالی شاہ فیصل جامع مسجد کی تعمیر کے علاوہ پاکستان میں بعض اسلامی اقدامات ملک فیصل بن عبدالعزیز شہید ہی کی ہدایات اور تعاون کے شیریں ثمرات اور زریں کارنامے ہیں۔ جن سے تاریخ ملت کے صفحات ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی انہی اسلامی خدمات کے اعتراف میں راقم الحروف نے

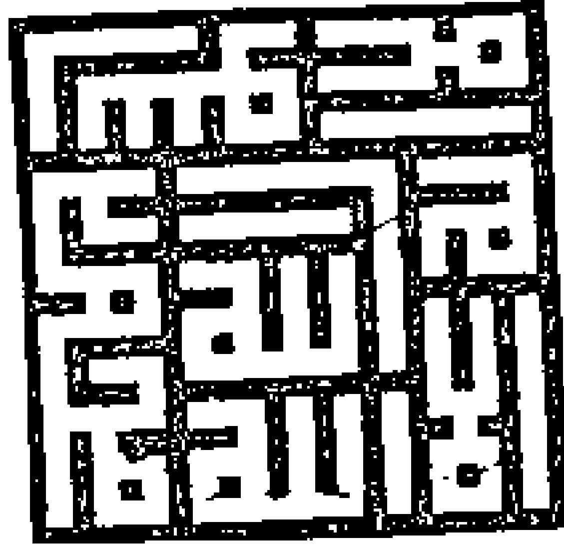
مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۵ء کو بحیثیت خطیب مرکزی جامع مسجد کچہری بازار لائل پور کا نام تبدیل کر کے فیصل آباد رکھنے کی قرارداد پیش کرنے اور منظور کروانے کا شرف و اعزاز حاصل کیا تھا۔ جسے شہریوں کی پر زور تائید و حمایت کے بعد سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے قبول کر کے لائل پور کا نام فیصل آباد رکھنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء کو عالم اسلام کے بطل جلیل ملک فیصل بن عبد العزیز آل سعود اسلام دشمن طاقتوں کی سازش سے شہید ہو گئے بعد ازاں ان کے بھائی ملک خالد بن عبد العزیز آل سعود نے زمام حکومت سنبھالی اور اپنے پیش رو مثالی حکمرانوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مملکۃ عربیہ السعودیہ میں بعض تاریخی اقدامات کے ساتھ عالم اسلام کے مختلف مقامات پر مستحسن یادیں چھوڑیں۔ جن میں سے ملک فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اخراجات کے ساتھ تعمیر کردہ فیصل جامع مسجد اسلام آباد کی رسم افتتاح آپ کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی تھی۔ ملک خالد بن عبد العزیز آل سعود بلند اخلاق اور مقبول و محترم شخصیت تھے۔







مدینہ منورہ میں طباعت قرآن کریم کا مثالی ادارہ۔



خادم الحرمین فہد بن عبد العزیز کے سنہری کارنامے

ملک خالد بن عبد العزیز آل سعود کے بعد فہد بن عبد العزیز آل سعود ۲۱ شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۸۲ء کو مملکۃ العربیہ السعودیہ کے حکمراں مقرر ہوئے تو انہوں نے جلالۃ الملک کے بجائے خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حقیقی خادم الحرمین ثابت کر دکھایا۔ چنانچہ آپ کے مبارک اور مسعود دور میں مسجد الحرام اور مسجد نبوی ﷺ کی عظیم الشان توسیع کے ساتھ صحن مسجد الحرام میں ٹھنڈا فرش نصب کرنے کی ایسی حیران کن تعمیراتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں کہ دیکھنے والا ورطۂ حیرت میں گم رہ جاتا اور دل کی گہرائی سے آل سعود کی لائق صد تحسین خدمات پر (جزا کم اللہ احسن الجزاء) کے الفاظ سے دعائیں اور داد دینے پر قلبی وروحانی سکون محسوس کرتا ہے۔

خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبد العزیز آل سعود کے دور مبارک میں حرمین شریفین کی توسیع، تزئین و آرائش کے دوش بدوش اقصائے عالم سے لاکھوں کی تعداد میں آنے والے عازمین حج و عمرہ کے لئے ٹرانسپورٹ، رہائش اور اشیاء خورد و نوش کے اطمینان بخش انتظامات کئے گئے ہیں۔

☆ اس سلسلے میں جدہ کی بندرگاہ پر بحری راستے سے اور حج ٹرمینل پر فضائی

طرائق سے آنے والے عازمین حج وعمرہ کے لئے ہر قسم کی سہولت سے آراستہ عظیم الشان حاجی کیمپوں کے علاوہ انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ائیر کنڈیشنڈ جدید ترین آرام دہ بسوں، کاروں کی فراہمی اور کشادہ، یک طرفہ سڑکوں کی تعمیر کے اعلیٰ انتظامات کئے گئے ہیں۔

☆ کسی زمانے میں حجاج کرام زمزم کا ایک گھونٹ پینے کو ترستے تھے مگر اب جدید ترین مشینوں کی تنصیب کے ساتھ مسجد الحرام میں ٹھنڈے زمزم کے کولروں اور مکہ معظمہ کے مختلف مقامات پر زمزم حاصل کرنے کے مراکز قائم کرنے کے علاوہ مسجد نبوی ﷺ میں بھی وسیع پیمانے پر مشروب مقدس زمزم فراہم کرنے کے بہترین انتظامات کئے گئے ہیں اور شدید ترین گرمی کے موسم میں خادم الحرمین آل سعود کی طرف سے بڑے بڑے کنٹینروں کے ذریعے عازمین حج میں جگہ جگہ خصوصاً منیٰ اور عرفات میں ٹھنڈا پانی پلاسٹک کے لاکھوں تھیلوں میں تقسیم کرنے کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ نیز میدان عرفات میں گرمی کی شدت کم کرنے کے لئے نیم کے درخت لگائے گئے اور پانی کے پھواروں سے مصنوعی بارش کا سماں پیدا کرنے کے حیران کن انتظامات کئے گئے ہیں۔

☆ خدام الحرمین الشریفین کے دور حکومت میں نہ صرف سعودی عرب کے مختلف مقامات پر واقع قدیم مساجد کی عالی شان تعمیر نو کا اہتمام کیا گیا ہے بلکہ دنیا کے بیشتر مسلم اقلیت والے ممالک خصوصاً یورپ اور افریقہ کے اکثر مقامات پر خوبصورت اور عالی شان مساجد اور اسلامی ثقافتی مراکز، اسلامی مدارس کی تعمیر اور ان میں علمی و دینی خدمات انجام دینے والے عملے (آئمہ و مدرسین) کے بھاری اخراجات سعودی حکومت ہی برداشت کر رہی ہے۔ نیز دنیا کے اکثر مسلم اور غیر مسلم ممالک میں اسلام

کے صحیح عقائد و نظریات کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دلانے کے لئے سعودی حکومت کے محکمہ دعوت و ارشاد کی طرف سے مبعوثین کے تقرر کے علاوہ اس علاقے میں دین اسلام کے صحیح معلمین و مدرسین کے مصارف بھی سعودی حکومت کی طرف سے اداء کرنے کا اہتمام بھی ہے۔

☆ دنیا بھر میں فرزندان اسلام پر غیر مسلموں کے سفاکانہ مظالم کا ہدف بننے والے بے گناہ اور مظلوم مسلمانوں کی ہر ممکن امداد کے سلسلے میں سعودی حکومت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور فرزندان اسلام پر غیر مسلموں کے سفاکانہ مظالم پر ان کی مال و اسباب کے ساتھ فراخدلی کے ساتھ مدد کی جاتی ہے۔ لاکھوں ریال، ادویات، خیموں اور اشیاء خوردنی (حتیٰ کہ قربانی کا گوشت وغیرہ) ان مظلوم اور بے سہارا مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے معقول انتظامات کئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ افریقہ وغیرہ ممالک کے فاقہ زدہ انسانوں کو بھی اسی جذبۂ خدمت خلق کے تحت خوب امداد دی جاتی ہے۔

☆ فرزندان اسلام کی ہر ممکن مادی امداد کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی بالیدگی اور فکری و نظری رہنمائی کے سلسلے میں عالم اسلام کے اکثر شہروں اور قصبات کے مسلمانوں میں کتاب و سنت کے مطابق مختلف زبانوں میں اسلامی مطبوعات مفت تقسیم کی جاتی ہیں اور سب سے اہم قابل ذکر مدینہ منورہ میں قائم ''ملک فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس'' ہے جس کا مقصد نہایت خوشنما اور اعلیٰ معیار کی کتابت و طباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر غلطیوں سے پاک قرآن کریم کی طباعت اور دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کرام اور دینی اداروں میں مفت تقسیم کا اعلیٰ انتظام سعودی حکومت کا معرکہ آراء کارنامہ ہے۔ اس بابرکت منصوبے کی

منظوری اور اس عظیم الشان قرآنی طباعت کے مرکز کا سنگ بنیاد خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبد العزیز آل سعود نے ۱۶ محرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء کو اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔

اس قرآنی طباعت کے مرکز نے اب تک عربی زبان کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی جرمن، اُردو، حبشی، ترکی، فرانسیسی، ہوسا اور تھائی لینڈ وغیرہ کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے اور دیگر زبانوں میں تراجم و تفسیر کا سلسلہ جاری ہے۔

سیرت النبی ﷺ کا ایوارڈ:

اسوۂ رسول اللہ ﷺ کے مطابق مطبوعہ کتب سیرت پر ایوارڈ دینے کا بھی اہتمام گیا کیا ہے، چنانچہ دنیا کے مختلف ممالک کے محبان نبوی ﷺ کی جانب سے مرتب اور شائع کردہ کتب سیرت پر لاکھوں ریال کا انعام دینے کا اہتمام ہے۔ جس کا سعودی عرب کے موثر مجلّہ ''رابطہ عالم اسلامی'' میں اشتہار شائع کر کے کتب سیرت حاصل کی جاتی ہیں جو خدام الحرمین کی حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ گہری عقیدت و محبت کا آئینہ دار ہے۔

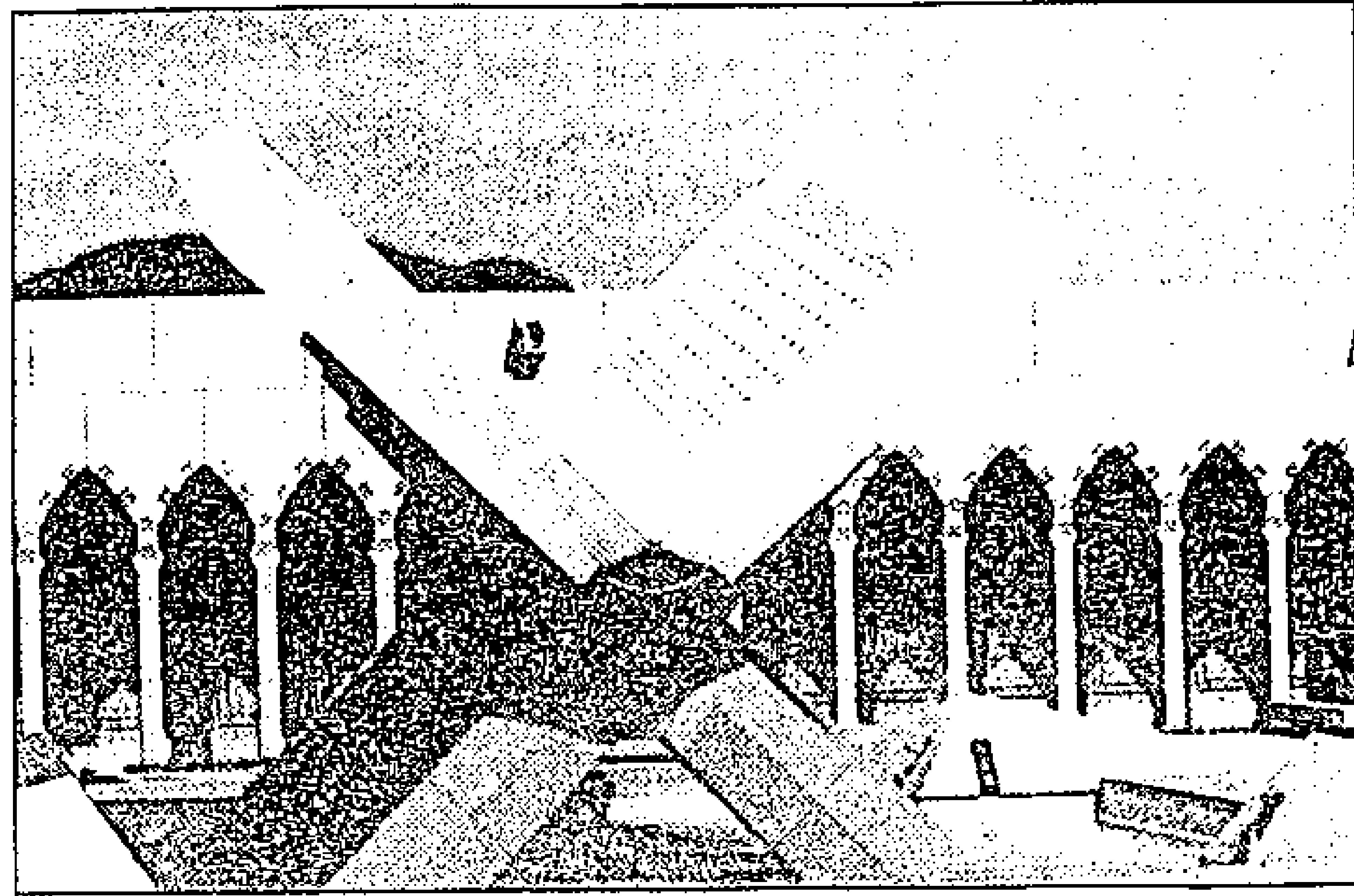
بہر نوع آل سعود نے اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کو فروغ دینے اور امت مسلمہ کی روحانی و مادی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ لائق صد تحسین ہیں اور تاریخ ملت کے صفحات میں ان کی یادوں کے نقوش ہمیشہ تازہ اور روشن رہیں گے۔

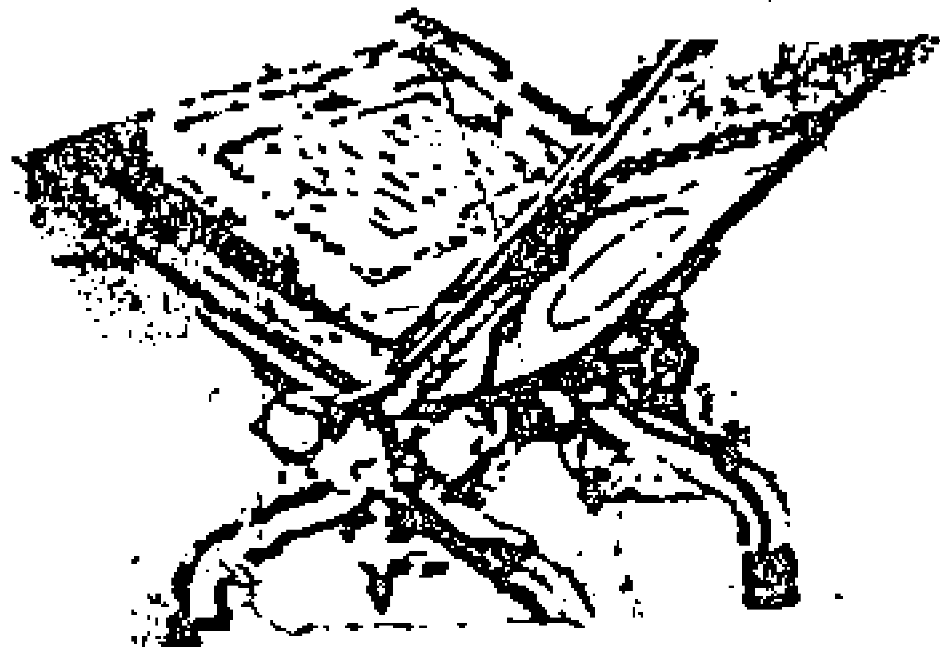


مجمع الملك فهد يصدر أول ترجمة في العالم لمعاني القرآن الكريم بلغة الإشارة

الرياض - "العالم الإسلامي"

■ سيصدر مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة قريبا أول ترجمة من نوعها في العالم لمعاني القرآن بلغة الإشارة للصم والبكم. أفاد بذلك معالي الوزير الشيخ صالح آل الشيخ مشيرا إلى أن هذا الإصدار يأتي بتوجيهات سامية من خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز آل سعود رعاية منه لهذه الشريحة المهمة ؛ ليتمكنوا من فهم معاني القرآن الكريم، وتدبر معانيه باللغة التي يفهمونها. وأبان معاليه أن العمل في هذه الترجمة- التي تعد الأولى من نوعها ، وأحد مشروعات المجمع المهمة لترجمة معاني القرآن الكريم- بدأ منذ سنة تقريباً ، وشكلت له لجنة برئاسة أمين عام المجمع مكونة من خبراء في لغة الإشارة بالمملكة العربية السعودية ، والمختصين فيها ، كما ضمت اللجنة مجموعة من الصم ، وأساتذة متخصصين في التفسير ، وعلوم القرآن من جامعات المملكة. وذكر معاليه بأن إصدار هذه الترجمة بلغة الإشارة سيكون على مراحل ستكون المرحلة الأولى منه إصدار جزء يتضمن سورة الفاتحة ، وجزء عم. ولفت معاليه الأنظار إلى أن هذا الإصدار الجديد للمجمع ستتبعه - بإذن الله- مشروعات مماثلة ترمي إلى خدمة كافة شرائح المجتمع المسلم ، وتمكينهم من التواصل مع كتاب الله أيا كانت أحوالهم وأوضاعهم وقدراتهم ، حتى يهتدوا بهديه ، ويلتزموا بأحكامه وآدابه سلوكاً وعملاً. ومما يذكر أن المجمع أصدر ترجمات لمعاني القرآن الكريم بحوالي (٤٥) لغة وفقاً لما يلي : (٢٤) لغة آسيوية ، و(١٠) لغات أوروبية ، و(١١) لغة أفريقية ، وبما يزيد على (٦٠) إصداراً ، والعمل جار لإنجاز ترجمات أخرى . ويعتبر المجمع أحد المعالم المشرقة التي تقدمها المملكة العربية السعودية لخدمة الإسلام والمسلمين في مختلف أرجاء العالم ، وينتج المجمع سنوياً ما متوسطه عشرة ملايين نسخة، ويوزع مثلها على المسلمين في جميع القارات .





اشارے کی زبان میں پہلا ترجمہ قرآن کریم

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے آل سعود نے مملكة العربية السعوديه میں جہاں بہت سے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں وہاں خادم الحرمین ملك فهد بن عبد العزيز رحمه الله نے گونگے بہرے اور نابیناؤں کے لئے اشاراتی زبان میں ترجمۃ القرآن شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے اور پوری دنیا میں یہ پہلا ترجمہ ہے جو اشارے کی زبان میں طبع کیا جارہا ہے۔ جس سے گونگے بہرے اور بینائی سے محروم افراد بآسانی استفادہ کرسکیں گے۔

مدینہ منورہ میں قائم مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف کی طرف سے اس نادر ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت کا اہتمام اس کے نگران وزیر شیخ صالح آل شیخ کی مشاورت اور کوشش اور خادم الحرمین ملک فہد بن عبدالعزیز کی خصوصی ہدایات اور توجہات سے انجام پذیر ہوا۔ اشارے کی زبان میں گونگے بہرے افراد کے لیے قبل ازیں قرآن فہمی کا کوئی انتظام موجود نہیں تھا۔ اپنی نوعیت کی یہ پہلی لائق تحسین کوشش ہے جو بروئے کار آئی ہے۔

اس ترجمہ قرآن کریم کی ابتداء چند سال قبل ہوئی تھی جس کے لئے علوم القرآن، تفسیر، فن اشارہ اور لغات کے ماہر اساتذہ کرام کی خدمات حاصل

کی گئیں تھیں۔ اس ترجمے کے پہلے مرحلے میں سورۃ فاتحہ اور پارہ عم (یعنی تیسویں پارے) کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ پھر مکمل ترجمے کی طباعت کے بعد ساری دنیائے اسلام میں اس کے مستحقین میں تقسیم کا اہتمام ہوگا۔ اشارے کی زبان میں ترجمہ قرآن کریم سے استفادے کی سعادت پانے والے گونگے بہرے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے محروم تھے، سمجھنے اور پڑھنے کی صلاحیت سے ناآشنا تھے وہ بھی آسانی کے ساتھ اللہ کی آخری کتاب سے رہنمائی حاصل کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے خدام الحرمین آل سعود کی نگرانی اور حسبِ ہدایت صرف قرآن کریم کی طباعت واشاعت کے لئے مدینہ منورہ میں قائم یہ مطبع قبل ازیں دنیا کی قریباً پچاس (۵۰) زبانوں میں تراجم شائع کرکے تقسیم کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے مطابق چوبیس ایشیائی زبانوں میں، دس یورپین، گیارہ افریقی اور ساٹھ سے زائد علاوہ ازیں مختلف تراجم شائع کئے جاچکے اور مزید کئے جارہے ہیں۔

خدام الحرمین الشریفین آل عبدالعزیز بن سعود نے اسلام اور مسلمانانِ عالم کی دینی وعلمی ضرورت اور ان کی اسلامی رہنمائی اور خدمت کے سلسلے میں ہمہ جہت خدمات کا ایک مستحسن سلسلہ شروع کررکھا ہے اور دنیائے اسلام میں رائج قرآن کریم کے مختلف رسم الخطوں میں کئی لاکھ تعداد کے نسخے طبع کئے جاچکے اور حج بیت اللہ شریف کے موقع پر تمام ملکوں کے حجاج کرام کو واپسی پر ان کے ممالک میں رائج رسم الخط کے مطابق مطبوعہ قرآنی نسخے تقسیم کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس طرح ہر سال تقریباً دس ملین سے زائد قرآن کریم کے مطبوعہ نسخے

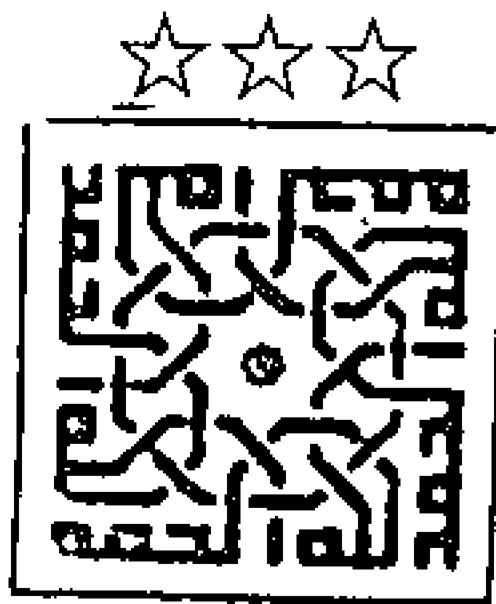
مفت تقسیم کر کے سعودی حکومت ملت اسلامیہ کی لائق تحسین خدمت میں شب و روز سرگرم عمل ہے۔

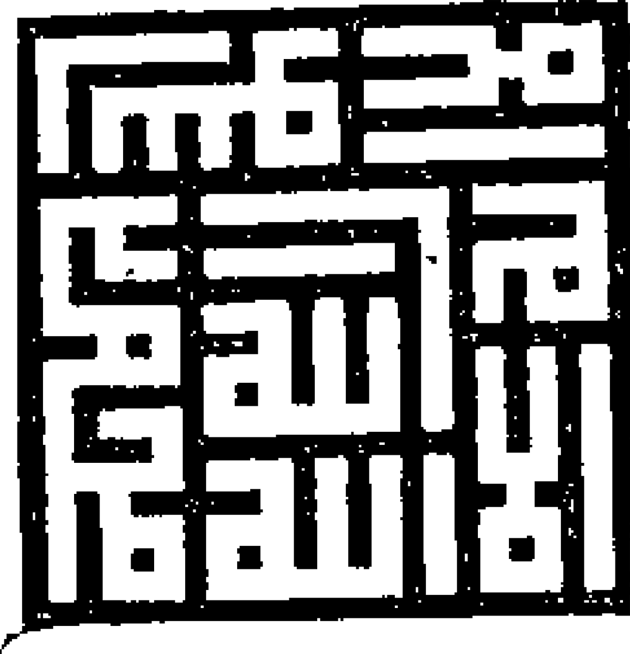
ان قرآنی تفاسیر اور تراجم میں مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے عقاید و نظریات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ حکومت سعودیہ اعتدال و توازن برقرار رکھتے ہوئے نظام حکومت چلا رہی ہے اور سعودی باشندوں کے دوش بدوش ساری دنیائے اسلام کے معاشی، معاشرتی اور دینی و علمی تقاضوں کی تکمیل و تحفیظ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا خدام الحرمین الشریفین کی ان معتدل اور جمہوری کوششوں سے دنیا سے تشدد اور دہشت گردی ختم ہو رہی ہے اور اعتدال و توازن کا روح افزا ماحول ہمہ گیر ہو رہا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ سعودی حکمراں حضرت آمنہ کے لال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نظام امن و سلامتی رائج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اسی لئے سعودی عرب کے حکمراں عالم اسلام کی آنکھوں کے ستارے، ان کے دلوں کی دھڑکن اور ان کے محبوب رہنما ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ معظمہ کو بلد الامین سے موسوم کیا ہے۔ اس شہر امن و سلامتی کے ساتھ دنیا کا امن اور سلامتی وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے حکمرانوں کی حفاظت کرے۔

((غلبهم الله و ایدهم بنصرته))

☆☆☆





خادم الحرمین الشریفین

ملك عبد الله بن عبد العزيز رحمه الله

کا عہد زریں

اللہ تعالیٰ نے سعودی حکومت کے بانی ملک عبد العزیز آل سعود کو اپنی خاص نعمتوں اور نوازشات سے خوب نوازا ہے، آپ کی آل اولاد نہ صرف آداب حکمرانی و جہاں بانی سے خوب واقف ہے بلکہ انہیں سب سے پہلے دین اسلام کے علوم وفنون سے بہرہ مند کرنے کی سعادت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آل ملک عبد العزیز کے دیگر فرزندانِ ارجمند کی طرح مملکۃ سعودی عرب کے سابق حکمراں خادم الحرمین الشریفین ملك عبدالله بن عبد العزيز بھی باقاعدہ مستند عالم دین اور حافظ قرآن مبین تھے۔ نیز ان کی ممتاز خوبی یہ کہ آپ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں اور آداب حکمرانی کی ارفع قدروں سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ فوجی اور دفاعی حکمت عملی سے بھی خوب آشنا اور ماہرانہ دسترس رکھتے ہیں، اسی لئے آپ تمام سعودی افواج کے سربراہ کے عہدہ جلیلہ پر بھی فائز ہیں۔ اور عصر حاضر کے جدید تقاضے کے مطابق سعودی عرب کا نظم مملکت نہایت خوش اسلوبی اور سلیقے کے ساتھ بروئے کار لانے میں سرگرم عمل ہیں۔

سعودی حکومت نے جہاں مختصر مدت میں اللہ کی عطا کردہ عظیم نعمت

تیل سے صحیح طور پر استفادہ کیا اور مملکت کا دنیا میں نام روشن کیا ہے وہاں سعودی باشندوں کے معاشی اور معاشرتی اصلاح احوال کی جانب بھی گہری توجہ رکھی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب میں اسلامی شرعی قوانین کے نفاذ کی وجہ سے چوری، ڈاکے، قتل و غارت گری اور دیگر اخلاقی برائیوں کا سدباب کر کے سعودی عرب کو ایک پر امن وسکون معاشرے کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔ بے پردگی، عریانی اور فحاشی کے اسباب و محرکات پر قدغن عاید ہے۔ غرضیکہ سعودی عرب ایک اسلامی و جمہوری اور فلاحی مملکت ہے جس کا نظم علماء و مشائخ اور مختلف شعبوں کے ماہرین مجلس شوریٰ کی حسب ہدایت جمہوری طریقے کے مطابق نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ بروئے کار آ رہا ہے۔

نئے تاریخ ساز اقدامات:

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ملک عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ آل سعود کو خدام الحرمین الشریفین کے اعزاز کے ساتھ امت مسلمہ کی ہر ممکن مادی اور روحانی خدمات کے لئے منتخب کیا ہے اور ایسی توفیق سے خوب خوب نوازا ہے کہ حرمین الشریفین کی توسیع اور حجاج و معتمرین کو جدید ترین سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلے میں دل کھول کر سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے اور انسانی اختیارات میں جو ممکن ہے بروئے کار لانے میں شب و روز ایک کئے جا رہے ہیں۔ خصوصاً مکہ معظمہ میں واقع تمام قدیم عمارتوں اور پہاڑوں کو گرا کر مسجد الحرام کے اردگرد بلند و بالا نئی عمارتیں کھڑی کی جا رہی ہیں، تاکہ حجاج و معتمرین کو حرم شریف کے قریب رہائش گاہیں میسر آ سکیں۔ اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حجاج و معتمرین کے اضافے کی وجہ سے رہائش گاہوں کا جو مسئلہ پیدا ہو رہا ہے اس کا حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ مسجد الحرام کے قریب واقع محلّہ شامیہ کی جانب جنت المعلیٰ تک کی تمام عمارتیں اور پہاڑ مسمار کر کے نئی تعمیرات کا آغاز ہو چکا ہے۔ اسی طرح باب

ملک فہد کے سامنے واقع شارع ابراہیم خلیل اللہ اور اس سے متصل جبل عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہموار کر کے وہاں پر بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر سے مکہ شہر کا نقشہ ہی تبدیل ہو رہا ہے۔

مکہ ٹاور کا تعمیری عجوبہ:

باب ملک عبد العزیز اور محلّہ مسفلہ کے آغاز پر بہت بلند ایک ایسی ۵۷۷ میٹر بلند ۷۶ منزلہ بلڈنگ تعمیر کی گئی ہے جس پر دنیا کی سب سے بڑی چار رخی گھڑی نصیب کی گئی ہے تا کہ اس مقدس سرزمین میں حاضری کی سعادت پانے والوں کے ساتھ ساتھ اہل مکہ معظّمہ بھی ٹائم دیکھ کر مسجد الحرام میں نمازیں بروقت باجماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ اور رویت ہلال کا بھی نظارہ کیا جا سکے۔ یہ ایک ایسا گھڑیال ہے جو برطانیہ کے لندن ٹاور (بگ بن) سے چھ گنا بڑا ہے۔ اس پر 16 ایسی لیزر روشنیاں نصب ہیں جن کی شعاعوں سے آسمان پر اللہ کا مبارک نام منعکس ہوتا ہے اور ہر گھنٹے کے بعد گھڑیال کا رنگ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ خادم الحرمین ملک عبداللہ بن عبد العزیز کے عہد سعید میں صفاء مروہ کی سعی کا انتظام بھی دو رویہ وسیع تر کر دیا گیا ہے اور صفا سے مروہ تک اگرچہ دوہرا نظام موجود تھا۔ مگر اب سابقہ مسعیٰ کے ساتھ اسی طرح دوہری نئی تعمیرات کے ذریعہ سعی کا ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ لاکھوں عازمین حج و عمرہ بآسانی سعی کا فریضہ اداء کر سکیں گے۔ علاوہ ازیں درمیان میں معذوروں کے لئے بھی ریڑھیوں اور ویل چیئرز کی آمد و رفت کا اطمینان بخش انتظام کر دیا گیا ہے۔

منیٰ میں انقلابی اقدامات:

منیٰ میں مناسک حج کی ادائیگی کے دوران جمرات پر رمی کا قدیم اور پرانے انتظامات عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق نہ ہونے کے سبب اکثر افسوسناک اور ہلاکت خیز صورت پیش آ جاتی تھی۔ پرانے طرز کے خیمے بعض حجاج کی بے احتیاطی کے باعث آتشزدگی کی لپیٹ میں آ جاتے تھے۔ جس سے کئی حجاج لقمہ اجل بن جاتے، یا جھلس کر زخمی ہو جاتے تھے۔ اس افسوسناک

صورت حال پر قابو پانے کے لئے اب جدید طرز کے ائیرکنڈیشنڈ اور آگ سے محفوظ میٹریل سے تیار شدہ خیمے نصب کئے گئے ہیں جس پر حجاج کرام مطمئن ہیں۔

علاوہ ازیں جمرات کے سابقہ نظام میں بھی زبردست تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اور شیطانوں کو کنکریاں مارنے کا سابقہ طریق کار ختم کر کے اس کے بجائے اب پانچ منزلہ نظام جمرات معرض وجود میں آ گیا ہے کیونکہ سابقہ انتظام لاکھوں حجاج کے روز افزوں اضافے سے ناکافی تھا اور جمرات پر رمی کرتے وقت بے پناہ ہجوم میں پھنس کر بعض افراد گر جاتے اور سفر آخرت اختیار کر جاتے تھے۔ اس لرزہ خیز صورت کو اطمینان بخش صورت میں تبدیل کرنے کے لئے تینوں جمرات (اولیٰ، وسطیٰ اور عقبہ) پر رمی کرنے کے لئے ایک تو جمرات کا حجم گول یا چورس رکھنے کی بجائے انہیں مستطیل (چوڑی دیوار) کی مانند کر دیا گیا اور ثانیاً یہ کہ رمی کرنے والوں کے لئے آمد و رفت کے راستے بھی متعین کر دیئے گئے ہیں کہ رمی کی خاطر جانے والے حجاج کی واپسی اس راستے سے نہیں بلکہ آگے چل کر دوسرے راستوں سے اپنے خیموں کے لئے لازم قرار دے دی گئی ہے۔ جس سے مناسک حج کی ادائیگی کے دوران یہ سب مشکل مرحلہ آسان اور سہل العمل بنا دیا گیا ہے۔

ریل گاڑی کا اجراء اور چھتریوں کی تنصیب:

خادم الحرمین ملک عبد اللہ بن عبد العزیز انقلابی فکر و نظر اور عصری تقاضے سے خوب واقف شخصیت ہیں۔ ان کے والد ماجد ملک عبد العزیز السعود سے لے کر اب تک حجاج و معتمرین کو سہولت فراہم کرنے کے سلسلے میں جو جو انقلابی اقدامات کئے گئے ہیں ان میں مزید بہتری لانے اور سہولیات فراہم کرنے کے سلسلے میں ملک عبداللہ بن عبد العزیز نے مختلف شعبوں میں نئے اقدامات کئے ہیں۔ انہی میں سے حجاج کرام کے لئے مکہ معظمہ سے میدان

عرفات تک ریل گاڑی کا انتظام کر کے حجاج کرام کے لئے آمدورفت کی لائق صد تحسین سہولت فراہم کر دی گئی ہے۔ اس تاریخی اقدام کا تجربہ بحمد اللہ تعالیٰ کامیاب رہا ہے مزید برآں ریل گاڑی کا یہ نظام جدہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک وسیع کرنے کے بھی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ جس سے عازمینِ حج کو اِن مقدس مقامات کے مابین کئی گھنٹے سفر کی جو صبر آزما مشقت اور کوفت برداشت کرنا پڑتی تھی اب وُہ سفر بآسانی طے ہو جایا کرے گا۔

نیز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جہاں عازمینِ حج وعمرہ کے لئے رہائش گاہوں کے حصول کا مسئلہ پریشانی کا موجب بنا ہوا تھا اب خادم الحرمین شریفین امیر المسلمین عبداللہ بن عبد العزیز حفظہُ اللہ کی خصوصی توجہ سے حرمین شریفین کے اردگرد تمام پرانی عمارات اور اندرون شہر واقع تعمیرات میں رکاوٹ بننے والے پہاڑ بھی ہموار کر کے توسیع کا لائق تحسین کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی الشریف کے باہر کھلے حلقے میں عازمینِ حج وعمرہ کی سعادت پانے والوں کی روزافزوں تعداد کی وجہ سے انہیں سخت موسم گرما اور بارش کے باعث شدید مشکلات کا سامنا پڑتا تھا۔ ان دشواریوں کے ازالے کے لئے خود کار چھتریوں کے عجیب وغریب انتظامات کئے گئے ہیں جو دنیا بھر میں منفرد اور اپنی نوعیت کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

غرضیکہ خادم الحرمین شریفین کی ہدایت پر حجاج ومعتمرین کی سہولت کیلئے جو بھی اقدام ممکن ہے اُسے بروئے کار لانے کی بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ نیز سعودی مملکت کے باشندوں کی معاشی، اقتصادی، دینی اور معاشرتی ضروریات پوری کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جا رہا ہے۔ جس کی بناء پر آج مملکت سعودیہ دنیائے اسلام میں ایک پُر امن اور مثالی مُملکت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور عالمِ اسلام کی حفاظت فرمائے۔ آمین!



مسجد الجامع (ابوظبی)

الشیخ
زید بن سلطان النہیان

والی متحدہ عرب امارات

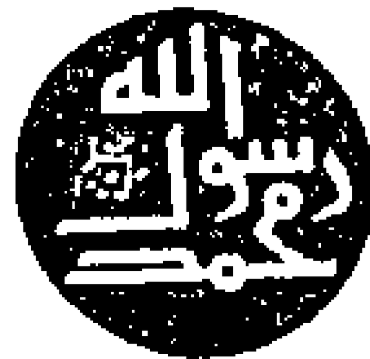
اللہ تعالیٰ نے عرب ریاستوں کو جہاں تیل اور معدنیات کی بہت بڑی دولت سے خوب مالا مال کیا ہے وہاں ان کے حکمرانوں کو اللہ کی خوشنودی اس کی مخلوق کی بھلائی، معاشرتی فلاح اور خدمت خلق کے لئے پوری فراخدلی اور وسعت ظرف کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ اور خیراتی اداروں کے قیام کے سلسلہ میں عظیم الشان کارنامے انجام دینے کی توفیق سے بھی خوب نوازا ہے۔

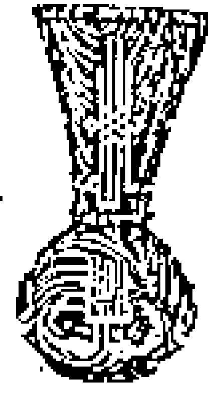
متحدہ عرب امارات میں اپنے باشندوں کی آسائش، معاشرتی، تہذیبی و تعلیمی ترقی اور خوشحالی کی خاطر جو لائق صد تحسین اقدامات کیے ہیں وہ تاریخ ملت کے صفحات میں درخشاں باب کی حیثیت سے ہمیشہ تابناک رہیں گے۔

عرب ریاستوں میں ترقی پذیر مثالی مملکت متحدہ عرب امارات کے سربراہ الشیخ زید بن سلطان النہیان نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی فلاح معاشرہ اور خدمت خلق کے لئے جو سنہری اقدامات کیے ہیں ان میں بہاول پور ڈویژن کے ضلع رحیم یار خاں کے وسیع و عریض رقبے کے ریگستانوں کو گل و گلزار سے آراستہ خوشنما گلستان میں تبدیل کرنا خصوصاً قابل ذکر ہے۔ کسانوں اور کاشت کاروں کے لئے نہری جاری کرکے آب رسانی کے نظام کے قیام،

ائیر پورٹ ، ہمہ جہت سڑکوں، دینی مدارس، عالی شان مساجد اور دیگر تعلیمی اداروں کی جدید ترین تعمیرات کے دوش بدوش لاہور میں بہت بڑے خیراتی ادارے شیخ زید ہسپتال کا قیام نہ صرف اہل لاہور بلکہ پورے علاقے کے جاں بلب مریضوں کے لئے ایک شفا بخش اور طمانیت افزا سہارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ہسپتال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انسانوں کے لئے حیات نو کا سامان فراہم کردیا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ شیخ زید بن سلطان النہیان کی طرف سے ملک کے مختلف شہروں اور بالخصوص پسماندہ علاقوں کے بے وسیلہ لوگوں اور غریب انسانو ں کی بھلائی کے لئے فلاحی اور علمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔

متحدہ عرب امارات کے حکمران شیخ زید بن سلطان النہیان کے جذبہ خدمت خلق کی تازہ عمدہ مثال فلسطین کے علاقے میں اسرائیلی درندوں کے ہاتھوں مقبوضہ بیت اللحم میں شہید شدہ مسجد عمر اور دیگر مسلم اداروں کی از سر نو تعمیر کے اخراجات برداشت کرنے کا اعلان ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ارض فلسطین میں دینی وملی اداروں اور مفلوک الحال فلسطینیوں کی رہائش گاہیں تعمیر کرانے کے ساتھ ساتھ اسرائیلی دہشت گردوں کی اندھا دھند بمباری سے بیت اللحم کے ویٹ نیٹی چرچ کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تعمیر نو کے اخراجات بھی متحدہ عرب امارات ہی برداشت کرے گی۔ کیونکہ ارض القدس میں تمام مسلمان حکمران غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور ان کے مقدس مقامات کی ہمیشہ حفاظت وصیانت کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ مسلمان ان یہودی اسرائیلی ظالموں کے سامنے محسن انسانیت ﷺ کے اخلاق حسنہ کا روح افزاء اور ایمان افروز نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔





شیخ زید بن سلطان
کے
پاکستان میں خدمت خلق کے اقدامات

شیخ زید بن سلطان النہیان کے اخراجات سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مختلف مقامات پر کئی ادارے لائق تحسین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے اسلامی تعلیم وثقافت کے اداروں کے نام درج ذیل ہیں:

کراچی یونیورسٹی میں اسلامی سنٹر، ڈیفنس سوسائٹی میں شیخ زید ماڈل سکول، ڈیرہ غازی خان میں ایجوکیشن سنٹر، علاوہ ازیں ڈیرہ اور میر پور سانگڑھ میں ۳۷ مساجد تعمیر کی جاچکی ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام آباد میں شیخ زید انٹرنیشنل سکول، خرمگی واشوک ضلع خاران میں سکول، رحیم یار خان میں پرائمری اور مڈل سکول کے علاوہ عظیم الشان ہوسٹل بھی تعمیر کیا جاچکا ہے۔

شعبہ تعلیم اور صحت عامہ کے لیے شیخ زید ہسپتال اور پوسٹ گریجوایٹ ادارہ، شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان، شیخ زید ہسپتال لاڑکانہ، شیخ زید ہسپتال برائے خواتین میر پور سانگڑھ، شیخ خلیفہ بن زید میڈیکل کمپلیکس کوئٹہ، شیخ خلیفہ بن زید ہسپتال باسمہ ضلع خاران، زید یہہ ٹاؤنز کوٹ ڈی جی میں ڈسپنسریاں، رحیم یار خان میں منشیات کے عادی مریضوں کے علاج کے لیے شیخ زید مرکز نہایت لائق

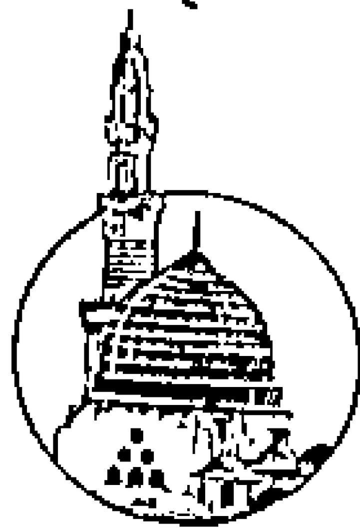
تحسین خدمات انجام دے رہا ہے۔

تعلیم وصحت کے شعبہ جات کے علاوہ شیخ زید بن سلطان النہیان کے اخراجات سے خصوصی طور پر رحیم یار خان اور لاڑکانہ میں ضرورت مندوں کے لئے مختلف بستیاں اور مکانات تعمیر کیے گئے ہیں۔ یہ بستیاں مدینہ (شہر) کے نام سے آباد ہیں۔ مدینہ زید نمبر ۱، ۲ اور ۳ رحیم یار خان، مدینہ زید کوٹ ادو، چولستان ضلع رحیم یار خان میں خان والا، نواں کوٹ میں مکانات اور دوکانیں، درالسلام قمرالاسلام کراچی قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں رحیم یار خان، سمشی اور واسک ضلع خاران، سکردو اور میر پور میں بجلی کی فراہمی کے اقدامات اور ضلع خاران، میر پور، سکردو، صحرائے چولستان، رحیم یار خان وغیرہ علاقے میں سڑکوں کی تعمیر کے علاوہ رحیم یار خان میں عظیم الشان ایئر پورٹ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق مخلوق خدا کی خدمت کے بہت سے لائق صد تحسین اقدامات کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ خدمت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

بہر نوع الشیخ زید بن سلطان النہیان جیسی مدبرانہ اور عوامی خدمت کے جذبے والی مثالی قیادت کے دوران متحدہ عرب امارات نے زندگی کے تمام شعبوں میں جو حیرت انگیز ترقی کے مراحل طے کیے ہیں اور اپنے عوام کی خدمت اور خوشحالی کے سلسلے میں جو اقدامات کیے گئے ہیں وہ تاریخ ملت اسلامیہ کے اوراق میں ہمیشہ درخشاں اور تابناک رہیں گے۔

جزاهم الله احسن الجزاء فی الدنيا والآخرة





مکتوب نبوی ﷺ کے حصول کی سعادت

محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات اقدس حاصل کرنے کے سلسلے میں عالم اسلام کی نامور محقق شخصیت ڈاکٹر حمید اللہ (فرانس) نے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی مساعی حسنہ کا تذکرہ اگرچہ اس موضوع کی کتاب سیرت میں الگ ہو چکا ہے، لیکن اس جستجو اور دریافت کی مہم کے دوران جب شیخ زید بن سلطان النہیان کو اطلاع ملی کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا جو مکتوب بازنطینی حکمران ہرقل کے نام لکھا گیا تھا وہ اردن کی ملکہ فہدہ (شاہ حسین کی دادی) کے پاس موجود ہے اور وہ ۱۹۵۱ء میں اپنے شوہر شاہ عبداللہ کے قتل کے بعد معاشی طور پر مطمئن نہیں ہے۔ چنانچہ اس انمول اور کائنات کے سب سے قیمتی اثاثے کے حصول کی سعادت پانے اور شاہی خاندان کی ایک بیوہ کی عظیم الشان طریقے سے مدد کرنے کے لیے حضور ﷺ کا یہ لعل و جواہر سے بھی قیمتی اثاثہ دس لاکھ ڈالر (ایک کروڑ روپے) میں خریدنے کی سعادت حاصل کی۔ گویا مکاتیب الرسول ﷺ میں سے ایک مکتوب گرامی کی برکت سے اس وقت متحدہ عرب امارات کے مرکزی مقام ابوظہبی کے ساتھ ساتھ اس پورے علاقے کی قسمت کا ستارہ جگمگا رہا ہے اور مادی اسباب و ذرائع کی فراوانی کے علاوہ اس خطے میں اسلامی عظمت وشوکت کے مناظر قدم قدم پر نظر نواز ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو نظر بد اور دشمنان اسلام کے شرور وفتن سے

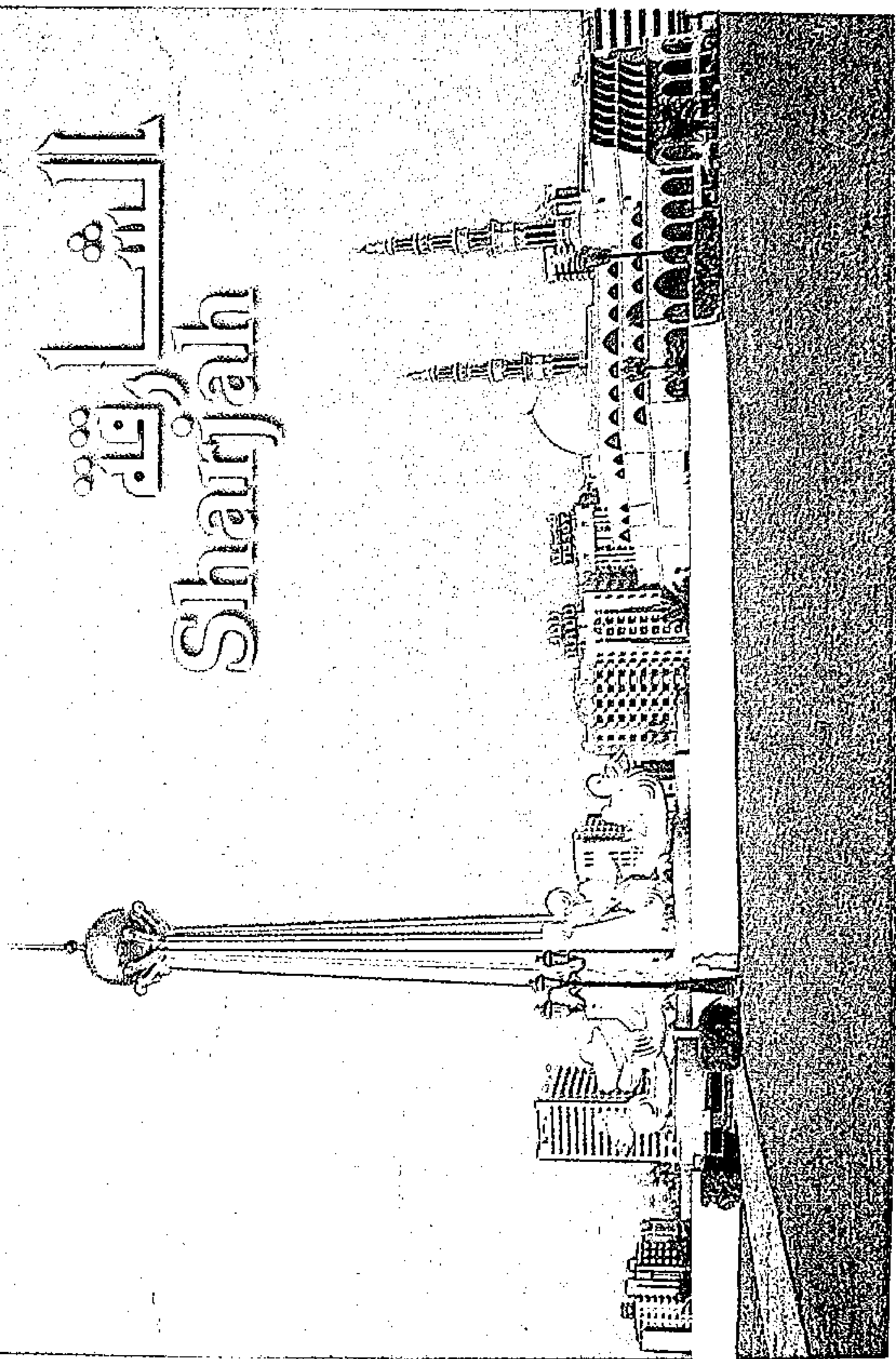
محفوظ رکھے اور مادی و روحانی ترقی و خوش حالی اور اسلامی طرز معاشرت کو فروغ دینے کے وسائل و ذرائع کی فراہمی سے ہمیشہ نوازتا رہے۔ آمین

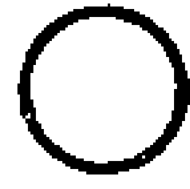
اتحاد اخوات اسلامی کی روشن مثال

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں امت مسلمہ کے مختلف ادوار میں اگرچہ اتحاد اسلامی اور وحدت ملی کی بہت سی کوششیں بروئے کار آئی ہیں، لیکن اس عظیم ملی تقاضے کی تکمیل کے سلسلے میں اخوت اسلامی، جذبہ اتحاد امت سے سرشار اور بوقلموں صلاحیتوں سے متصف الشیخ سلطان النہیان کے فرزند ارجمند الشیخ زید بن سلطان النہیان نے ۲ دسمبر ۱۹۷۲ کو اپنے علاقے میں واقع سات امارات (ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، عجمان، راس الخیمہ، ام القیوہ اور فجیرہ) کے سربراہوں کا اجلاس طلب کر کے ان ریاستوں کا متحدہ عرب امارات کے نام سے ایک یونٹ قائم کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ اس اتحاد وحدت امہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اب تک پورے نظم وضبط اور جذبہ اخوت اسلامی کے تحت نہایت عظیم الشان رفاہی خدمات انجام دینے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس تحریک اتحاد کی کامیابی کے پیش نظر ہی یورپین اقوام میں اتحاد و اتفاق کی لہریں اٹھنے لگیں اور "یورپی یونین" کے عنوان سے ان کا بھی اتحاد قائم ہو گیا۔

کاش! دنیائے اسلام کے مختلف سربراہ بھی جناب شیخ زید بن سلطان النہیان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عالم اسلام کی ایک مؤثر اسلامی وحدت قائم کرنے کی سعادت سے سرفراز ہو جائیں تو عالم اسلام کی موجودہ ناگفتہ بہ صورت میں ایک خوشگوار انقلاب معرض وجود میں آ سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی کی ترجمانی میں کہا ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر


الشارقة
Sharjah



الشیخ
خلیفہ بن سلطان القاسمی
امیر شارجہ

اللہ تعالیٰ نے متحدہ عرب امارات کو جہاں مادی وسائل تیل وغیرہ سے خوب خوب نوازا ہے وہاں اس علاقے کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اسلام کی منور کرنوں سے یہ سرزمین عہد رسالت میں ہی روشن ہو چکی تھی اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک قدموں سے نشانات منزل ثبت ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ مشہور مؤرخ محمد بن حبیب نے اپنی کتاب المجر میں قبل از اسلام میلوں کے زیر عنوان لکھا ہے کہ عرب کے مشرقی اور شارجہ کی بڑی مشرقی بندرگاہ خورکان کے شمال میں دبا نامی ایک مقام ہے جو متحدہ عرب امارات کی بندرگاہ حدیدہ کے شمال میں واقع ہے۔ اس مقام پر مختلف ممالک کے تاجر اپنا مال لے کر آیا کرتے تھے۔ ان تاجروں میں ہندی، سندھی، چینی، مشرق اور مغرب کے علاقوں کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ گویا اس زمانے میں سندھ اور ہند دو الگ الگ مملکتیں تھیں۔ سندھ میں ممبئی تک کا علاقہ شامل تھا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ نے قبل از اسلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی بحیثیت تاجر تشریف آوری کا تذکرہ کیا ہے۔ شارجہ میں جہاں فطرت کے حسین مناظر اور نادر و نایاب درختوں کے ذخائر موجود ہیں وہاں یہ علاقہ تیل کی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ علاوہ ازیں سلامی تہذیب و ثقافت کے بڑے مراکز، عالی

شان مسجدیں اور اسلامی تعلیم و تربیت کے عظیم الشان ادارے قائم ہیں۔ اسلامی ثقافتی مرکز کے زیر اہتمام مختلف اوقات میں علمی مذاکرے بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں اسلامی نظام تجارت و معیشت کے زیر عنوان سود سے پاک تجارت خصوصاً موضوع سخن رہا ہے۔ شارجہ کے حکمران الشیخ سلطان بن محمد کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یوم الجمعہ کو جامع مسجد میں خطبہ جمعہ وہ خود دیتے ہیں۔ نیز ان کے دینی شوق و ذوق اور اسلامی علوم و معارف کے ساتھ دلچسپی کے علاوہ امت مسلمہ کی صحت و توانائی کے تحفظ پر بھی ان کی خاص نگاہ رہتی ہے۔ کرکٹ کا شارجہ کپ ان کی دلچسپی کی وجہ سے ہی پوری دنیا میں ایک زبردست شہرت حاصل کر چکا ہے۔ شارجہ کی نہایت خوشنما عمارتیں عجائب گھر، تجارتی مراکز اور دینی و دنیاوی تعلیمی اداروں کی عمارات قابل دید ہیں۔

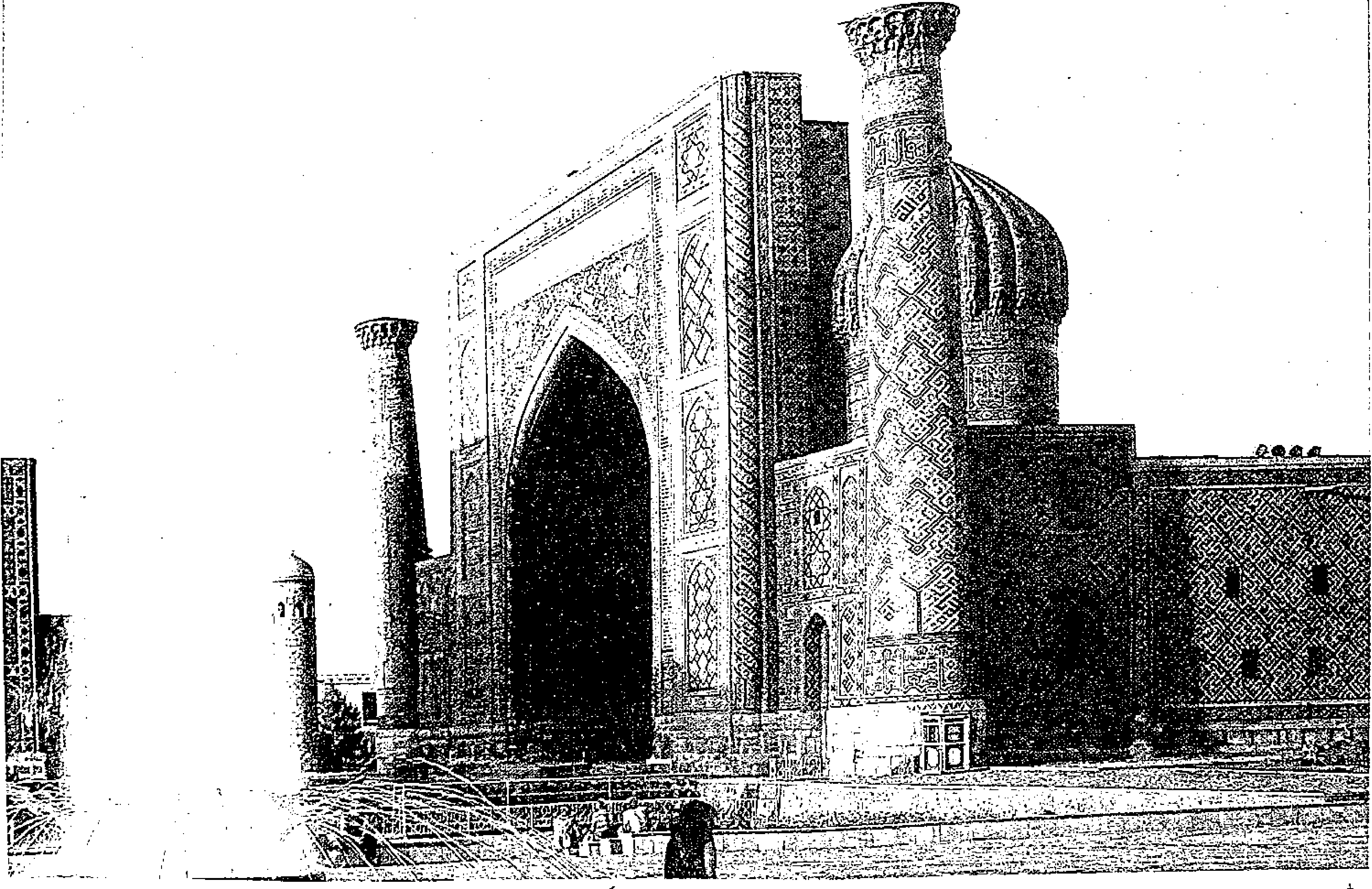
دوبئی کے بعد ابوظہبی اور شارجہ کے ایئرپورٹ جدید ترین سہولتوں سے آراستہ ہیں۔ اس علاقہ کے لوگوں کی صحت و صفائی کے تحفظ کی خاطر کئی مثالی ہسپتال اور صحت کے مرکز حکمرانوں کے جذبہ خدمت خلق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

علم اور ثقافت کے فروغ کیلئے

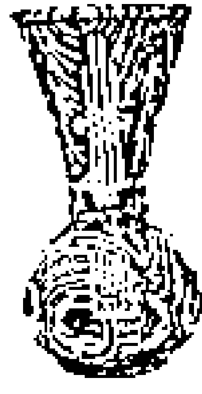
۱۰ ارب ڈالر کا عطیہ

عزت مآب جناب شیخ محمد بن راشد المکتوم نے جہاں دیگر خدمت خلق کے اقدامات کیے ہیں وہاں انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس میں ۱۰ ارب ڈالر کی رقم مختص کی ہے تاکہ امت مسلمہ کی عظمت اور انسانی بھلائی کے کاموں کو فروغ دیا جاسکے اور لوگوں کے لیے ترقی کے یکساں مواقع مہیا ہوسکیں۔

محمد بن راشد المکتوم فاؤنڈیشن



ازبکستان کی قدیم تعمیرات کے پرشکوہ دروازے



ترکستان تاشقند، سمرقند و بخارا

دریائے جیحون کے اس پار کا علاقہ ماوراء النہر کہلاتا ہے۔ تتار، بلخ، بخارا، ثمرقند، تاشقند اور آذربائجان کے علاقے اس ماوراء النہر کے حدود میں شامل ہیں۔ اس کا رقبہ چالیس لاکھ مربع میل میں پھیلا ہوا ہے اور موجودہ دور میں یہ دو الگ الگ حصوں میں بٹ چکا ہے ایک حصہ چین کے قبضہ میں ہے۔ اسے چینی ترکستان کہتے ہیں اور دوسرا علاقہ روس کے قبضہ میں ہے۔ اسے روسی ترکستان کہا جاتا ہے۔ روسی ترکستان میں اس وقت دس مسلم ریاستیں قائم ہیں۔ اس علاقہ کا ۱۶ لاکھ مربع میل کا رقبہ جو بیشتر ریگستان اور صحرا پر مشتمل ہے چین کے قبضہ میں ہے۔ باقی سارا علاقہ روس کے تصرف میں ہے سنہ ۱۹۵۱ء میں مردم شماری کے مطابق چینی علاقہ میں پانچ کروڑ مسلمان اور روسی علاقہ میں آٹھ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔

تہذیب و تمدن کے مرکز کی حیثیت سے یہ علاقہ اشترا کی تغلب سے قبل دنیا بھر میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا، بلخ کی خاک پاک سے ابراہیم بن ادہم اور شفیق بلخی جیسے صوفی باصفا اٹھے۔ ختن کی سرزمین نے امام محمد بن ابی بکر الکلاباذی جیسے محدث اور فقیہ اور عارف باللہ پیدا کیے۔ سرزمین بخارا وہ علاقہ ہے جسے علم حدیث کا سرچشمہ، فقہ و اصول کا منبع و مصدر اور دیگر علوم الٰہیہ کا مرکز و محور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس دھرتی نے امام محمد بن اسماعیل بخاری جیسی نابغۂ روزگار ہستی کو جنم دیا جن کی کتاب صحیح بخاری کو اللہ کی کتاب کے بعد سب

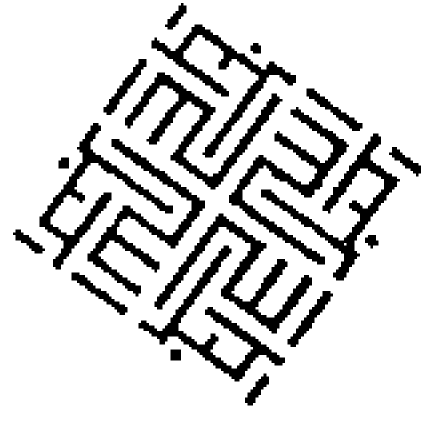
سے صحیح تر کتاب کہا جاتا ہے۔ اسی خاک سے ہدایہ کا مصنف مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ اٹھا اوراس کی آغوش میں حضرت سید سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش پائی۔ اس سرزمین نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ جیسے جلال و جبروت کے حامل حکمرانوں کا شکوہ دیکھا۔ جس کی ترکتازیوں نے فتنۂ تاتار کی کمر توڑ دی، بلخ و بخارا کو اسلامی تاریخ میں ضرب المثل کی حیثیت حاصل تھی اوراس کی یہ امتیازی شان ان اسلامی مراکز کی وجہ سے تھی جنہوں نے پورے عالم اسلام کے لیے اس خطہ کو مرجعیت کا شرف بخشا تھا۔ یہاں آج سے کئی سال پہلے تک صرف مساجد کی تعداد ایک لاکھ چھیالیس ہزار تھی جن میں سے چھتیس ہزار مساجد کے ساتھ بڑی درسگاہیں قائم تھیں۔ آج بھی روس کا نظام اوقاف وسط ایشیا کی دس مسلم ریاستوں میں دنیا کا سب سے بڑا نظام اوقاف ہے۔ لیکن اب اوقاف کا یہ نظام اپنے وقف کرنے والوں کا منہ چڑا رہا ہے۔ مساجد ویران ہیں مدارس اُجڑ چکے ہیں۔ خانقاہیں آثار قدیمہ بن چکی ہیں اور اشتراکیت کا عفریت ساری اسلامی روایات کو ایک ایک کر کے نگل چکا ہے۔ بخارا میں اس سرزمین کے نامور سپوت، امام محمد ابن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے اردگرد پھیلے ہوئے وسیع رقبہ میں ایک عالیشان مدرسہ موجود تھا اوراس کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

مدرسہ سمرقند وہ شہرۂ آفاق مدرسہ تھا جس میں طلبہ کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز تھی مگر آج یہ مدرسہ بھی اپنی عظمت رفتہ کا ماتم گسار ہے۔

تاشقند میں علی شیر نوائی کا مدرسہ علم ہیئت و افلاک اور علوم ریاضیات کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں سولہویں صدی عیسوی میں ابوعلی زردانی نے ایک رصد گاہ قائم کی تھی جس کے اردگرد ایک وسیع باغ اور عالیشان مدرسہ بھی تھا۔

بخارا شہر میں فتنۂ تاتار سے قبل سادات کے ایک ہزار گھرانے آباد تھے، لیکن آج اس علاقہ میں سادات کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں ہیں۔

[تاریخ سادات بخارا از زین العابدین]



محمد بن قاسم سے عہد غزنوی اور ٹیپو تک

نظام خدمت خلق

سلطان محمود غزنوی کی آمد سے تین سو برس قبل جب سرزمین سندھ میں اسلام کا آفتاب جہاں تاب محمد بن قاسم کی جلو میں طلوع ہوا تو اس نے بھنبھور کے شہر میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس کے آثار آج بھی اس تباہ شدہ بستی میں کھدائی سے برآمد ہو چکے ہیں۔ اس تاریخی مسجد کے اردگرد ایک وسیع احاطہ اور اس احاطہ کی چاروں جانب چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جو غالباً کسی درسگاہ کے آثار ہیں۔ اسی طرح اوچ میں بھی محمد بن قاسم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزار سے متصل ہے اور مسجد حاجات کے نام سے مشہور ہے۔

محمود غزنوی کو اگرچہ یہاں ٹھہر کر حکومت کرنے کا موقعہ نہیں ملا مگر اس نے ملتان میں اوچ میں، سورت میں اور پٹن میں (Pattan) جسے انہل واڑہ کہتے ہیں، کئی ایک مسجدیں تعمیر کرائی تھیں۔

مسعودی نے جو ۳۰۰ھ میں ٹھٹھہ اور ملتان آیا یہاں مساجد کی کثرت مسافر خانوں کے خاطر خواہ انتظام اور مدارس کی بہتات کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن حوقل نے بھی اپنے سفر نامہ میں اس سارے علاقہ میں مساجد و مدارس کی

کثرت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔[مروج الذہب للمسعودی]

سلطان محمد غوری کا دور حکومت:

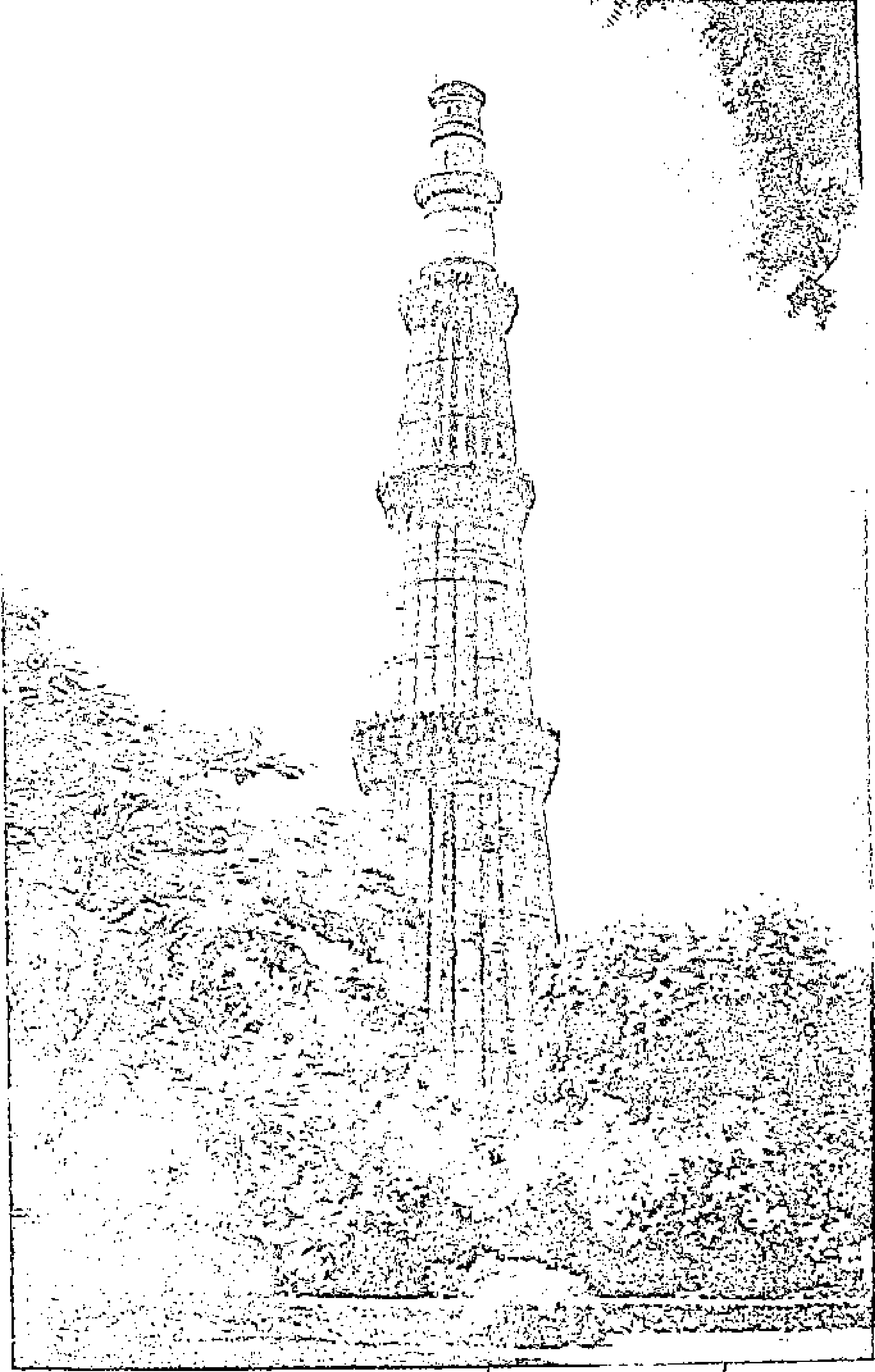
سلطان شہاب الدین محمد غوری نے اوچ میں، اجمیر میں اور ملتان میں اور دوسرے تمام مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں اور خانقاہیں بنوائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی خانقاہ اسی کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئی۔ اس خانقاہ کے ساتھ ایک بہت بڑی سرائے اور ایک شاندار مسجد بھی تعمیر ہوئی اور ایک تالاب بھی بنوایا گیا جس کے آثار آج بھی یہاں موجود ہیں۔ اس مزار کے احاطہ میں جو مسجد اولیاء کے نام سے مشہور ہے وہ وہی ہے جسے شہاب الدین غوری نے تعمیر کیا تھا۔

شہاب الدین غوری کے بعد اس کے غلاموں نے ہندوستان میں اپنا سکہ چلایا دہلی میں مکاتیب، اور خانقاہوں کے نام زمینیں باغات، مکانات اور تجارتی مراکز وقف کیے ہیں جن کی ماہانہ آمدن سے ان تمام دینی اداروں کا نظام چلتا تھا۔

سرزمین ہندوستان کی قدیم ترین دینی درسگاہ اُوچ کا مدرسہ ''فیروزیہ'' تھا جس کی مسند صدارت پر علامہ منہاج سراج رحمۃ اللہ علیہ جیسا متبحر عالم متمکن ہوا۔ علامہ منہاج سراج نے اپنی مشہور تاریخی کتاب طبقات ناصری میں وضاحت کی ہے کہ اس مدرسہ کے تمام اخراجات اوقاف کی آمدن سے پورے ہوتے تھے اور ماہانہ مصارف ایک لاکھ سے متجاوز تھے۔

اُوچ اور ملتان کے حکمراں ناصر الدین قباچہ نے جو سلطان قطب الدین ایبک کا معاصر اور شہاب الدین محمد غوری کے معتمد سپہ سالاروں مین سے تھا۔ اس مدرسہ کی توسیع و ترقی کے لیے وقف جائیداد کا ایک وسیع نظام قائم کیا تھا۔ اس میں زمینیں بھی تھیں، باغات بھی تھے، دکانیں اور مکانات بھی تھے اور محاصل کی آمدن بھی تھی جو اس درسگاہ کے نام وقف تھی۔

مغلیہ دور



دہلی میں اسلامی طرز تعمیر کا شاہکار ۔ قطب مینار

مغلیہ دور کی مستحسن خدمات

سلاطین مغلیہ کے دور میں شاہ جہاں اور اس کے وارث تخت اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کو یہ مابہ الامتیاز خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے طول وعرض میں بڑی بڑی عظیم الشان مسجدیں بنوائیں اور ان مسجدوں کے ساتھ دینی مدارس قائم کیے اور ان مدارس کے نام وسیع املاک وقف کیں دہلی کی جامع مسجد شاہجانی فتح پوری کی جامع مسجد، آگرہ کی موتی مسجد، اجمیر میں درسگاہ خواجہ معین الدین اجمیری کی مسجد شاہ جہانی، آگرہ کا مقبرہ تاج محل اور اس کے ساتھ بنی ہوئی سنگ سُرخی کی عظیم مسجد دور شاہ جہانی کی وہ زندہ جاوید یادگاریں ہیں جو شاہ جہان کی فیاضی اور دریا دلی کی داستان سراہیں کشمیر کا باغ نشاط وشالا مار اور لاہور کا شالا مار باغ اور سرینگر میں ایرا کدال کے مقبرہ کے متصل ایک عالیشان مدرسہ یہ سب شاہ جہان کے دور کی یادگاریں ہیں۔ دہلی کا لال قلعہ بھی اسی کے عہد کی شاہ کار تعمیر ہے۔

اسی طرح لاہو کی جامع عالمگیری بنارس کی اورنگ زیب مسجد، گلبرگہ (دکن) کی عظیم الشان مسجد اور حضرت خواجہ گیسو دراز کی خانقاہ سے ملحقہ مدرسہ اور اورنگ آباد کی جامع مسجد اور مدرسہ یہ سب عمارتیں اورنگ زیب کے جذبہ

دینی کی شاہد عدل ہیں۔

سلاطین مغلیہ کے دربار داروں اور امراء وحکام نے بھی اپنے بادشاہوں کے نقش قدم پر چل کر ایسی بہت سی عمارتیں بنوائیں لاہور کی مسجد وزیر خان، چنیوٹ کی شاہی مسجد، ٹھٹھہ کی جامع مسجد، پشاور کی مسجد مہابت خاں اسی دور کی یادگاریں ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کی آمد سے تین سو برس قبل جب سرزمین سندھ میں اسلام کا آفتاب جہاں تاب محمد بن قاسم کی جلو میں طلوع ہوا تو اس نے بھنبھور کے شہر میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس کے آثار آج بھی اس تباہ بستی میں کھدائی سے برآمد ہو چکے ہیں اس کے اردگرد ایک وسیع احاطہ اور اس احاطہ کی چاروں جانب چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جو غالباً کسی درسگاہ کے آثار ہیں اسی طرح اوچ میں بھی محمد بن قاسم نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزار سے متصل ہے اور مسجد حاجات کے نام سے مشہور ہے۔

محمود غزنوی کو اگرچہ یہاں ٹھہر کر حکومت کرنے کا موقعہ نہیں ملا مگر اس نے ملتان میں اوچ میں، سورت میں اور پٹن میں جسے انہل واڑہ کہتے ہیں کئی ایک مسجدیں تعمیر کروائیں تھیں۔

مسعودی نے جو ۳۰۰ھ میں ٹھٹھہ اور ملتان آیا تھا یہاں مساجد کی کثرت مسافر خانوں کے خاطر خواہ انتظام اور مدارس کی بہتات کا ذکر کیا ہے۔

[مروج الذہب للمسعودی]

اسی طرح ابن حوقل نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس سارے علاقے میں مساجد ومدارس کی کثرت کے بارے میں اور بہت کچھ لکھا ہے۔

سلطان شہاب الدین محمد غوری نے اوچ میں اجمیر میں اور ملتان میں اور دوسرے تمام مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں اور خانقاہیں بنوائیں حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اسی کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئی اور ایک تلاب

بھی بنوایا گیا جس کے آثار آج بھی یہاں موجود ہیں اس مزار کے احاطہ میں جو مسجد اولیاء کے نام سے مشہور ہے وہ وہی ہے جسے شہاب الدین غوری نے تعمیر کیا تھا۔

شہاب الدین غوری کے بعد اس کے غلاموں نے ہندوستان میں اپنا سکہ چلایا دہلی میں مسجد قوۃ الاسلام اور قطب مینار کے اردگرد جو وسیع رقبہ اور عمارتوں کے جو پرانے کھنڈر ہیں وہ بتاتے ہیں کہ یہاں کوئی عظیم الشان مدرسہ قائم تھا۔ شہاب الدین محمد غوری کے ایک دوسرے غلام ناصر الدین قباچہ نے ملتان اور اوچ میں بڑے بڑے عالیشان مدرسے قائم کیے تھے اوچ کا مدرسہ فیروزیہ جس کی صدارت تدریس کی سند پر علامہ منہاج سراج متمکن ہوا قباچہ ہی کی علم پروری کا شاہکار تھا۔

تاج الدین بلاوز اور شمس الدین التمش بھی شہاب الدین غوری کے غلام تھے اول الذکر نے لاہور میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی اور شمس الدین التمش نے دہلی میں بہت سے رفاہی ادارے قائم کیے آج بھی اس نیک نام فرماں روا کی یادگار حوض شمسی اس کی دریا دلی کا ثبوت دے رہا ہے شمس الدین التمش جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا منظور نظر اور مقرب بارگاہ حکمران تھا نیکی اور بھلائی کے ہر کام میں اور مفاد عامہ کے ہر معاملہ میں پیش پیش رہتا تھا۔

شمس الدین التمش کے بعد جو لوگ حکمران بنے ان میں سلطان ناصرالدین محمود کے عہد با برکت میں دہلی میں مدرسہ ناصریہ قائم ہوا دہلی کے قدیم کھنڈرات جو حوض شمسی کے جانب مشرق حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ہیں اس کی ویران مسجد کے آس پاس اب بھی اس مدرسہ کے نشانات بہ کثرت موجود ہیں اور اپنی عظمت رفتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

مسلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صرف دہلی کے اندر ایک ہزار مدرسے موجود تھے اور ان مدرسوں کے نام وقف کی وسیع املاک تھیں جن سے ان مدارس

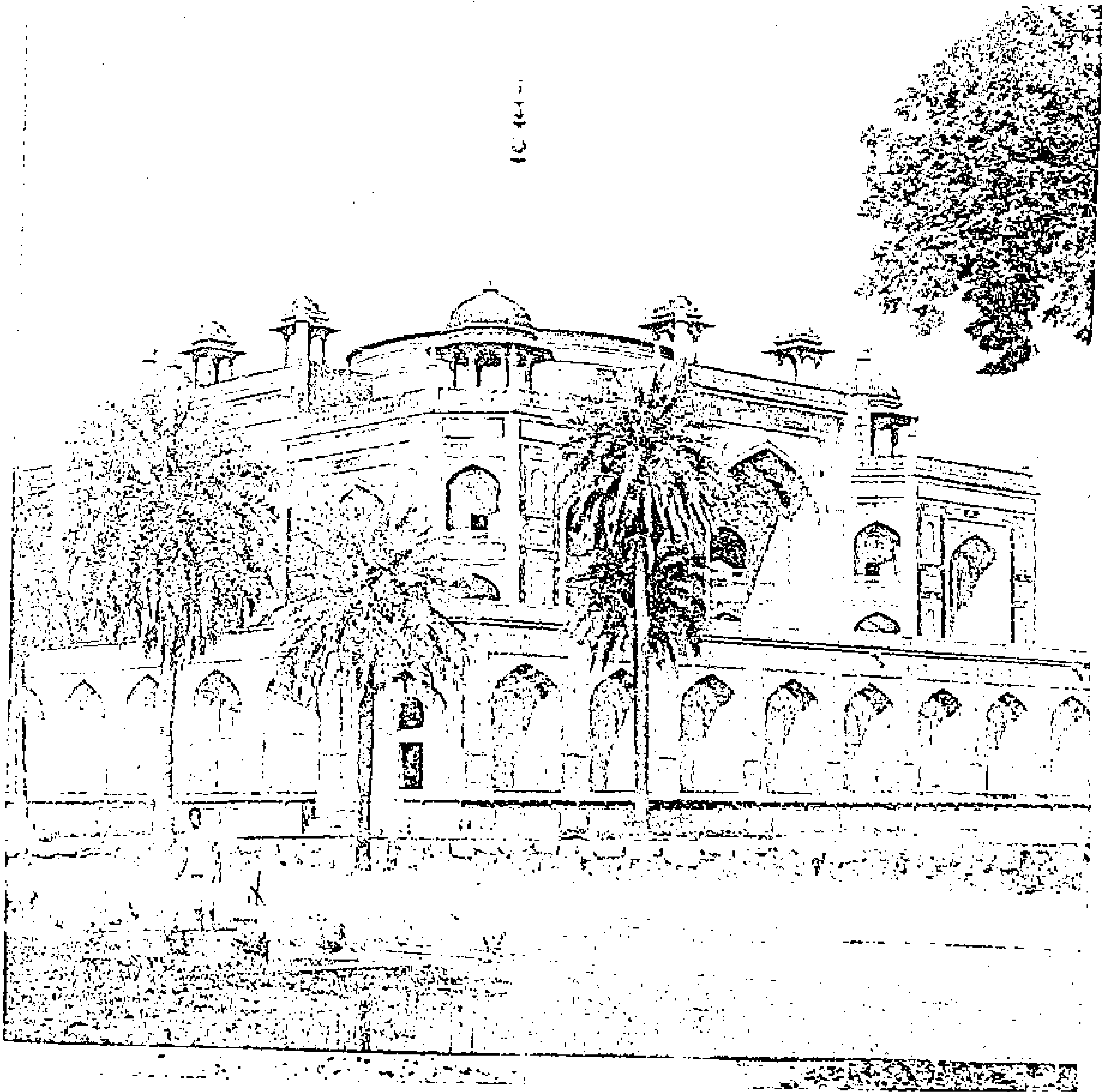
کے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔

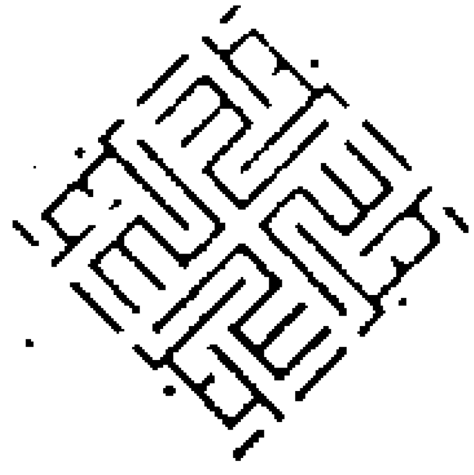
غیاث الدین بلبن کو اگرچہ چنگیزی حملہ کے خلاف مسلسل جدوجہد کے باعث ملکی امور کی جانب کچھ زیادہ توجہ مبذول کرنے کا موقعہ نہیں ملا مگر اس نے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ کے نام پانچ سو گاؤں کی آمدنی وقف کر دی تھی اس طرح اس نے دہلی آگرہ، فیروز آباد اور الور میں کئی ایک دینی اور رفاہی ادارے قائم کیے الور کی تاریخی عید گاہ جو اپنی وسعت کے اعتبار سے لاہور کی شاہی مسجد کے ہم پلہ ہے غیاث الدین بلبن نے تعمیر کرائی تھی اس مسجد میں اس نے اپنے بیٹے محمد شاہ کے نام پر مدرسہ محمدیہ جاری کیا تھا۔(غیاث الدین بلبن کا بیٹا محمد شاہ ملتان پر تاتاریوں کے حملہ کے دوران شہید ہو گیا اور اس شہزادہ کے اتالیق برصغیر کے نامور شاعر صوفی اور سپہ سالار امیر خسرو تھے غیاث الدین بلبن نے اپنے اس بیٹے کی یاد میں بہت سے رفاہی ادارے قائم کیے)

سلطان محمد تغلق کے بعد اس کے جانشین سلطان فیروز تغلق نے ٹھٹھہ میں اوچ میں ملتان میں، لاہور میں اور دہلی میں بہت سی خانقاہیں تعمیر کروائیں مساجد بنوائیں، نہریں کھدوائیں اور پورے ملک میں مسافر خانے سرائیں پانی پینے کے کنوئیں، حوض اور تالاب بنوائے تھے۔

دہلی کے کوٹلہ فیرووز خاں میں اور دہلی کے قریب ایک صنعتی شہر فیروز آباد میں اس کے قائم کیے ہوئے مدرسے اور مسجدیں آج بھی اپنے عہد گذشتہ کی شان وشوکت کی مرثیہ خواں ہیں، سلاطین مغلیہ کے عہد حکومت میں ایک وقفہ شیر شاہ سوری کے عہد میں آیا شیر شاہ سوری جو ہمایوں کا ایک معتمد سپہ سالار تھا ہمایوں کی بے جا تعلّی سے برافروختہ ہو کر باغی ہو گیا و راس نے اپنی خود مختار سلطنت کی بنیاد رکھی شیر شاہ سوری نے صرف پانچ سالہ دور حکومت میں جتنے رفاہی کام سرانجام دیئے ہندوستان کے بہت کم بادشاہوں کی اس کی توفیق ملی ہو گی۔

شیر شاہ سوری نے پشاور سے کلکتہ تک ایک شاہراہ بنوائی جسے شاہراہ عظیم کہتے تھے اور ایک میل کی مسافت پر سرائیں تعمیر کروائیں ہر سرائے کے ساتھ زمین کا ایک قطعہ وقف تھا تا کہ مسافروں اور آنے جانے والوں کی طبعی ضروریات کا مناسب بندوبست ہو سکے اس نے جگہ جگہ کنویں کھدوائے جانوروں اور انسانوں کے پانی پینے کے الگ الگ انتظامات کیے درخت لگوائے مسجدیں بنوائیں اور مدرسے قائم کیے اور اس طرح ایک مختصر سے عرصے میں صفحہ گیتی پر اپنا نقشِ دوام ثبت کر گیا۔





سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ
کے
اقدامات خدمت خلق

اسپین میں میں مسلمانوں کی آٹھ (۸۰۰) سو سالہ حکومت کی بنیاد رکھنے والا عبد الرحمٰن اوّل ساحل پر اُترا اور اسے شراب پیش کی گئی تو اس نے کہا ایسی چیز پیش کرو جو عقل کو بڑھائے نہ یہ کہ جس سے عقل جاتی رہے۔

اسی طرح ٹیپو سلطان نے اپنی مملکت میں شراب، گانجے اور افیون کی تمام دکانیں بند کرنے کا حکم دیا۔ تاڑ کا وہ درخت کہ جس سے ایک نشہ آور شے (تاڑی) نکلتی ہے اس کی ممانعت کے ساتھ ساتھ تاڑ کے درخت کو ہی کاٹ دینے کا حکم صادر کیا گیا۔ ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے فرانس سے معاہدہ کیا اور انہیں صاف طور پر لکھ بھیجا کہ ہم تمہیں ہر چیز کھانے کو مہیا کریں گے مگر شراب دینے سے قاصر ہیں۔ یہ معاہدہ ۱۷۸۸ء میں ہوا تھا۔ کرنل کیمبل کہتا ہے، سلطان نے منشیات کو اس لیے ممنوع قرار دیا کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ ٹیپو ہی نے پہلی بار ہندو عورتوں پر برہنہ سینہ پھرنے پر پابندی لگائی تھی۔

سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ دیہات کے مسلمان بچوں کو جمع کیا جائے انہیں حساب پڑھایا جائے ان کی حاضری لی جائے اور دوسری کتابیں بھی

پڑھائی جائیں۔ جو شخص اسلام قبول کرے قاضی کو چاہیے کہ وہ اسے خود تعلیم دے اور اس کا نام مسلمانوں کی فہرست میں لکھا جائے۔ جس جگہ مسجد نہیں وہاں پانچ دروازوں والی مسجد بنائی جائے۔ مسجد امام صاحب کو دس فُلم ماہانہ تنخواہ دی جائے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی اسلام قبول کرے اور وہ کاشت کار ہو تو اس کا نصف لگان معاف کر دیا جائے گا۔ مکان کا ٹیکس بھی معاف کر دیا جائے اور اگر مسلمان ہونے والا تاجر ہے تو وہ باہر سے جو مال لائے اس سے مال گزاری نہ لی جائے۔ لاوارث بچوں کو حکومت کے سپرد کر دیا جائے کیوں کہ حکومت نے ان بچوں کی پرورش اور بہبود کا انتظام کر دیا ہے۔

مذہبی خرافات کا انسداد

اس زمانے میں مذہبی خرافات اور قبر پرستی اپنے عروج کو پہنچی ہوئی تھی، لوگ پیروں اور قبروں کو اپنے لیے نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی صورت حال کی اصلاح کے لیے حکم دیا کہ

۱۔ درگاہوں میں پیروں کو نذرانہ لینے سے منع کیا جاتا ہے۔

۲۔ کھیل تماشے بند کیے جاتے ہیں۔

۳۔ وہ پیر اور فقیر جو اپنے تکیوں اور آستانوں میں لوگوں کو نشہ آور چیزیں کھلا کر انہیں لوٹتے تھے ان کے لیے حکم دیا کہ اگر وہ اپنے ایسے شیطانی اعمال سے باز نہ آئیں تو ان کو ملک سے نکال باہر کیا جائے۔

۴۔ ریاست میسور جس کی حکومت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی اس کا پرانا نام (وجیانگر) تھا۔ سلطان کے باپ حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے یہاں ہندو راجے حکومت کرتے تھے۔ اس وقت سے اس ریاست میں یہ رسم و رواج تھا کہ اکثر ہندو مندروں میں منت مانتے کہ اگر انہیں اولاد ہوگی تو وہ اپنا

پہلا بچہ یا بچی مندر کی نذر کر دیں گے۔ مندر کی نذر شدہ بچیاں جب جوان ہوئیں تو مندر زنا اور عیاشیوں کے اڈے بن گئے۔ پھر ان کی خرید و فروخت شروع ہوگئی۔ حکومت کے عمال بھی پنڈتوں سے باقاعدہ حصہ وصول کرتے سلطان نے اس رسم کو بند کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کی حکومت ختم ہونے کے بعد انگریزوں نے اس قبیح رسم کو پھر بحال کر دیا۔ آخرکار ۱۹۲۰ء میں بعض ہندوؤں نے تنگ آ کر اس رسم کو منسوخ کر دیا۔

معاشرتی و قومی اصلاح

۱۔ سلطان نے منشیات کے خلاف جو اقدامات کیے اس کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ لوگوں کی صحت درست رہے کیونکہ دشمن سے مقابلہ کرنا ہے اور یہ کہ شرابی لوگ میدانِ جنگ میں کام نہیں آ سکتے۔

۲۔ جن لاوارث بچوں کو حکومت نے اپنے کنٹرول میں لیا انہیں اپنی کفالت میں لینے کا ایک بڑا مقصد باقاعدہ تعلیم دے کر فوج میں شامل کرنا تھا۔

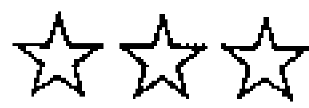
۳۔ سلطان نے حکم صادر کیا کہ جنگی مشقوں میں حصہ لینے کے لیے ہر خاندان اپنے میں سے ایک فرد مہیا کرے۔

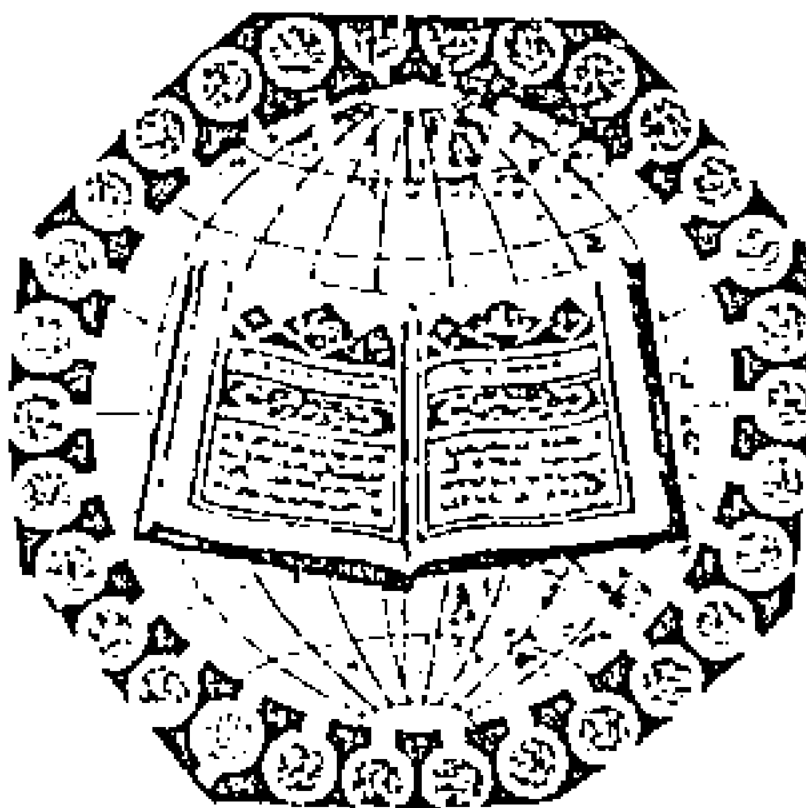
۴۔ یہ جنگی مشقیں جمعہ کے روز سب لوگوں کے سامنے کی جائیں گی، جن علاقے یا گاؤں میں یہ جنگی مشقیں ہوں وہاں سب لوگوں کی حاضری ضروری ہے۔ اگر کوئی غیر حاضر ہو تو اسے جرمانہ کیا جائے اور وہ بیت المال میں جمع کروایا جائے اور اس سے لوگوں کی فلاح کے کام کیے جائیں۔

۵۔ سلطان نے روح جہاد کو زندہ کرنے کے لے موید المجاہدین کے نام سے کتابیں لکھوائیں اور علماء کو حکم دیا کہ وہ جہاد کے فضائل بیان کیا کریں۔

سلطان فتح علی ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کا آخری خطاب

سلطان جب اللہ پر توکل کرتے ہوئے میدان میں نکلا تھا تو اس نے فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ ہماری لڑائی ہوس ملک گیری کے لیے نہیں، بلکہ اسلام کی سربلندی اور ملت کے وقار کو برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ اے الٰہ العٰلمین ہمیں اپنے گناہوں کا علم ہے، اپنی کمزوریوں اور بداعمالیوں کا اعتراف ہے۔ آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں یہ ہمارے جرم کی سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم مجرم ضرور ہیں، مگر تیرے تو ہیں اور تیرے ہی رہیں گے۔ تیرے نام، تیرے رسول ﷺ اور تیرے دین کی حرمت کے خاطر خون کا آخری قطرہ تک بہانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ واقعۃً ایسا ہی ہوا۔ ایک طرف سلطان کے دشمن انگریز مرہٹے اور نظام حیدر آباد تھا اور دوسری طرف اکیلا سلطان تھا جو نیک سیرت مسلمان اور مجاہد تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرتا۔ اُردو، عربی، انگریزی، ہندی اور فرانسیسی کا ماہر تھا۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو جام شہادت نوش کر گیا۔







رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ مبارک

مآ ثر الکرام میں مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے عہد مغلیہ کے ایسے بہت سے واقعات کی نشاندہی کی ہے کہ سلاطین مغلیہ نے اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کی غرض سے بڑے بڑے وقف قائم کیے اور ان کی آمد و خرچ کا باقاعدہ نظام بنایا جس کے ذریعے مساجد و مدارس اور دیگر عظیم الشان اداروں کا انتظام و انصرام کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ اکبر بادشاہ جیسا بدنام حکمراں جس کے عقائد و نظریات اور اس کی دینی تحریفات کسی سے پوشیدہ نہیں اور جس نے دین الٰہی کی بنیاد رکھ کر اسلام اور شعائر اسلام کو سبوتاژ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی اس نے بھی اپنے طویل دور حکومت میں اوقاف کی توسیع میں زبردست حصہ لیا تھا۔

سیر المتاخرین نے اس کے سفر اجمیر کی جو جھلکیاں پیش کی ہیں اور اس کے سفر ناگپور کی جو کہانی سنائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اجمیر تک پاپیادہ سفر کیا اور درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہو کر ایک ہزار دیہات کی آمدنی مالیہ اور محاصل کی صورت میں اس خانقاہ کے نام وقف کی، ایک سو من کی دیگ نصب کرائی اور حکم دیا کہ اس آمدنی سے روزانہ اس دیگ میں کھانا تیار کر کے فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے۔

ناگور کے مضافات میں ''روحل'' نامی مقام پر اس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جُبہ مبارک کی زیارت کی اور اس کی حفاظت و تکریم کے لیے سو

دیہات کی آمدنی وقف کی۔

یہ جُبّہ مبارک جو حضرت سلطان السالکین خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے اپنے ساتھ لائے اور جسے ان کے مرشد حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا آج بھی اس مقام پر محفوظ ہے۔

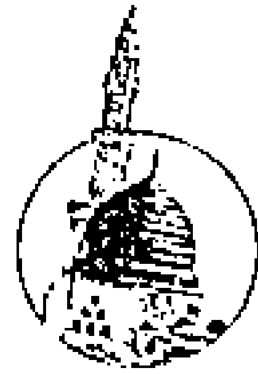
[تاریخ گجرات از ابوظفر ندوی]

حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ ظہیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ناگوری کی اولاد آج بھی اس جُبّہ کی نگراں ہے اور وقف کی وہ جائیداد آج بھی بدستور موجود ہے۔

کھٹو میں جو راجستھان کا ایک دشوار گزار پہاڑی قصبہ ہے اور جہاں برصغیر کے قدیم ترین صوفی حضرت ابو اسحٰق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جس پر خط کوفی میں ان کی وفات اور ان کے حالاتِ زندگی کی تاریخیں درج ہیں۔ اس مزار کے ساتھ جو ملحقہ زرعی اور سکنی جائیداد ہے وہ بھی اکبر بادشاہ کی نذر گردانی ہوئی ہے اور وقف کی املاک شمار ہوتی ہے۔

غرضیکہ ہندوستان اور اس کے بیرونی مختلف امراء وسلاطین نے وقف کے نظام کو رفاہِ عامہ کا ایک اہم شعبہ قرار دے کر اس کی خصوصی سرپرستی کی اور اس بات کی پوری کوشش کی اس نظام سے خلق خدا اور دینِ حق کی بہتری اور بھلائی کام آسکے۔

دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی اور لاہور کی شاہی مسجد عالمگیری کے ساتھ وقف کی جو وسیع جائیداد ہے اس کے آثار آج دیکھے جاسکتے ہیں اور ان کے ذریعے دین اسلام اور علوم اسلامیہ کی جو خدمت ہوئی وہ بھی بیان و ذکر کی محتاج نہیں ہے۔





مالی جہاد کی معاشرتی اہمیت

کائنات کی ہر جاندار مخلوق جدوجہد اور کوشش میں خوب مصروف کار نظر آتی ہے، اپنے اپنے دائروں میں ہر ایک جدوجہد اور تگ و دو مختلف ہے انسانوں کے علاوہ ہر جاندار مخلوق کی ساری کوششوں کا ماحصل صرف اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل یا صرف اپنا ہی پیٹ بھرنا مقصود ہے، لیکن اس کے بالمقابل انسان کو فہم وشعور اور فکر و تدبّر کی فضیلت سے نواز کر اس کی جدوجہد اور کوشش کا دائرہ وسیع کردیا گیا ہے، تاکہ وہ صرف اپنی ذاتی خواہشات وضروریات کی تکمیل کو ہی مقصودِ زندگی نہ ٹھہرائے بلکہ اپنے معاشرے اور اپنے دوسرے بھائیوں کا بھی خیال رکھے اور انسان ہونے کے ناطے سے انس ومحبت کا عملی مظاہرہ کرتا رہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کے اس پہلو کو نمایا کرنے کے لیے جہاد کی تعلیم اور ترغیب دی ہے تاکہ انسانی زندگی، دوسری جاندار مخلوق سے ممیّز اور ممتاز ہوسکے اور انسان دوسرے جانوروں اور جانداروں کی طرح اپنے پیٹ کا ہی پجاری نہ بن جائے بلکہ اس کی زندگی ''مفادات'' کے بجائے ''حصول مقاصد کا ذریعہ ثابت ہو۔

اس نیک اور با مقصد جدوجہد کا نام اسلامی اصطلاح میں جہاد رکھا گیا ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق انسان اپنا سب کچھ اس کی راہ میں خرچ اور قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہو۔

پھر اس جہاد اور کوشش کی چند قسمیں ہیں ان میں اپنے نفس اور جان کا جہاد بھی ہے اور تعلیم و تدریس، ہجرت، صوم و صلوٰۃ اور اور حج کا بھی، ان میں جہاد بالمال کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جہاد بالنفس کی نوبت تو کبھی کبھی آتی ہے، لیکن جہاد بالمال کی ضرورت تو انسان کو زندگی کے ہر مرحلے میں اور ہر وقت در پیش ہوتی ہے۔ انسان کی ذاتی ضروریات سے لے کر اجتماعی تحریکوں تک ہر حال میں دولت و سرمائے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے مسلمانوں کو ''جہاد بالمال'' کی خصوصیت کے ساتھ تاکید فرمائی گئی ہے اور اسلام کے دور اوّل کی تاریخ کے اوراق پر نگاہ ڈالیں تو ان تابناک اور روشن مثالوں سے تاریخ کے صفحات جگمگاتے نظر آئیں گے کہ حضور محسن انسانیت ﷺ کے ارشاد اور آپ ﷺ کی اپیل پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غربت و افلاس اور اپنی بے مائیگی کے باوجود اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول کے حکم پر نثار کر دیا تھا، قرآنِ کریم میں ان بلند مرتبہ مجاہدین اسلام کی خدمات کی تحسین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾﴾ [الحجرات ۴۹:۱۵]

''بے شک ایماندار وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کیا اور اپنے مال اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔''

اور ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

﴿﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً﴾﴾ [النساء ۴:۹۵]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

قرآن کریم کی ان آیاتِ کریمہ میں ہر شخص کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کردے اس سے مال و جان میں کمی واقع نہیں ہوگی بلکہ فرمایا گیا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ [ابراهيم ١٤:٧]

''کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ کر کے مزید نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر تم ناشکری اور نافرمانی کرو گے تو میری گرفت اور عذاب بڑا ہی سخت ہے۔''

نیز ان آیات کریمہ میں صرف اپنی جان پیش کرنے کو ہی جہاد نہیں کہا گیا بلکہ مال و اسباب کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بھی جہاد فرمایا گیا ہے اور یہ ایسا جہاد ہے جس کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے کیونکہ جانی و جسمانی جہاد کی ضرورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے، لیکن مالی جہاد کا مرحلہ انسان کو اکثر درپیش ہوتا ہے اور یہ انسانی کمزوری ہے کہ مال و دولت کی محبت انسان پر اکثر غالب رہتی ہے۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست
گر زر طلبی سخن دریں است

اس لیے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مجاہدین مال (یا جہاد بالمال) کا درجہ مجاہدین جان (جہاد بالنفس) سے مقدم رکھا گیا ہے، تاکہ ہر انسان اپنے بھائی (ضرورت و حاجت مند انسان) کی مالی ضروریات پوری کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تاخیر کا مظاہرہ نہ کرے، بلکہ اپنے مال و اسباب کو مخلوقِ خدا کی ضروریات پوری کرنے میں ہمہ وقت وقف کیے رکھے۔



زکوٰۃ وصدقات اور اوقاف کا یہ نظام

قرآنِ کریم کے احکام حضور محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سنت طیبہ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہے کہ اسلام انسانی زندگی میں مستقل طور سے کسی ایسے طبقے یا گروہ کے وجود کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ ایک تو صاحب ثروت و سرمایہ دار ہو اور ایک طبقہ ایسا ہو کہ کسی طریقہ سے مال و دولت اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ زکوٰۃ، صدقات، خیرات ادا کرتا رہے اور اپنا مال و اسباب وقف کرتا رہے اور دوسرا مفلس و قلاش اور تنگدست انسانوں کا گروہ ہو جو اس دولت مند طبقے کا دست نگر بن کر ہمیشہ زکوٰۃ وصدقات اور اوقاف کے ٹکڑوں پر پلتا رہے اور انہی ذرائع سے اس کی ضروریات زندگی پوری ہوتی رہیں۔

ایسا ہرگز نہیں بلکہ صدقات وخیرات اور زکوٰۃ و اوقاف کا پورا نظام افراد کی حد تک عارضی اور اس وقت تک کے عبوری دور کے لیے ہے جب تک کہ اسلامی معاشرے کے تمام افراد کی اقتصادی اور معاشی حالت مستحکم نہ ہو جائے اور ملت اسلامیہ کا ہر فرد از خود زکوٰۃ وصدقات ادا کرنے اور اپنا مال و اسباب اللہ کی مخلوق کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ اور وقف کرنے کے قابل نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک اُمت مسلمہ کے ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے کہ وہ ہر ممکن طریق سے اپنے بے وسیلہ اور حاجت مند بھائی کی معاشی اور اقتصادی حالت

سنوارنے کی بھرپور کوشش کرے۔ حتیٰ کہ یہ صورت حال نمودار ہو جائے کہ دور خلافت راشدہ کی طرح مدینہ منورہ میں زکوٰۃ اور صدقات وخیرات دینے والے تو موجود تھے مگر منادی کرانے کے باوجود یہ مال و اسباب لینے والا اور اس کا کا مستحق کوئی نہ تھا۔

بیت المال

قرآن حکیم کی آیت کریمہ ہے:

﴿اَ لَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ [القرآن]

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ملت کے ہر فرد کی اخلاقی اور معاشی حالت کی انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ جب امت کو ((تَمَکَّنَ فِی الْاَرْضِ)) حکومت و اقتدار مل جائے تو پھر صلوٰۃ و زکوٰۃ اور ((اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ)) اور ((نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ)) کا پورا نظام براہِ راست حکومت کے کنٹرول میں آجائے گا۔ پھر اسلامی معاشرے کے ہر فرد کی اخلاقی، ظاہری و باطنی اصلاح اور اس کی معاشی و اقتصادی ضروریات پوری کرنے کی تمام ذمہ داریاں مسلمان حکمرانوں پر عائد ہو جائیں گی۔

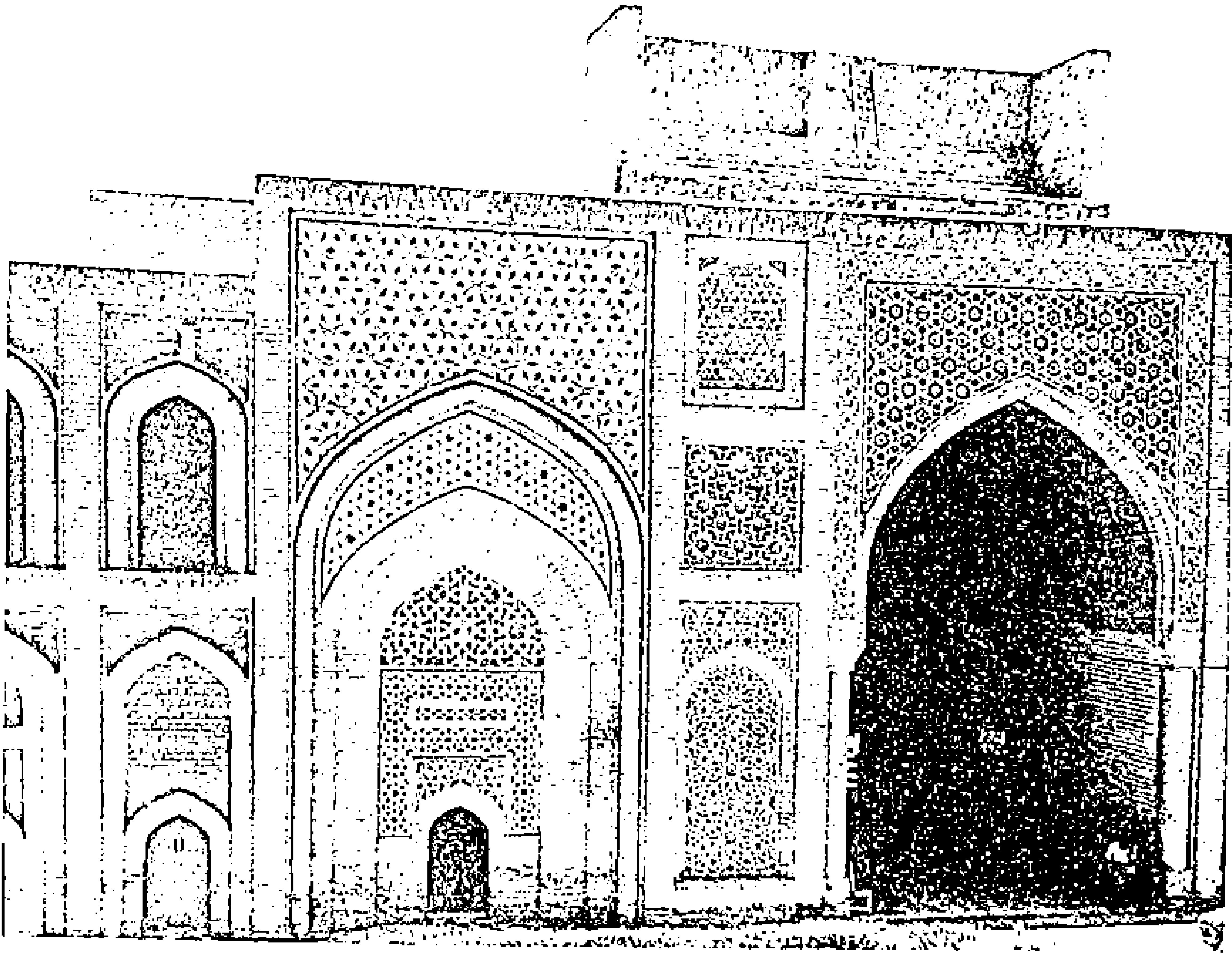
گویا اسلامی حکومت کے قیام کے بعد زکوٰۃ و صدقات اور اوقاف وغیرہ تمام خیراتی اموال و اسباب بیت المال میں جمع ہوں گے اور مسلم اربابِ حکومت انہیں شرعی احکام کے مطابق مستحقین میں تقسیم کے مجاز ہوں گے۔ وہ دنیا میں امت کے ہر فرد کے سامنے اور آخرت میں علیم و خبیر اللہ رب العزت کے حضور پائی پائی کا حساب دینے کے پابند اور جوابدہ ہوں گے۔

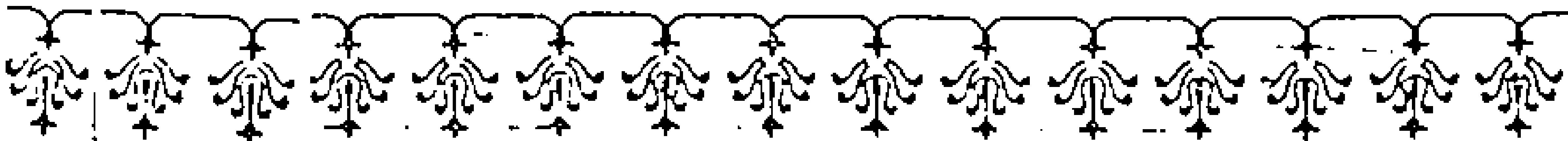


تصوف و سلوک

کی

خانقاہیں







تصوف وسلوک
کی
خانقاہیں

برصغیر پاک وہند میں اِسلامی علوم کی نشر واشاعت اور اسلام کی تہذیبی اقدار کی ترویج وتبلیغ میں نظام اوقاف کے اثرات گہرے مرتب ہوئے ہیں۔

یہاں پر تصوف وطریقت کی جو مشہور خانقاہیں قائم تھیں وہ اسلامی درسگاہوں سے حاصل کردہ تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے مراکز تھے، یہ خانقاہیں درحقیقت تصوف وسلوک اور تزکیہ نفس کی تربیت گاہیں تھیں۔ جن کے ذریعے اس کفرزار میں اسلام کی صداقت کا نور پھیلا ان کے تمام اخراجات بھی وقف آمدن ہی سے پورے ہوتے تھے۔

عبداللہ عفیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستاویزی کتاب ''تاریخ فیروز شاہی'' میں سلطان محمد تغلق اور سلطان فیروز تغلق کے عہد کے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو خانقاہوں کی تعمیر وترقی کے سلسلے میں اس دور میں رونما ہوئے۔

ملتان جو اس زمانے میں اسلامی علوم وفنون کا بہت بڑا مرکز تھا اور جہاں تصوف وطریقت کے ایسے ایسے جلیل القدر اور اصحاب فضل وکمال موجود تھے کہ چشم فلک نے دوبارہ ان کی نظیر نہیں دیکھی ہوگی ان میں حضرت شیخ الاسلام

حضرت خواجہ بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قطب الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ، سید شاہ یوسف گرویزی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ شمس سبزواری رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات تھے ان بزرگوں کی خانقاہوں اور درگاہوں کے نام اوقاف کی وسیع املاک مختص تھیں جن کے ذریعے تشنگانِ علوم معرفت اور طالبان راہ ہدایت کی رہائش خورد و نوش اور لباس وغیرہ کی تمام ضروریات پوری کی جاتی تھیں اور اسی وقف سے مہمانوں اور زائرین کی ضیافت وغیرہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔

سلطان محمد تغلق اگرچہ اولیاء حق کا چنداں معتقد نہیں تھا مگر حضرت خواجہ بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے اسے جو خصوصی عقیدت اور وابستگی تھی اس کی بنا پر اس نے ان کی ''خانقاہِ طریقت'' کے نام پانچ سو دیہات کی آمدنی وقف کر دی تھی۔

اس کے بعد جب سلطان فیروز تغلق تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اس نے مذہبی احساسات کی بنا پر اس آمدنی میں وقف کے ذریعے مزید اضافہ کیا۔

اُدھر اوچ میں خانوادہ بخاریہ کے گل سر سبد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مدرسہ اور ان کی خانقاہ کے نام بھی اس نے وسیع قطعاتِ اراضی وقف کئے تھے۔

تاریخ میں یہ تذکرہ بھی محفوظ ہے کہ جب حضرت سید جلال الدین مجرد بخاری سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک جمعیت لے کر بنگالہ کی تسخیر کو روانہ ہوئے اور اس دور دراز مسافت اور مہم جوئی کے لئے زادِ راہ کا مسئلہ پیش آیا تو اوچ کی خانقاہ بخاریہ کی وقف آمدنی میں سے ان کو ایک لاکھ روپے کا نذرانہ پیش کیا گیا تھا۔

[تاریخ عفیف فیروز شاہی ص:۱۱۰]

حضرت سید جلال مجرد بخاری رحمۃ اللہ علیہ سلہٹی جن کا عظیم الشان مزار آج بھی سلہٹ میں اہل طریقت کا مرجع ہے متحدہ بنگال میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تربیت تصوف و طریقت کا شرف و اعزاز نہیں حاصل ہوا اور انہی کے نفس گرم

اور آہِ سرد کی تاثیر تھی کہ برصغیر کے اُس دور افتادہ گوشے میں اسلام کے آفتاب جہاں تاب کی کرنیں پہنچیں اور یہ سارا علاقہ نور ایمان سے منور ہو گیا۔

برصغیر ہندو پاک میں اسلام کی اولین درسگاہ طریقت و خانقاہ تصوف جسے سلطان محمود غزنوی کے حملے سے بیس برس پہلے سید صفی الدین گازرونی نے اوچ میں قائم کیا تھا اس کے تمام اخراجات بھی اوقاف ہی کے نظام سے ادا کیے جاتے تھے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے جب ملتان میں قرامطہ کا زور توڑا اور فرقۂ باطنیہ کے سربراہ داؤد کو گرفتار کر کے واپس جانے لگا تو اس نے اظہار عقیدت کے طور پر بہت سی املاک اور بہت سا مال و متاع حضرت سید صفی الدین گاذرونی کی خانقاہ کے نام وقف کر دیا تاکہ جو بندگانِ خدا اکتساب فیض کے لیے ہندوستان کی اس پہلی خانقاہ تصوف میں آئیں ان کی ضروریات کی تکمیل اسی موقوفہ جائیداد سے ہو سکے۔

جب لاہور حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ معروف داتا گنج بخش نے نزولِ اجلال فرمایا تو ان کی خدمت میں بھی لاہور کے مغربی علاقے میں خانقاہ کے لیے اراضی کے وسیع قطعات پیش کیے گئے جس پر بعد میں مجاوروں نے آہستہ آہستہ قبضہ جما لیا اور وہاں پر رہائشی مکانات اور دکانیں تعمیر کر لیں، اس طرح یہ تصوف وسلوک کی خانقاہ ذاتی مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بنائی گئی۔

بہر حال مقدس خانقاہوں کے عاقبت نا اندیش سجادہ نشینوں اور خود غرض مجاوروں کے افسوسناک طرزِ عمل کے باوجود یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مختلف ادوار میں بادشاہوں، امراء اور دیگر اہل ثروت حضرات نے لوگوں کی فلاح و بہبود اور مخلوق خدا کی خدمت کے لیے بے دریغ مال و دولت خرچ کی اور اس نیک کام کے لیے اپنی جائیدادیں وقف کیں، مغلیہ سلطنت کی پرانی، دستاویزات میں ان اوقاف کی تفصیلات موجود ہیں۔ خاص طور سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور ان کے متوسلین بیعت وارشاد کی لاتعداد خانقاہوں

کے نام جو املاک وقف کی گئیں وہ ہماری ملی تاریخ کے اہم باب کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ اسلام کی دعوت وارشاد کے سلسلے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

راقم الحروف کی نظر سے ایسی بہت سی تحریریں گزری ہیں جو سلاطین ہندوستان یا ان کے مقرر کردہ گورنروں نے ان خانقاہوں کے متولیوں کے نام لکھیں اور ان میں سابق حکمرانوں کی عطا کردہ وقف زمینوں اور مکانوں کی توثیق کی گئی تھی۔اوچ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشینوں اور اوچ گیلانی کے ارباب طریقت کے کتب خانوں میں یہ تحریریں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے، وقف کی ان املاک سے خلق خدا کو جس طرح فائدہ پہنچتا رہا ہے اور تبلیغ واحیاء دین کے مشن کو اس کے ذریعے جس طرح تقویت حاصل ہوئی اس کی تفصیلات بھی ان تحریروں میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ واقعہ مذکور ہے کہ ان کی خانقاہ پر ہر وقت مریدین و منتسبین بیعت وارشاد سے بھری رہتی تھیں اور اُن لوگوں کے اخراجات کا سارا دارومدار اوقاف کی اس آمدن پر تھا جو غیاث الدین بلبن نے ان کی خانقاہ کے نام وقف کی تھی، اوقاف کی اس آمدن میں توسیع ہوتی رہی تا آنکہ ایک دور میں اس درگاہ کی صرف وقف کی آمدن دس لاکھ درہم سے تجاوز تھی۔

مسلمانوں کے دور انحطاط میں جب فرنگی سامراج نے برصغیر پاک و ہند میں اپنے اقتدار وتسلط کے پنجے گاڑے تو ایسے پر آشوب زمانہ میں عیسائیت کی یلغار کو جن اداروں نے سر دھڑ کی بازی لگا کر روکا اور یہاں پر اسلامی تعلیمات کا چراغ بجھنے نہ دیا ان کی آمدن کا بیشتر انحصار اوقاف ہی کی آمدن پر تھا، دہلی اور لکھنؤ کے مدارس، یوپی اور بہار کے علمی مراکز پنجاب کے دینی ادارے، دیہات کی مسجدیں اور بنگال و بہار کی مذہبی درسگاہوں کا انتظام و انصرام اوقاف ہی کی آمدن کا رہین منت رہا ہے۔



انسانی فطرت میں مسابقت کا جذبہ

اور

قدیم اسلامی درسگاہیں

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ جاندار مخلوق میں برتری اور مسابقت کا جذبہ کسی نہ کسی صورت میں ودیعت کر رکھا ہے لیکن شعور اور سوچ سمجھ کے عالم میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جو امنگ اور خواہش انسان کی فطرت میں رکھی ہے وہ منفردانہ خصوصیت کی حامل ہے۔ مادی اسباب و وسائل سے لے کر حکومت و اقتدار تک معاشرے میں امتیاز اور علو مرتبت سے لے کر کھیل کود کے میدان تک ہر شعبہ زندگی میں انسان اپنی برتری اور اعلیٰ مقام کا خواہشمند ہے وہ صرف اپنے گلی محلے اپنے گاؤں اپنے شہر اور اپنے ملک میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنی برتری اور اپنا امتیاز رکھنا چاہتا ہے۔ ورلڈ کپ حاصل کرنے کے لیے کیا کیا حربے استعمال نہیں کیے جاتے، لیکن حضرت محسن انسانیت ﷺ کی معرفت انسانوں کو عام لوگوں کی بھلائی اور نیک کاموں میں سبقت لے جانے کی تعلیم اور ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿﴿فاستبقوا الخيرات﴾﴾

کہ دنیا کی زندگی چونکہ عارضی ہے اس میں اپنا وقت کھیل کود اور دنیا

میں نام کمانے اور مال و دولت جمع کرنے کے بجائے ایسے کام کرتے رہو جس سے تمہاری آخرت سنور جائے اور تمہاری نیکیوں اور اچھے کاموں کے تذکرے زبان زدِ عوام بھی ہوتے ہیں۔ گویا دوہرا ثواب ملے گا۔ دنیا کی شہرت بھی اور آخرت میں نجات بھی۔

''رقیبانہ مسابقت'' کا جذبہ ہندوستان کے امراء و سلاطین میں بھی پایا جاتا تھا اور اس جذبے کی تسکین کے لیے یہاں کے بعض امراء و سلاطین نے بڑی بڑی جاگیریں محض اس لیے وقف کیں کہ اُن کے ڈیروں پر زیادہ سے زیادہ طالبانِ علم و فضل قیام پذیر ہوں اور علم کے فروغ میں ان کا حصہ اور ان کی خدمات سب سے زیادہ شمار ہوں۔ یہ ''رقیبانہ مسابقت'' اگرچہ بظاہر مستحسن چیز دکھائی نہیں دیتی مگر جب اس کے ذریعے سے بہت سے اُمورِ خیر و فلاح انجام دیئے جائیں تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ ایک قابلِ تعریف چیز بن جاتا ہے اور ((فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ)) کے زمرہ میں آجاتا ہے۔ مولانا ابوالحسنات ندوی نے اپنی مشہور تاریخی کتاب ''ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں'' میں لکھا ہے۔

> ''بہار میں عموماً یہ صورت رہی ہے کہ اکثر رؤسا اور امراء علم وفن کی دولتِ لازوال سے بھی مالا مال ہوتے تھے اور وہ ضرورتِ دنیاوی سے بے نیاز رہ کر اپنے کاشانوں میں بیٹھے ہوئے تعلیم و تدریس کے ذریعے علم وفن کی بہترین خدمات انجام دیتے تھے۔
>
> اور جو امراء اہل علم نہ تھے وہ اپنی معاصرانہ عزت برقرار رکھنے کے لیے علماء فضلاء کو اپنے دامن دولت سے وابستہ رکھتے تھے۔ طلبہ کے لیے وظائف اور جاگیریں مقرر کرتے تھے اور وہ اس کارِ خیر کو نجاتِ اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے، چنانچہ آج تک اس مقدس رسم کی

یادگاریں بہار میں موجود ہیں۔"

معاصرانہ عزت اور رقیبانہ مسابقت دونوں کا مفہوم ایک ہے اور اس کا فائدہ طالبانِ علم کو پہنچا تھا جو خدمت خلق کی ایک تابندہ مثال ہے۔

چند متفرق اقدامات

اوقاف کی چند مثالیں جو ذیل میں دی جاتی ہیں وہ محترم ڈاکٹر مصطفیٰ حسن مرحوم کے مضمون سے لی گئی ہیں المسلمون دمشق میں شائع ہوا ہے مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

۱۔ اہل خیر نے سرائے ہوٹل بھی تعمیر کرائے تھے جہاں مسافر اور اصحاب حاجت مفت قیام کر سکتے تھے۔

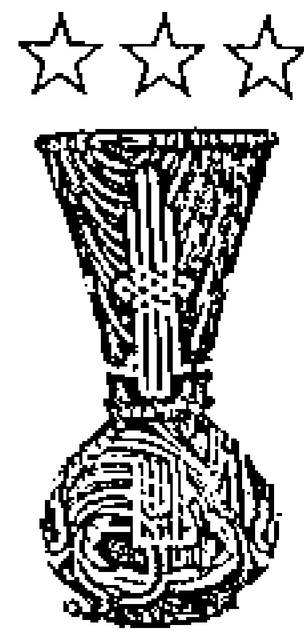
۲۔ خانقاہیں بھی قائم تھیں جہاں دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ آدمی خدا کی عبادت کر سکے۔

۳۔ غرباء کے لیے خصوصی مکانات تیار کر دیئے جاتے تاکہ کرایہ کے بارے وہ پریشان نہ ہوں۔

۴۔ عام گزرگاہوں پر سبیلیں لگتیں تاکہ لوگ پیاس کی شدت سے محفوظ رہیں۔

۵۔ باورچی خانہ و لنگر خانوں کا بھی انتظام تھا۔

☆☆☆





اسلام کی تعلیم و تبلیغ

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی تعلیم اور تبلیغ و اشاعت میں اوقاف کے اس نظام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور اسلامی علوم وفنون کے فروغ میں جتنا حصہ اوقاف کی املاک کا ہے شاید ہی کسی دوسرے طریقے سے مقصد حاصل ہوا ہو۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی دینی درسگاہیں اور رفاہ عامہ کے ادارے قائم ہیں ان کے بیشتر مصارف عوام الناس نے خدمتِ خلق اور حصول رضا الٰہی کے جذبے کے تحت ہی پورے کیے ہیں اور اگر کہیں حکمران طبقے نے اس سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں تو انہوں نے بھی اوقاف ہی کی مدد سے ان امور کی تکمیل کی ہے۔

مِلّتِ اسلامیہ کی سب سے پہلی درسگاہ جسے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک حصہ میں قائم فرمایا تھا اور جس کے گرامی قدر تلامذہ ''اصحاب صُفّہ'' کی شرف واعزاز سے سرفراز ہوئے ان کی ذاتی اور نجی ضروریات بھی بیت المال کے ذریعے عامتہ المسلمین کی طرف سے تعلیم اور تبلیغِ اِسلام کے لیے وقف کردہ مصارف ہی سے پوری ہوتی تھیں۔

ایک ایسے دور میں جبکہ نشرواشاعت کے وہ ذرائع جو آج میسر ہیں قطعاً مفقود تھے نہ کتابت وطباعت کے وسائل نہ کاغذ وقرطاس کی دستیابی، بایں

ہمہ اس زمانے میں بڑے بڑے کتب خانے اور عظیم الشان لائبیریریاں قائم ہوئیں اُس زمانے میں جو بھی وسیع تر علمی کارنامے انجام دیئے گئے ان کا بیشتر سرمایہ اوقاف ہی کے نظام کا مرہون احسان ہے۔

اسلامی تعلیم کے مطابق انسان کو ایسا کرنا چاہیے کہ مرنے کے بعد بھی اس کا فائدہ پہنچتا رہے اس کی صُورت یہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال ومتاع سے خلقِ خدا کی فلاح و بہبود کا کوئی ایسا سلسلہ جاری کیا جائے کہ جوں جوں لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اسی قدر اس کے نامہَ اعمال میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے تا آنکہ روزِ حشر جب وہ دوبارہ اٹھے تو اس کی نیکیوں کے وزن سے میزانِ عدل کا پلڑا جھک جائے اور یوں خداوندِ قدوس کے سامنے سرخرو ہو کر پیش ہو جائے۔

اسلام کی اس پاکیزہ تعلیم اور اس کے پیدا کردہ نیک جذبے کا اثر یہ ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں نے اپنے مال اپنی جائیدادیں اور ضروریات زندگی کی چیزیں رفاہِ عام کے لیے وقف کر دیں۔

عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مسلمانوں نے زمین، باغات، دوکانیں اور مکانات وغیرہ کثرت کے ساتھ اللہ کی راہ میں وقف کر دئے کہ اسلامی سوسائٹی ایسے اداروں اور ایسے اوقاف سے بھر گئی کہ آج اس کا پوری تفصیل کے ساتھ احاطہ وشمار مشکل ہے۔ ان اوقاف کی دو قسمیں تھیں۔ پہلی وہ جن کی ذمہ داری اور جن کے نظم ونسق حکومت کے ذمہ تھا اور وہی ان کے تمام اخراجات برداشت کرتی تھی۔ دوسری قسم ان اوقاف کی تھی جو انفرادی طور سے امراء روسا اور اہل ثروت حضرات کے ذاتی اخراجات سے قائم ہوتے تھے۔

ان اوقاف کی آگے تین قسمیں تھیں جن میں سے سرفہرست مساجد، مدارس اور شفاخانے تھے، مسلمان حکمران اور عام لوگ بڑی بڑی عالیشان مساجد تعمیر کراتے اور بے دریغ روپیہ خرچ کر کے رضائے الٰہی کا سامان فراہم کرتے۔ الحمد اللہ اہل اسلام میں یہ جذبہ آج بھی موجود ہے۔

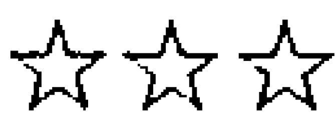
جب علم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولتِ دنیا سے بھی نوازا تو انہوں نے اپنی ساری جائیداد ایسے مسافران راہ حق کے لیے وقف کر دی جو تحصیل علم کے لیے کسی دوسرے ملک کا یا دُور دراز علاقے کا عزم اور قصد رکھتے تھے۔

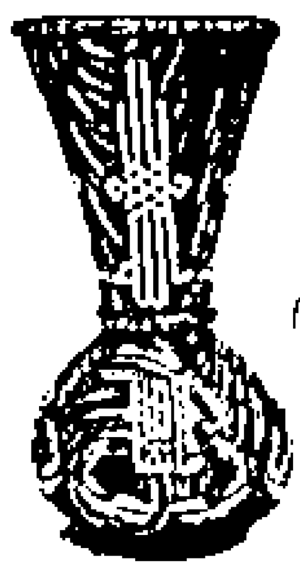
امام ابو القاسم احمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جب طلباء نے اس وقف جائیداد سے استفادہ کیا ان کی تعداد سات ہزار ہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز تک جاری رہا۔

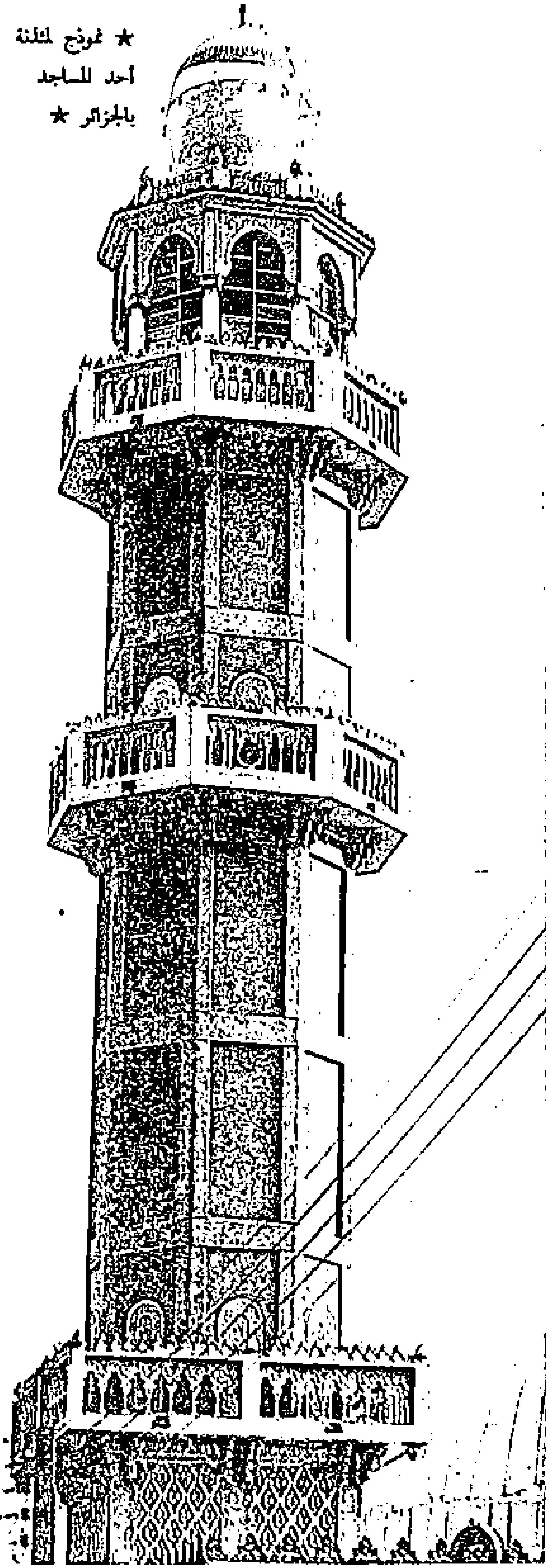
اسلام کی تبلیغ واشاعت اور علوم کی ترویج وتہذیب میں اوقاف کے اس نظام نے جو اہم اور مؤثر کردار ادا کیا اس کا اعتراف غیر مسلم مورخوں اور یورپ کے مستشرقوں تک نے کیا ہے۔

مشہور مورخ گبن لکھتا ہے۔

''صدیوں کے خود مختار امیر بھی علم وہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اختیارات برتتے تھے ان کی رقیبانہ مسابقت نے علمی مذاق کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لے کر سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لیکر فارس اور قرطبہ تک پھیلا دیا۔ ایک سلطان کے وزیر نے ایک دفعہ ایک لاکھ اشرفیاں اس غرض سے وقف کر دیں کہ اس سرمائے سے بغداد میں ایک کالج قائم کیا جائے اور اس کالج کے مصارف کے لیے پندرہ ہزار سالانہ دوامی عطیہ مقرر کر دیا۔ [العلم والعلماء لابن عبدالبر کے اُردو ترجمہ کا مقدمہ ص ۲۷ از عبدالرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی]







اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں اوقاف کا حصہ



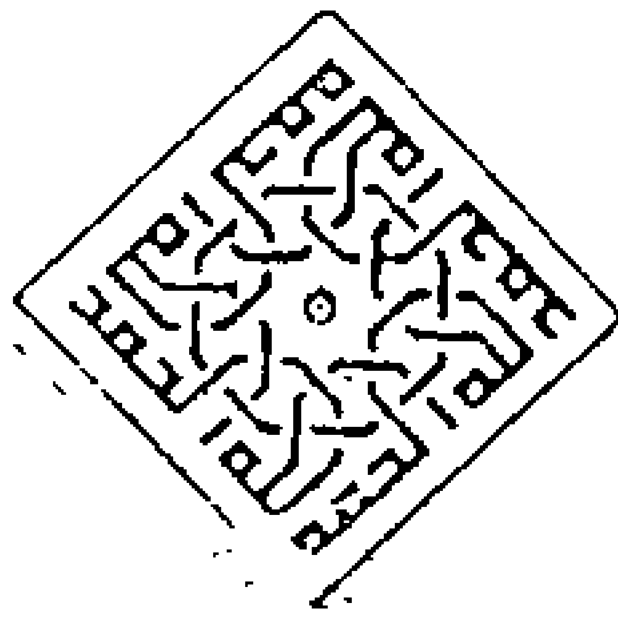
درس گاہیں



دارالمطالعے



خانقاہیں
اور
شفاخانے



شفا خانے

جہاں تک ہسپتالوں کا انتظام تھا اس کے لیے ایک علیحدہ مضمون درکا ہے سردست بغداد دمشق و قاہرہ مصر کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ مشہور بادشاہ عضد الدولہ نے بغداد میں بیمارستان عضدی کے نام سے ایک دارالشفا تعمیر کرایا۔ اس کے اخراجات کے لیے ساڑھے ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر وقف کی اس اسپتال میں ۱۲۴ اطباء مقرر تھے۔ ان کے علاوہ ہر دوشنبہ اور جمعرات کے دن شہر کے بڑے بڑے اطباء شفا خانے میں آتے اور پیچیدہ امراض کی تشخیص کرتے تھے۔

۲۔ چھٹی صدی ہجری میں بھی سلطان نورالدین زنگی نے بھی دمشق میں ایک اسپتال بنوایا اس شفا خانہ میں وقف کے قواعد میں یہ اجازت تھی کہ اس کی نایاب دواؤں کے استعمال میں امیر و غریب یکساں فائدہ اٹھائیں۔ مریضوں کی اس میں اس قدر آسائش تھی کہ لوگ اچھے انواع واقسام کے کھانے دیکھ کر مریض بن جاتے ایسے لوگوں کی ایک دو روز مہمانی کر دی جاتی، کیونکہ طبیب اپنی کمال حذاقت سے اصل بیماری کو تاڑ لیتے تھے اس لیے رقعہ رکھ دیتے کہ متمرض مہمان دو روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے۔

۳۔ ملک المنصور نے بھی ایک عظیم الشان بیمارستان قاہرہ میں بنوایا تھا اس

کے اخراجات کے لیے دس لاکھ سالانہ کے اوقاف تھے، عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ وارڈ تھے بخار پیچش، پیٹ کے امراض اور جراحی سے متعلق امراض سب کے لیے علیحدہ علیحدہ کمرے تھے اور حسب ضرورت ہلکی پھلکی گائیکی سے بھی ان مریضوں کے نفسیانی علاج کی کوشش کی جاتی مرض سے پیداشدہ ذہنی تکلیف سے توجہ ہٹانے کے لیے مریض کو کہانیاں اور لطیفے سنانے والے مقرر تھے۔ نہایت ہی قابل طبیبوں کی نگرانی میں مریضوں کا علاج کیا جاتا اور اسی وقف کی مد سے گھر جاتے وقت اس قدر سرمایا دیا جاتا کہ وہ بیماری کے بعد کمزوری کے ایام فارغ البالی سے بسر کر سکے اور فوراً معاش میں پڑ کر پھر بیمار نہ ہو جائے۔

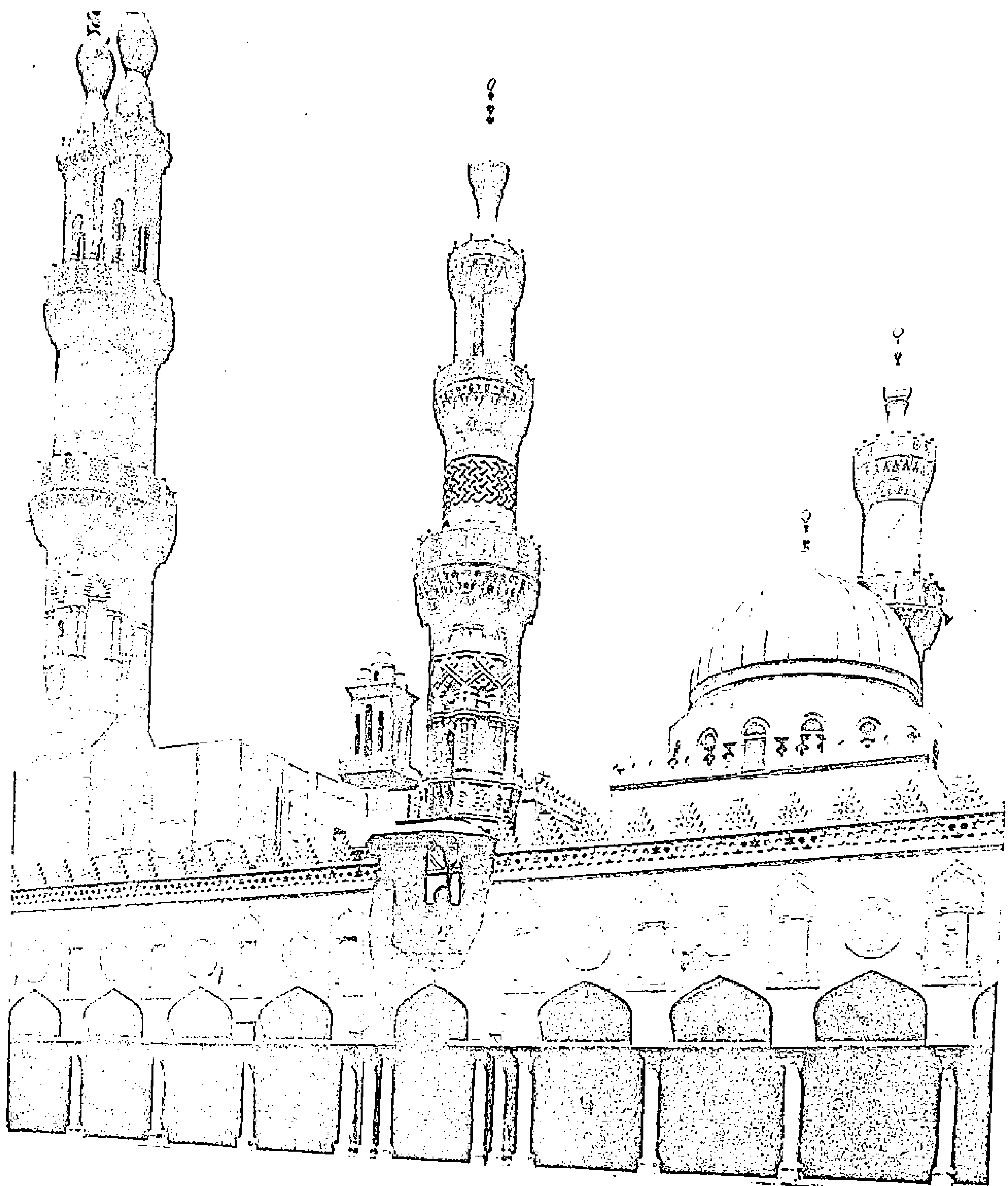
[اختصار والتہذیب از مقالہ ملک محمود علی ایم بی بی ایس ۲۰ جون ۱۹۶۱ء الاعتصام]

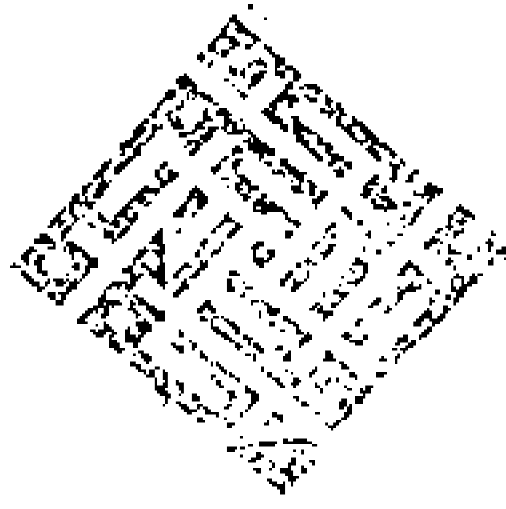
انسانوں کے علاوہ مریض جانوروں کے علاج ومعالجہ ان کی نگہداشت اور پرورش کے لیے بھی بعض اوقاف تھے دمشق میں وسیع سبزہ زار زمین بوڑھے گھوڑوں اور مویشیوں کے لیے وقف کی گئی تھی جہاں ایسے جانور رکھے تھے کہ چرتے یہاں تک کہ مر جاتے۔





مسجد الازہر





جامعہ الازھر مصر

آج دنیائے اسلام میں دو یونیورسٹیاں زبردست شہرت اور مقبولیت کی حامل ہیں ان میں سے ایک جامعہ ازہر قاہرہ اور دوسری جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

جامع ازہر قاہرہ فسطاط کے بعد جب ۳۵۹ھ میں قاہرہ دار السلطنت قرار پایا تو فاطمی حکمران المعز الدین کے غلام اور جزیرہ سسلی کے باشندہ نے ازہر نامی شہر کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی ایک جامع مسجد کی بھی بنیاد رکھی، اس کا نام الجامع الازہر رکھا گیا، مسجد کے اردگرد ''اواق'' ہوسٹل بنائے گئے، چھ دروازے اور تین صحن بنائے گئے اس مسجد کے تین سو اسی ستون ہیں اور آئمہ اربعہ کے چار مصلے بھی موجود ہیں، اس یونیورسٹی میں چاروں اماموں (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم) کی فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔

المعز الدین کے دور ہی میں یہ مسجد دار العلوم قرار پائی تھی اور اس کے اخراجات کے لیے کچھ جائیداد بھی وقف کر دی گئی تھی۔

چنانچہ بعد میں یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آنے والے امراء و سلاطین نے اس مسجد اور درسگاہ کے لیے نئے نئے اوقاف قائم کیے تاکہ اس علمی مرکز کو سرمائے کی قلت کے باعث اپنے وسیع تر مقاصد کی تکمیل میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

الازہر یونیورسٹی کی دو شاخیں ہیں، ایک ازہر قدیم اور دوسری ازہر

جدید ان دونوں علمی مراکز سے قدیم اور جدید تعلیمات کے چشمے پوری دنیا کو جس طرح سیراب اور فیض یاب کر رہے ہیں محتاجِ تذکرہ نہیں۔ چنانچہ آج یہ اسلامی درسگاہ دنیا میں اپنی قدامت، اپنے حسن انتظام، اور اپنی تدریسی صلاحیتوں کے اعتبار سے اپنا منفرد اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔

جامعہ الازہر کے بعد آج دنیائے اسلام میں دوسری مقبول اور مرجع خلائق اسلامی درسگاہ مدینۃ المنورہ میں نئی قائم شدہ الجامعۃ الاسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی ہے) اس درسگاہ نے تھوڑی ہی مدت میں بہت سی اسلامی خدمات انجام دی ہیں اور مزید اضافے ہو رہے ہیں۔ اسلام کے صحیح عقائد ونظریات کی تبلیغ اور اشاعت میں یہ درسگاہ انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔

جہاں تک عالم اسلام میں مختلف درسگاہوں اور لائبریریوں کے وجود کا متعلق ہے اگرچہ یہ موضوع اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس امر کا متقاضی ہے کہ اس سلسلے میں پوری دنیائے اسلام کے مدارس اور دار المطالعوں کی تفصیلی معلومات اور صحیح اعداد وشمار پیش کر دیئے جائیں۔

یہاں چونکہ مقصود ان درسگاہوں کا انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنا نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک اسلامیہ میں نظام اوقاف کا تذکرہ مقصود ہے اس لیے بعض ممالک کے مدارس، لائبریریوں اور اوقاف کی خدمات کا یہاں پر اجمالاً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

اوقاف میں مساجد کے بعد مدارس و جامعات کا نمبر آتا ہے۔ اسلام کے عروج و شباب کے دور میں بڑے اونچے پیمانے پر سینکڑوں عظیم الشان مدارس اور دینی درسگاہیں قائم تھیں۔

مولانا حالی مرحوم نے اپنے کلام میں چند مدارس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

نظامیہ ، نوریہ ، مستنصریہ
نفسیہ ، ستیہ اور صاحبتیہ
رواحیہ ، عزیہ اور قاہریہ
عزیزیہ ، زینیہ اور ناصریہ
یہ کالج تھے، مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کردی و قبچاقیوں کے

حضرت حالی نے اس جگہ چند مدارس کا ذکر کیا ہے، حالانکہ ان میں سے صرف نظامیہ کے نام سے پانچ مدرسے ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ اور بغداد میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان شاہِ سلجوقی کے قائم کردہ تھے اور نوریہ نور الدین ارسلان شاہ کا موصل میں موجود ہے۔

مستنصریہ، خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کا بغداد میں ستیہ مدرسہ ست الشام خاتون بنت ایوب، ہمشیرہ محترمہ صلاح الدین ایوبی کا قائم کردہ اور وزیر صفی الدین کا قاہرہ میں رومیہ رواحہ کے پوتے، ذکی ابوالقاسم کا دمشق میں ناصریہ، ملک الناصر صلاح الدین کا قاہرہ میں جاری تھا۔

ان کے علاوہ نفسیہ، عزیزیہ، عزیہ، قاہریہ وغیرہ مدارس جن کے بانیوں کے نام معلوم نہیں ہوسکے یہ سب بیت المقدس، موصل، بغداد، دمشق اور اسکندریہ میں قائم تھے۔

ان مدارس کے لیے گراں قدر اوقاف کا نظام قائم تھا اور ان کا انتظام و انصرام کرنے والے حضرات کی خدمت میں زر کثیر بصورت مشاہرہ پیش کیا جاتا تھا۔ طلباء کے قیام و طعام اور ان کے دیگر ذاتی اخراجات کے لیے اعلیٰ پیمانے کے انتظامات تھے، ان طلباء کو حفظ القرآن، خوشنویسی اور امتحانات میں کامیابی پر گراں قدر اشرفیوں کے انعامات سے سرفراز کیا جاتا اور ان کی خوب

حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ [کتاب المشاہیر، الفوائد البہیہ]

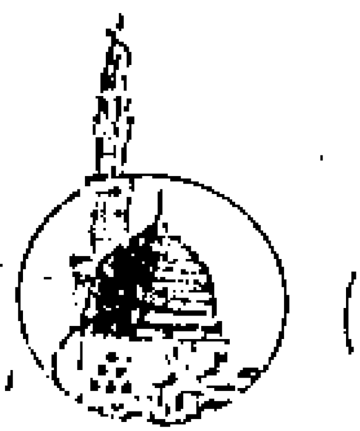
فاطمی سلاطین کے دور میں:

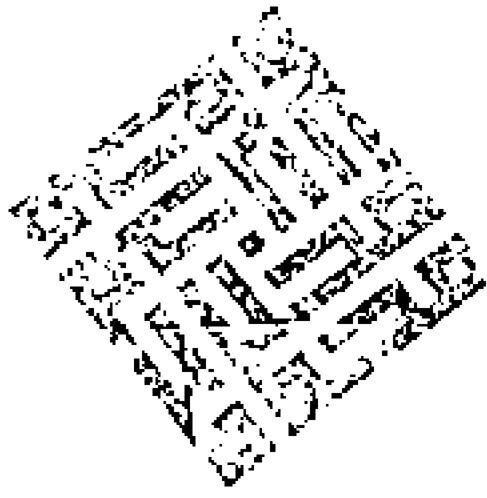
مساجد و مدارس کی ہمہ گیری اور وسعت کا یہ انداز حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ کسی انتشار کا شکار نہیں ہونے پایا اور اس میں کسی قسم کا اختلال رونما نہیں ہوا بلکہ ہر آنے والے حکمران نے اپنے پیشرو سے بڑھ کر کار خیر اور رفاہ عام کی اس مہم میں حصہ لیا۔ چنانچہ مصر میں بنی عبیدیون نے جنہیں فاطمین مصر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنی حدودِ مملکت میں بہت سی مسجدیں، مدرسے، خانقاہیں، مسافر خانے اور نہریں جاری کیں۔

فاطمین مصر کا صرف یہی کارنامہ ان کے نام کے زندۂ جاوید ہونے کی ضمانت ہے۔ انہوں نے قاہرہ میں جامعہ از ہر قائم کی جس کی تعمیر کو آج تقریباً گیارہ سو برس ہو چکے ہیں اور امتداد زمانہ کے باوصف اس کی شان وشوکت اور آب وتاب میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ہر دور میں اس کے منصوبوں میں بیش از بیش توسیع ہوتی رہی ہے۔

اسکندریہ، قاہرہ اور غزہ میں بنی عبیدیون کے نام کی مسجدیں آج بھی قائم ہیں اور ان کے سر بفلک مینار اپنے بانیوں کے شکوہ کے داستان سرا ہیں فاطمین مصر نے اس برصغیر کے جن علاقوں کو اپنے زیر انقلاب لیا ان میں ملتان اور اوچ کے علاقے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اور اس دور کے اوقاف کے بچے کھچے نشانات اب بھی ان دونوں شہروں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

[عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی]





فارس کے علمی مراکز

وسط ایشیا کے جن علاقوں کو قرن اوّل میں اسلامی فتوحات کے انقلاب نے اپنی لپیٹ میں لیا ان میں ایران و فارس کے علاوہ ماوراء النہر اور خراسان کا علاقہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں تاتاری حملہ تک یہ علاقہ اسلامی علوم وفنون کا زبردست مرکز بنا رہا اور اس کی خاک سے ایسے ایسے گنجہائے گرانمایہ نکلے کہ ایک عالم ان سے متمتع ہوا اور ایک دنیا نے ان سے اپنا دامن مراد بھرا تھا۔

ایران میں شیراز، نیشاپور، اصفہان اور مشہد مقدس اپنی پر شکوہ مساجد اپنے شاندار دینی مدارس اپنی خانقاہوں اور اپنے باغات و انہار کے باعث صدیوں تک مرجع خلائق بنے رہے۔

اصفہان جسے نصف جہان کہا جاتا تھا اور جو اس زمانے کا سب سے بڑا شہر تھا۔ مساجد کی کثرت کے اعتبار سے پورے عالم اسلام میں منفرد و ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔

ایران ہی کے ایک دوسرے شہر قزوین نے بڑے اساطینِ علم وفضل کو جنم دیا۔ شیراز جس کے ''آب رکناباد'' اور ''گلگشت مصلےٰ'' کی تعریف میں شعراء فارس نے قصیدے لکھے علم وفضل کا بہت بڑا مرکز تھا۔ یہاں اتابک ابوبکر بن سعد زنگی نے اپنے عہد اقتدار میں ایک بہت بڑا عالیشان مدرسہ قائم کیا تھا جس

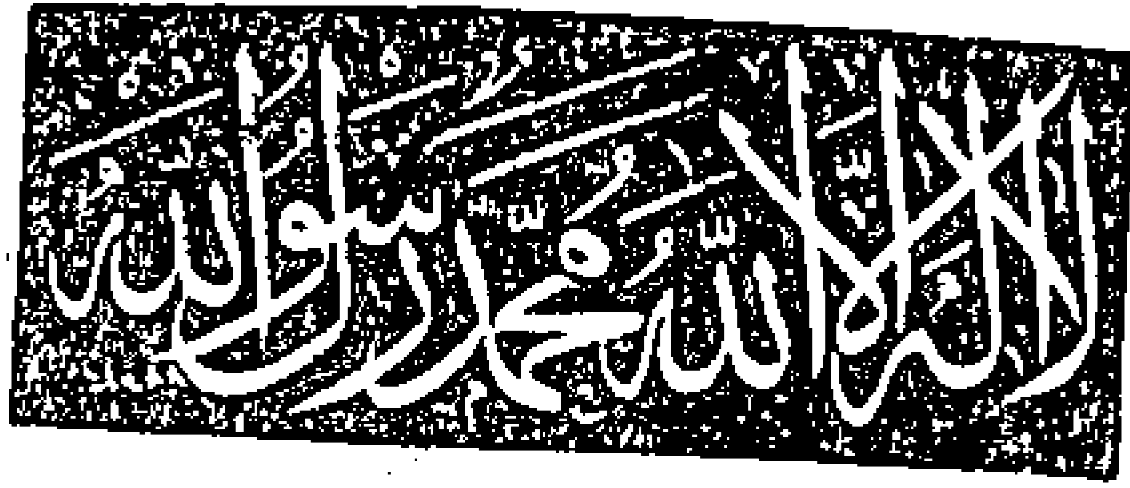
کی مسند صدارت پر سعدی شیرازی جیسا نابغۂ روزگار شخص متمکن رہا۔

مشہد میں امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تیسری صدی ہجری میں تعمیر ہوا اس مزار سے ملحق اوقاف کی وسیع جائیداد تھی۔ جو اب تک موجود ہے اور ہر دور میں سلاطین و امراء اور اہل خیر و ثروت نے اس کی توسیع میں بیش از بیش حصہ لیا تااینکہ آج ایران میں مشہد کا وقف سب سے بڑا وقف شمار ہوتا ہے۔ یہاں ہر جمعرات کو مردوں عورتوں اور بچوں کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے اور زائرین کے لیے لنگر کا نہایت عمدہ انتظام موجود تھا اس لنگر کا سارا خرچ اوقاف کی مد سے پورا ہوتا ہے اور اس درگاہ کا سارا انتظام و اہتمام براہِ راست حکومت کے ہاتھ میں ہے۔

نیشا پور جسے مشہور محدث امام مسلم کا وطن مالوف ہونے کا شرف حاصل ہے اس کے بارے میں تاریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے کہ یہاں ایسے ایسے عظیم مدرسے اور خانقاہیں قائم تھیں کہ لوگ بغداد کی بجائے تحصیل علم کے لیے نیشا پور کا رخ کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ایران کے ایک اور شہر سمنان میں چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں سلجوقیوں نے ایک عالیشان مدرسہ قائم کیا اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں ایک نام سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ملتا ہے۔ جو ساتویں صدی میں ہندوستان وارد ہوئے اور یو۔پی میں پورب کا علاقہ ان کے فیضانِ صحبت سے مشرف بہ اسلام ہوا۔ سمنان کی اس علمی درسگاہ کے ایک اور مستند عالم سید حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ایران سے کشمیر آئے اور سرینگر سے سنتیس (۳۷) میل دور کلگام کے مقام پر فروکش ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔





خدمت انسانیت میں خواتین کا حصہ

اسلام کی تعلیمات مرد اور عورت میں کسی امتیاز و تفریق کی قائل نہیں ہیں۔ وہ نسل آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کے ان دونوں طبقوں کو یکساں نیکی اور فلاح کا راستہ دکھاتی ہیں اور دونوں کو مساوی اجر و ثواب کے استحقاق کی نوید سناتی ہیں۔

قرآن مقدس کہتا ہے:

﴿﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾﴾ [الاحزاب:۳۵]

"بلاشبہ مسلمان مرد اور عورتیں ایمان والے اور ایمان والیاں عبادت گزار مرد اور عورتیں، سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں، صبر کرنے والے مرد اور عورتیں، خدا کی بارگاہ میں عجز و نیاز کا اظہار کرنے والے مرد اور عورتیں، صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، ان سب مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم کا سامان مہیا کر رکھا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں۔علم وفضل کے فروغ میں ان کا حصہ مردوں سے کم نہیں، رفاہِ عامہ کے شعبہ میں تو مردوں سے بھی آگے نکل گئی ہیں یہ اس حدیث کا اثر ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

صدقہ و خیرات کیا کرو کیونکہ میں نے جہنم میں تمہاری کثرت دیکھی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے عہد آغاز سے لے کر آج تک ہر عہد اور زمانہ میں عورتوں نے امور خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت راشدہؓ میں بے شمار خواتین نے اپنی جائیداد اور املاک راہ خدا میں وقف کر دیں، ان معزز اور بزرگ خواتین میں ازواج مطہرات کے اسماء گرامی بھی شامل ہیں، دور بنی عباس کی نامور ملکہ زبیدہ نے وقف کے طور پر اپنی جو یادگار چھوڑی ہے وہ بھی آج تک موجود ہے۔ ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں اپنے سفر نامہ میں جزائر مالدیپ کی ایک نیک دل خاتون ملکہ خدیجہ کا ذکر کیا ہے جس نے اپنی حدود وسلطنت میں عورتوں اور مردوں کے لیے بہت سے مدارس قائم کیے تھے۔ ملکہ خدیجہ کے ذکر سے یاد آیا کہ عورتوں میں سے اسلام لانے والی خاتون جسے اسلام کی خاتونِ اوّل کہا جاسکتا ہے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری جائیداد اور اپنا سارا مال ومتاع حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے وقف کر دیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنی ساری جائیداد اور املاک راہ خدا میں وقف کر دی تھیں، دوسری ازواج مطہرات نے بھی اپنا سارا مال ومتاع وقف کر دیا تھا۔

عرب کی مشہور شاعرہ خنساء کے چاروں بیٹے جنگ قادسیہ میں جام شہادت نوش کر گئے تو وہ واپس مدینہ آئیں اور یہ کہہ کر اپنا سارا مال اپنی ساری جائیداد اور اپنا سارا اثاثہ راہِ حق میں وقف کر دیا کہ ’’اللہ تعالیٰ نے انسان کے

لیے دو آزمائشیں رکھی ہیں مال کی آزمائش اور اولاد کی آزمائش میں سرخرو نکلی ہوں اور نہیں چاہتی کہ اس دوسری آزمائش میں مبتلا رہو۔ [کتاب المعارف، ص۱۶۳]

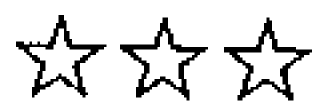
قادسیہ کی جنگ میں جب حضرت خنساء اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں تو میدان جنگ میں اپنے جوان بیٹیوں سے خطاب میں کہا تھا:

((لم تنب بکم ولم تقحکم السنة ثم جئتموا بامکم عجوز کبیرة فوضعتمو ھا بین ایدی اھل فارس، واللہ ما خنت اباکم ولا فضحت خالکم فاشھد وا اوّل القتال واخرہ))

''شہروں میں تم پر کوئی آفت نہیں ٹوٹ پڑی تھی نہ تمہیں قحط سالی نے پریشان کر رکھا تھا، پھر تم اپنی بوڑھی ماں کو لے کر یہاں آئے اور اسے تم نے ایرانیوں کے سامنے لا رکھا، اللہ کی قسم میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، جاؤ جنگ میں اوّل سے لے کر آخر تک شریک رہو۔''

حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا عہد رسالت کی ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے جذبحصول ثواب اور خدمت خلق کے حوالے سے ذکر ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک خیمہ نصب کر رکھا تھا، جس میں مختلف جہادی مہمات میں زخمی ہونے والے ایسے مجاہدین اسلام کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ کیا کرتی تھیں جن کا کوئی پرسان حال اور نگہداشت کرنے والا نہ ہوتا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تو حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاندان اور قبیلے کے افراد سے فرمایا کہ انہیں اسی خیمے میں رکھیں تا کہ وہ قریب رہیں اور عیادت کرنے میں آسانی ہو۔





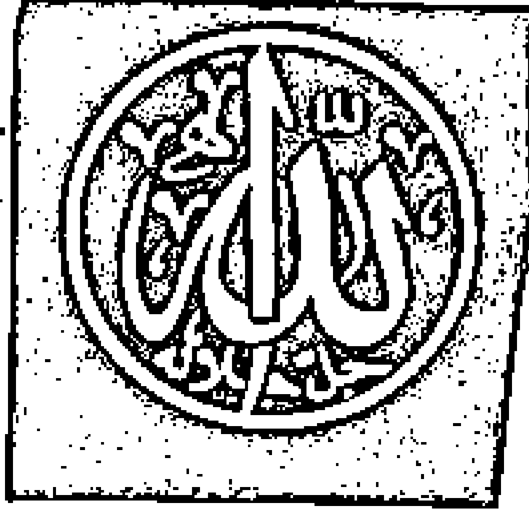
خواتین کے قائم کردہ

دینی مدارس

برصغیر پاک و ہند میں عورتوں نے اوقاف کے سلسلہ میں جو فیاضی دکھائی ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، ہندوستان کی فرمانروا خاتون سلطانہ رضیہ نے اپنے عہد سلطنت میں دہلی میں دو عظیم مدرسے قائم کیے تھے ایک مدرسہ میں بخارا کے ایک عالم اور دوسرے میں علامہ منہاج سراج کو مہتمم مقرر کیا۔ اس کے علاوہ سلطانہ رضیہ نے حوض شمسی کے جنوبی حصہ میں سکندر لودھی کے مزار سے متصل ایک عالیشان سرائے تعمیر کرائی تھی جس کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

جون پور جسے ہندوستان کا شیراز کہا جاتا ہے اور جہاں سے گزرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ((اشم رائحة الانبياء)) مجھے یہاں کی مٹی سے انبیاء علیہم السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ اس میں بی بی راجہ بیگم نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو انہی کے نام سے موسوم تھا۔

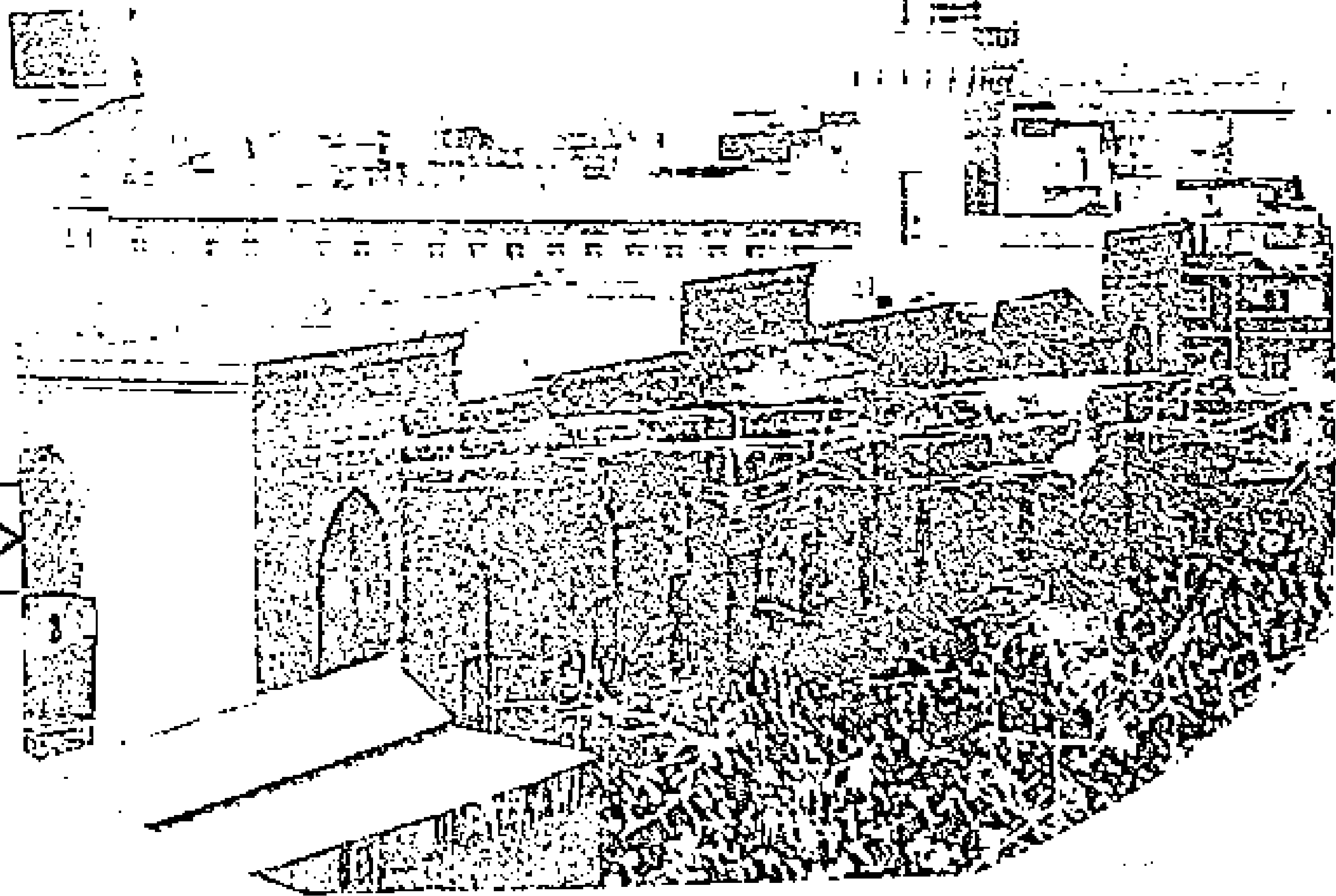
ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کی ایک ریاست ''ہندور'' میں لڑکیوں کے تیرہ مدرسوں کا ذکر کیا ہے اور اس پر بڑے تعجب کا اظہار کیا ہے اس نے لکھا ہے کہ اس ریاست کی تمام خواتین قرآن مقدس کی حافظہ ہیں، مدارس میں راس کماری کے ساحل سے تیس میل ادھر یہ قبصہ آج بھی موجود ہے۔ باشندوں کی اکثریت اب بھی مسلمان ہے اور شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔



خدمتِ انسانیّت

میں

خواتین کا حصّہ



امیر تیمور کی بیگم امتہ الجیب کو مدرسے جاری کرنے کا خاص ذوق تھا۔ بالخصوص تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اس کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ اس ملکہ نے ترکی کی خواتین اور فتوحات تیموریہ کی دومعرکہ آرا کتابیں بھی تصنیف کی تھیں۔

تیموری بیگموں اور شہزادیوں نے بڑی بڑی عالیشان مساجد تعمیر کروائیں اور مدارس قائم کیے دہلی میں مسجد اکبر آبادی اعزاز النساء کی یادگار تھی جو شاہ جہاں کی بیگم تھی اور اکبر آبادی محل کے نام سے مشہور تھی۔ شاہ جہاں کی بڑی لڑکی جہاں آرا بیگم نے جب آگرہ کی مسجد تعمیر کروائی تو اس کے ساتھ مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔

جہاں آرا بیگم کی معلّمہ ستی النساء بیگم خود بھی بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ حافظہ قرآن بھی تھیں۔ شاہ جہاں کی ملکہ ممتاز محل نے انہیں اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کیا تھا ملکہ ممتاز محل نے انہی کی تحریک پر غریب طلبہ و طالبات، واعظوں اور عالموں کے وظیفے مقرر کیے تھے۔

اورنگ زیب کی سب سے بڑی لڑکی زیب النساء بیگم خود بھی بڑی قابل اور علوم عربیہ و فارسیہ میں کامل دستگاہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے بھی علم کی سرپرستی کے لیے بہت سے مدارس قائم کیے ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ان کی ایماء پر رازی کی تفسیر کبیر کا فارسی ترجمہ ہوا۔

۱۹۱۴ء میں دہلی کے ایک امیر نواب احمد قلی خاں کے گھر ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام زینب النساء رکھا گیا۔ یہ خاتون آگے چل کر ایک بہت بڑی عالمہ و فاضلہ بنیں۔ انہوں نے خود اپنے مکان کو وقف کر کے اس میں عورتوں کا ایک مدرسہ جاری کیا جس میں وہ خود بھی تعلیم دیتی تھیں۔ یہی خاتون آگے چل کر ہندوستان کے آخری مسلمان فرماں روا بہادر شاہ ظفر کی بیگم بنیں اور زینب محل خطاب سے سرفراز ہوئیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاتون نے

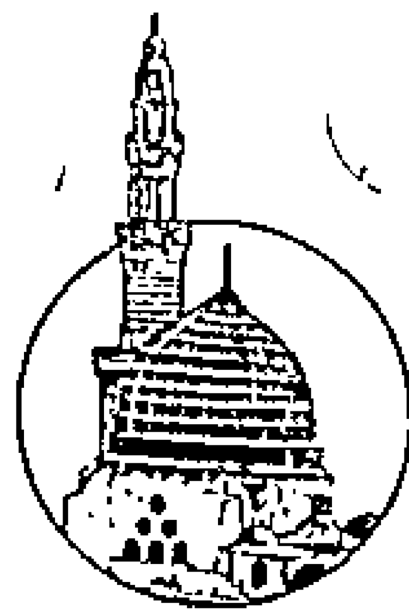
انگریزوں کے خلاف بغاوت میں بھرپور حصہ لیا اور بالآخر اپنے سرتاج کے ساتھ قید ہو کر رنگون جلاوطن ہوئیں اور وہیں ۱۸۶۲ء میں انتقال کر گئیں۔

پاکستان کا سب سے بڑا وقف سندھ میں ڈوکری کے مقام پر ہے جسے انڈین نیشنل کانگریس کے پریذیڈنٹ جے بی اچاریہ کو پلانی کے برادر بزرگ شیخ عبدالرحیم سندھی کی بیگم نے وقف کیا ہے اس وقف کا رقبہ دس ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے اور یہاں شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے۔ ①

لاہور میں مسجد مائی لاڈو اور مسجد انگہ عہد مغلیہ کی خواتین کی یادگار ہیں اسی طرح ساہیوال میں مسجد مائی عائشہ بھی خواتین کے دینی ذوق کی یادگار ہے۔

ٹھٹھہ میں مبارک بیگم نامی ایک خاتون کا سراغ ملتا ہے جس نے تیرھویں صدی عیسوی میں اپنی ساری جایداد وقف کر دی تھی معلّٰی کے قبرستان میں اس خاتون کی قبر کے ساتھ ایک مسجد آج بھی موجود ہے جو اس کی قبر کو دوسری قبروں سے ممتاز کرتی ہے۔

غرضیکہ تاریخ ان نیک دل اور پاکباز خواتین کے تذکرے سے معمور ہے جنہوں نے اپنے مال و متاع کو راہ خدا میں صرف کیا اور توشۂ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اپنے نام نیک کو زندہ جاوید کر لیا ہے۔



① (شیخ عبدالرحیم سندھی نومسلم تھے انہوں نے مولانا عبیداللہ سندھی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا، چونکہ مولانا سندھی فلسفہ ولی اللہی کے بہت بڑے شارح تھے۔ اس نے شیخ عبدالرحیم سندھی کے انتقال کے بعد ان کی بیگم نے یہ ساری جائیداد شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے نام کر دی تھی۔)



علامہ سید محمد سلیمان ندوی کا سلطان جہاں بیگم بھوپال کو خراج تحسین

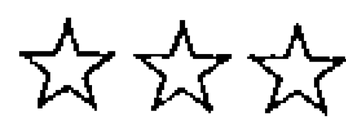
تاریخ اسلام کے اوراق ان پاکباز اور برگزیدہ خواتین کے زریں کارناموں سے روشن ہیں جنہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں خدمت خلق اور امت مسلمہ کی خیر خواہی اور بھلائی کی شمع جلا کر ظلمت کدہ فکر و عمل کو منور کر دیا تھا۔ انہی محسنات ملت میں سے محترمہ سلطان جہاں بیگم آف بھوپال رحمہا اللہ تھیں جنہوں نے حضور محسن کائنات رحمۃ للعالمین ﷺ کی سیرت طیبہ کی تصنیف و اشاعت کے سلسلے میں عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔

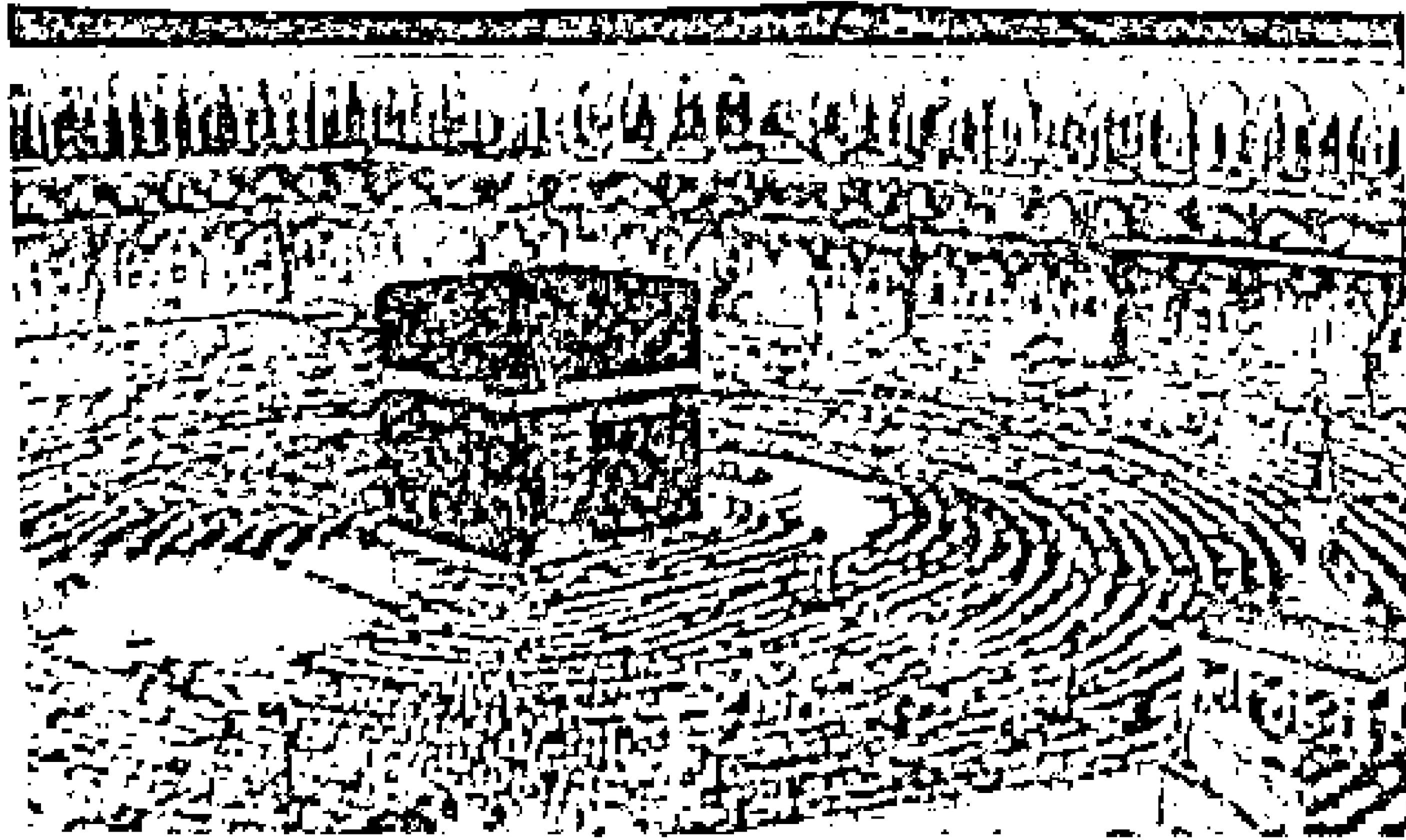
جب حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اردو زبان کی وقیع اور تحقیقی کتاب سیرت النبی ﷺ کو دو جلدوں میں مرتب کر لیا تو نومبر ۱۹۱۴ء میں وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رشید علامہ سید محمد سلیمان ندوی نے اس کی تکمیل کا بارگراں اٹھایا تو مادی وسائل فراہم کرنے کے لیے نواب بھوپال کی بیگم صاحبہ محترمہ نے سیرت النبی ﷺ کی اشاعت کی سعادت پانے کی خاطر اپنے خزانے کے باب کھول دیئے۔ چنانچہ علامہ سید محمد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے آغاز میں تحریر فرمایا کہ

''یہ سعادت اخروی ازل ہی سے ((خادمة الملة النبویه

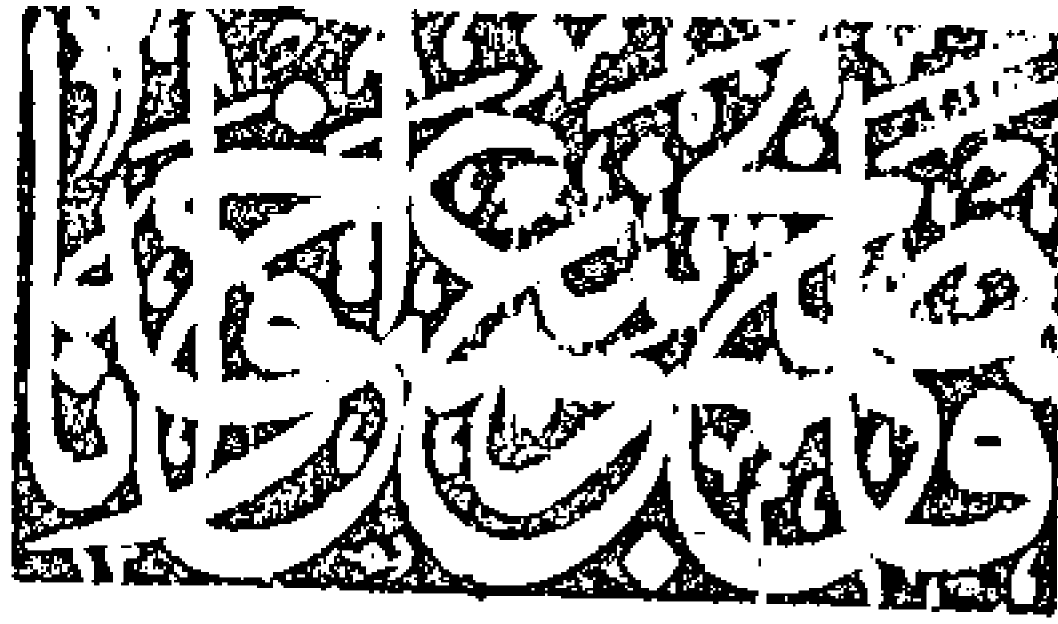
مخدومۃ الامۃ المحمدیہہ نواب سلطان جہاں بیگم تاج الہند
فرمانروائے بھوپال متع اللہ المسلمین بطول بقائھا و دوام
ملکھا)) کے لیے مقدر تھی اس لیے وہ سب سے آگے بڑھیں اور
سوانح نگار نبوت کو دوسرے آستانوں سے بے نیاز کر کے اس
سرمایہ سعادت کو اپنے خزانہ عامرہ میں شامل کر لیا۔ فرمانروا خواتین
اسلام نے جو مذہبی کارنامے انجام دیئے ہیں آئندہ مؤرخ اس
کارنامہ کو اس میں سب سے بڑا قرار دے گا کہ اس کا تعلق اس
ذات اقدس ﷺ سے ہے بعد شاید بائید اس خدمت گزاری کے
لیے مسلمانوں میں قرعہ اندازی ہوتی لیکن فرمانروائے بھوپال نے
مصنف کے جانشینوں کے لیے بھی سلسلہ فیض کو برابر جاری رکھا۔''

کاش دور حاضر کی خواتین میں سے بھی کوئی ''مخیّرہ وسخیہ'' سیرت النبی ﷺ کی تعلیم واشاعت کے سلسلے میں محترمہ بیگم نواب بھوپال کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے وسائل و ذرائع مختص کرنے کے ابدی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔





صلاۃ الجماعۃ في الحرم المكي



قدیم اسلامی درسگاہیں

دارالحدیث کی جگہ چرچ کی تعمیر

سر زمین ہندوستان کی قدیم ترین دینی درس گاہ اُوچ کا مدرسہ ''فیروزیہ'' تھا جس کی مسند صدارت پر علامہ منہاج سراج رحمۃ اللہ علیہ جیسا متبحر عالم متمکن ہوا، علامہ منہاج سراج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تاریخی کتاب طبقات ناصری میں وضاحت کی ہے کہ اس مدرسہ کے تمام اخراجات اوقاف کی آمدن سے پورے ہوتے تھے اور ماہانہ مصارف ایک لاکھ سے متجاوز تھے۔

اُوچ اور ملتان کے حکمراں ناصر الدین قباچہ نے جو سلطان قطب الدین ایبک کا معاصر اور شہاب الدین محمد غوری کے معتمد سپہ سلاروں میں سے تھا۔ اس مدرسہ کو توسیع و ترقی کے لئے وقف جائیداد کا ایک وسیع نظام قائم کیا تھا، اس میں زمینیں بھی تھیں، باغات بھی تھے، دکانیں اور مکانات بھی تھے اور محاصل کی آمدن بھی تھی جو اس درسگاہ کے نام وقف تھی۔

سلطان محمود غزنوی کے پوتے ابراہیم غزنوی کے عہد میں جب حضرت سید امام اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ محدث کا لاہور میں ورود ہوا تو ان کی درسگاہ ''دارالحدیث'' کے نام اسی شہر لاہور میں ایک وسیع قطعہ اراضی وقف کیا گیا اور ہال روڈ پر (شاہراہِ قائداعظم اور میکلوڈ روڈ کے درمیان) جس جگہ آج کل چرچ کی وسیع عمارت ہے یہ ساری زمین اسی دور کے وقف شدہ تھی جس پر فرنگی دورِ

اقتدار میں عیسائیوں نے غاصبانہ قبضہ کر کے گرجا کی عمارت تعمیر کر لی تھی۔

''پاک و ہند کی قدیم اسلامی درس گاہیں'' کے عنوان سے دارالمصنفین اعظم گڑھ نے جو معلومات افزا کتاب شائع کی ہے اور جس کے مصنف مولانا ابوالحسنات ندوی مرحوم تھے انہوں نے اس کتاب میں بہت سے مدارس اور درس گاہوں کے نام درج کیے ہیں جو برصغیر کے طول و عرض میں قائم تھیں، اسی کتاب میں دورِ جہانگیری کے اس فرمان کا تذکرہ ملتا ہے کہ

''حدودِ مملکت میں جہاں بھی کوئی مال دار، رئیس یا بیرونی تاجر بغیر کسی جانشینی یا وارث کے مر جائے تو اس کی تمام جائیداد و املاک مدرسوں اور خانقاہوں کے نام وقف کر دی جائے۔''

محکمہ امور مذہبیہ کا قیام

۱۹۴۶ء میں نواب آف بہاولپور نے اپنی ریاست میں اسلام کی عملداری اور قوانین اسلامی کے نفاذ کے سلسلے میں اوقاف اسلامی کے لئے ایک قانون نافذ کیا جس کے مطابق ریاست میں ایک محکمہ معرض وجود میں لایا گیا جس کے سربراہ کا نام'' ناظم امور مذہبیہ'' رکھا گیا اور حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اس محکمہ کے پہلے سربراہ مقرر کیے گئے تھے۔

اس محکمہ کے زیر اہتمام چار شعبے کیے گئے تھے۔

۱۔ دارالافتاء ۲۔ رجسٹریشن نکاح

جس کا کام ریاست میں نکاح خوانوں کا تقرر، نکاح کی فیس وصول کرنا اور نکاحوں کا ریکارڈ رکھنا تھا۔

۳۔ تنظیم مساجد: ریاست بہاولپور میں واقع جامع مسجدیں اس محکمہ کے زیر اہتمام تھیں۔ جن کے آئمہ خطباء اور دیگر ملازموں کا تقرر عمل میں لانا اس

محکمہ کے ذمہ تھا۔

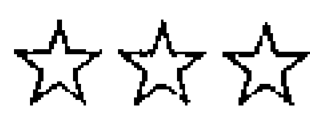
۴۔ خانقاہیں: ریاست بہاولپور کی حدود میں واقع تمام خانقاہیں محکمہ امور مذہبیہ کی زیر نگرانی تھیں۔ ان کے لئے متولیوں کا تقرر، اوقاف کی رجسٹریشن اور دیکھ بھال اور حسب ضرورت ان کے لئے حکومت کی مالی امداد کی فراہمی اس محکمہ کی ذمہ داری تھی۔

پاکستان میں محکمہ اوقاف کا قیام:

ہندوستان کی تقسیم کے بعد جب اسلامی مملکت پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو ۱۹۴۹ء میں پہلی مرتبہ صوبہ سرحد کے دینی و سیاسی رہنماؤں کی کوشش سے اسلامی اوقاف کا قانون پاس ہوا جس کا نام چیری ٹیبل انسٹی ٹیوشن ایکٹ تھا۔ جس کے تحت حکومت کی جانب سے با قاعدہ محکمہ معرض وجود میں آیا جس کے سربراہ کا نام ایڈمنسٹریٹر چیری ٹیبل انسٹی ٹیوشنز ڈیپارٹمنٹ تھا۔ اس ایکٹ کے تحت (گورنر) کو اپنے حکم کے ذریعے تمام مساجد اور مزارات حکومت کی تحویل میں لینے کے مکمل اختیارات حاصل تھے اور اس کا انتظام و نصرام اس محکمہ کی ذمہ داری ہوا کرتا تھا۔

چنانچہ صوبہ سرحد میں واقع تمام بڑی بڑی مساجد اور خانقاہیں مزارات حکومت نے اپنی تحویل میں لے لئے اور ان وقف املاک اور مقامات کی آمدنی حکومت کے خزانے میں جمع ہونا شروع ہوگئی۔ خزانے میں رقم جمع کرانے کے لئے اس مد کا نام بیت المال رکھا گیا تھا۔

اس نظام اور اس محکمہ کی نگرانی کرنے والے عملے کی تنخواہیں بھی حکومت اسی فنڈ سے ادا کیا کرتی تھی لیکن ان مساجد اور مزارات کی تعمیر اور مرمت کا کام حکومت کا محکمہ پی ڈبلیو ڈی کیا کرتا تھا۔



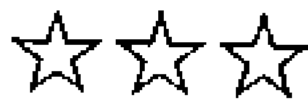
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

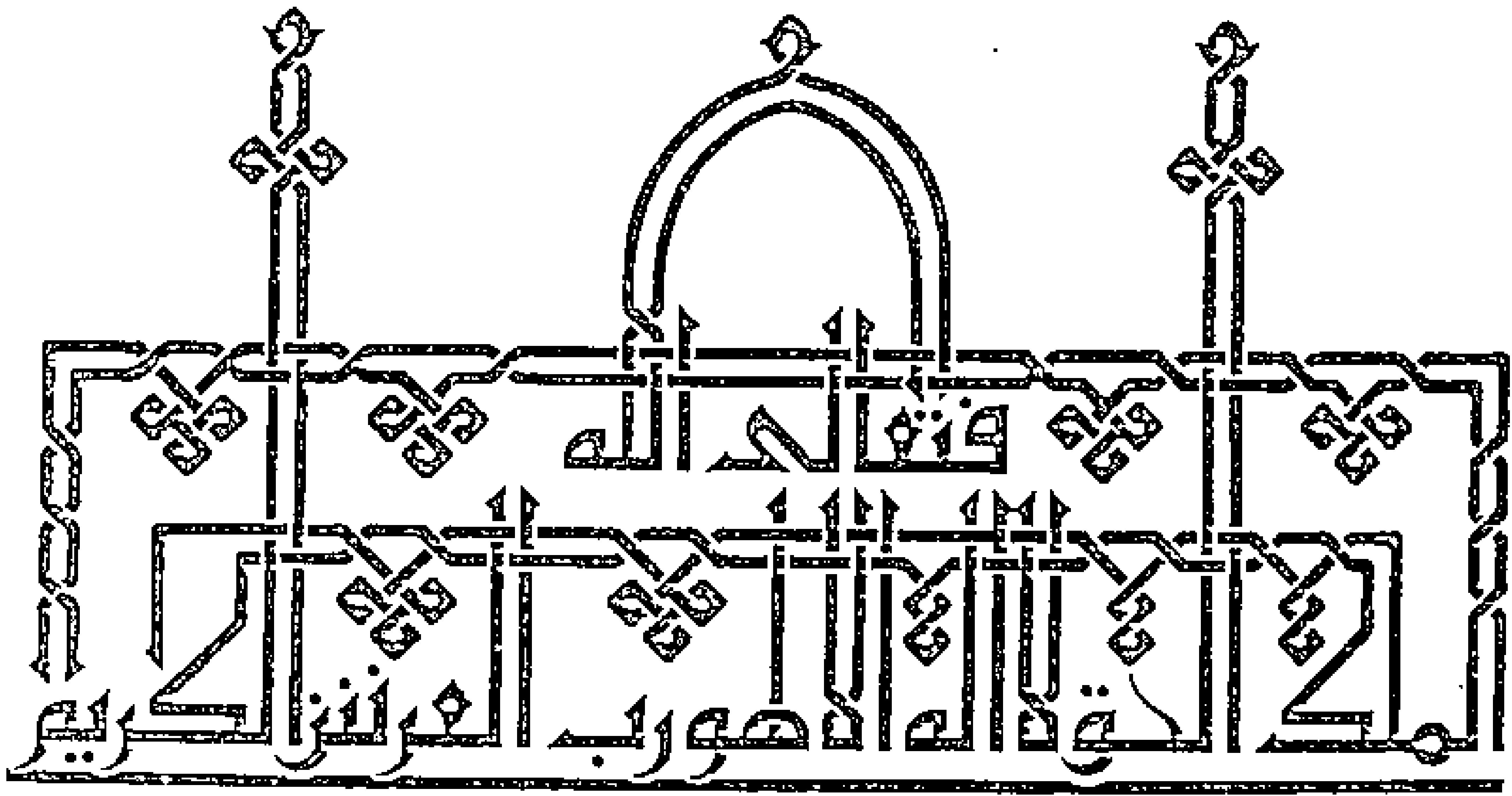
خدمت خلق کی مستحسن کوششیں

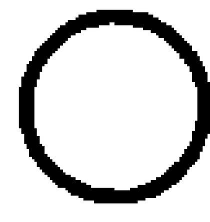
برصغیر پاک و ہند کے مختلف مقامات پر خدمت خلق کے لئے مستحسن کوششیں بروئے کار لانے والوں میں بہت سی تنظیموں اور جماعتوں نے زریں کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سے احرار خدام خلق، سرحد کی خدائی خدمتگار اور خاکسار بیلچہ پارٹی کے دوش بدوش کئی مسلم ویلفیئر سوسائٹیوں کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ تقسیم ہند سے قبل جہاں کہیں ناگہانی حادثات رونما ہونے پر مخلوق خدا مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتی، خدمت خلق کے جذبے سے سرشار کارکن مصیبت زدگان کی امداد کو فوراً پہنچ جاتے تھے۔ چنانچہ کوئٹہ کے زلزلے، بہار اور نواکھالی وغیرہ کے سیلاب زدگان، ہندو مسلم فساد زدہ علاقوں اور مختلف مقامات پر ناگہانی آتش گیر حادثات کے موقعہ پر رفاہی تنظیموں خصوصاً احرار خدام خلق اور خاکساروں نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں مؤرخ انہیں ہرگز فراموش نہیں کرسکتا۔ آج اگرچہ ان تنظیموں کا وجود باقی نہیں لیکن ان کے زریں کارناموں سے تاریخ کے صفحات آج بھی روشن اور تابناک ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد جہاں ہوس زر اور جلد منفعت کی لامتناہی وباء نے ہمہ گیر صورت اختیار کر لی ہے وہاں ایسی بھی شخصیات موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اظہار محبت و ہمدردی اور انہیں پیش آمدہ مشکلات و مصائب

سے نجات دلانے کے سلسلے میں لائق تحسین خدمات انجام دینے میں آج بھی سرگرم عمل ہیں ان ہی میں ایدھی ٹرسٹ کے دوش بدوش ہمدرد ٹرسٹ کراچی کی خدمات خلق خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں اداروں نے مختصر سی مدت میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ موجب فلاح دارین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کی مستحسن خدمات کا صلہ دینے والی ذات ہے۔







اسلامی علوم کا شوق اور مالی ایثار

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بہت بڑے سرمایہ دار تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مال تحقیق وطلب حدیث شریف میں خرچ کر دیا تھا۔

۲۔ یحییٰ بن معین نے علم الحدیث کی تحصیل میں اپنا کل سرمایہ دس ہزار روپے صرف کر ڈالے یہاں تک کہ جوتی خریدنے تک رقم نہ رہی اور ننگے پاؤں چلتے تھے۔

۳۔ عبداللہ بن مبارک نے تحصیل علم دین میں اپنی ساری پونجی یعنی چالیس ہزار درہم صرف کر ڈالے تھے۔

۴۔ محمد بن علی بن عاصم واسطی نے تحصیل علم دین میں ایک لاکھ کی رقم صرف کی جوان کے والد نے ان کو دی تھی۔

۵۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تحصیل علم دین کے لیے ڈیڑھ لاکھ کی رقم صرف کر کے ایک لائق تحسین کارنامہ انجام دیا تھا۔

۶۔ ابن رستم نے تحصیل علوم اسلامیہ میں تین لاکھ کی رقم صرف کی۔

۷۔ ہشام بن عبید اللہ نے علم الحدیث کے سفر میں ساٹھ لاکھ روپے صرف کیے

۸۔ خطیب بغدادی نے تحصیل علوم اسلامیہ میں دو کروڑ پونڈ صرف کیے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ روپیہ مشکل سے ملتا تھا۔ شوق علوم دینیہ میں مسلمانوں کی ذاتی مالی قربانی کا یہ حال تھا جس کے متعلق ہم نے بطور مثالی نمونہ از خروارے چند حوالے پیش کیے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کو اپنے دورِ عروج میں دینی علوم کی عظمت اور اہمیت کا کس قدر احساس تھا۔ آج اس جانب توجہ کی ضرورت ہے۔



دنیا کے رفاہی ادارے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریک خدمت خلق کے خوشہ چین

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازا ہے اور جن پر مال و دولت اور مادی اسباب و ذرائع کے دروازے کھولے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بے وسیلہ اور تنگدست انسانوں کے لیے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیں اور ان میں دولت و سرمائے سے محرومی کا احساس ہرگز نہ پیدا ہونے دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مادی وسائل و ذرائع کی ریل پیل اس لیے نہیں کی ہے کہ اپنی ہی عیش کوشیوں اور عشرت سامانیوں اور اپنی ذاتی خواہشات ہی کی تکمیل پر بے دریغ خرچ کرتے رہو۔ بلکہ قرآن کریم میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿﴿ وَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾﴾

''اور ان کے مال و اسباب میں ان مفلسوں اور غریبوں کا حق متعین کر دیا گیا ہے خواہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کریں یا ویسے ہی محروم و سائل ہوں۔''

گویا اربابِ دولت و ثروت کی جانب سے ایسے بے وسیلہ و بے سہارا انسانوں پر جو بھی رقم خرچ کی جائے گی وہ کسی کا احسان نہیں ہوگا وہ ان کا اپنا حق

ہے۔ جو انہوں نے وصول کیا ہے۔

لیکن جو لوگ دنیاوی مال و اسباب اور دولت و سرمائے کی فراوانی کو اپنے علم و ہنر اور اپنی محنت کا ثمر قرار دے کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے انکار کریں انہیں تاریخ کے صفحات کا آئینہ دکھا دیا جائے جس میں جھانک کر ان باغیوں اور سرکشوں کا عبرتناک انجام دیکھ لیں کہ وہ دنیا کی زندگی میں کیا شان و شوکت اور فخر و غرور کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے تھے اور مخلوقِ خدا پر جن لوگوں نے ظلم و ستم کی انتہاء کر کے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا آج ان کا نام و نشان مٹ گیا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں اچھے لفظوں میں یاد کرنے والا اور ان کی معمولی خوبی کا تذکرہ کرنے والا بھی کوئی نہیں رہا ہے۔

میں نے ایک جماعت کے ہمراہ دورانِ سفر دہلی میں ایک بادشاہ کی قبر پر ایسا عبرتناک منظر دیکھا ہے کہ سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مغلیہ طرز کے مضبوط قلعہ نما مقبرے پر ہیبت ناک اور پر شکوہ عمارت تو موجود ہے مگر وہاں پر بندروں نے ڈیرہ جما رکھا ہے۔ اس طرح آگرہ سے متصل سکندرہ کے مقام پر اپنے آپ کو مغل اعظم اور ''شہنشاہِ اعظم'' کہلوانے والے اکبر بادشاہ کے مقبرے کے احاطے میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لنگوروں کی ٹولیاں درختوں کی شاخوں سے لٹک رہی ہیں اور کچھ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگیں مار کر ایک ہنگامہ برپا کر رہی ہیں۔ وہاں جانے والے سیاح ان لنگوروں کے لیے روٹی کے ٹکڑے اور چنے کے دانے وغیرہ خوراک پھینکتے ہوں گے اس لیے لنگوروں نے ہمارے اردگرد بھی احاطہ باندھ لیا اور للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ حسب معمول ہم نے بھی ان کے لیے خوراک کا سامان فراہم کیا تھا۔

یہ صرف دین الٰہی ایجاد کرنے والے اکبر بادشاہ تک ہی محدود نہیں اس کے لڑکے جہانگیر بادشاہ اور اس کی بہو ملکہ نور جہاں کے مقبروں کا حال لاہور میں دیکھ لیجئے۔ ملکہ نور جہاں کا اپنا شعر اس کی لوحِ مرقد پر کیا حسب حال ہے۔

برمزارِ ماغریباں نے چراغِ نے گلے
نے پر پروانہ سوزو نے صدائے بلبلے

ان بڑے بڑے بادشاہوں اور بے شمار مادی اسباب و ذرائع کے بلاشرکت غیرے، مالک ارباب دولت وحشمت حکمرانوں کی قبروں پر ایک ہُو کا عالم طاری ہے ان کی قبروں پر عظیم الشان بلڈنگیں اور مضبوط قلعہ نما قبے تو موجود ہیں۔ مگر دور دور تک ان کا احترام کے ساتھ نام لینے والا انسان کوئی نہیں۔ ان کے مقبروں کے احاطے میں پھولوں کی خوبصورت روشیں تو موجود ہیں۔ مگر عقیدت و احترام کے ساتھ ان کی قبروں پر پھول نچھاور کرنے والا کوئی نہیں۔ ان کے ہاں سیاحوں کا ہجوم تو ہوتا ہے، لیکن نمناک آنکھوں اور عقیدت بھرے جذبات کے ساتھ دعائے مغفرت کے لیے اٹھنے والے ہاتھ موجود نہیں ہیں۔ اس کا نظارہ کرنا ہوتو دہلی کے بادشاہوں میں سے شمس الدین التمش جنہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام محدثین افراد کنبہ، اجمیر شریف میں حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، فتح پور سیکری میں حضرت خواجہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، پاکپتن میں حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، ملتان میں حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، گولڑہ میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، لاہور میں حضرت احمد بن علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد و مدفن موجود ہیں کہ وہاں برہمہ وقت عقیدت و احترام کا ایک بحر مواج نظر آتا ہے۔ درحقیقت ارباب دولت وثروت یہ شخصیات تھیں جنہوں نے اپنا

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کی مرضیات پر نثار کر دیا تھا، ان کی پوری زندگی مخلوق خدا کی خدمت اور فلاح معاشرہ کے لیے وقف تھی اس لیے ان کے نام تاریخ بھی روشن ہیں، ان کے کارنامے زندہ ہیں، ان کے بے شمار نام لیوا موجود ہیں۔ ان کے نیک کاموں کے ہر جگہ چرچے ہیں اور ان کے کارنامے تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔

حرف آخر

بہر نوع کتاب کے ابتدائی حصے میں محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ خدمت خلق کے خدوخال واضح کیے گئے ہیں۔ بعد ازاں دور خلافت راشدہ، دور بنی امیہ، بنی عباس اور دنیا کے مختلف ممالک میں فرزندان اسلام کی طرف سے کیے گئے اقدامات خدمت خلق کی جھلک پیش کی گئی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی خدمت خلق اور انسانوں کی بھلائی (فلاح و بہبود) کے جو بھی اقدامات بروئے کار آ رہے ہیں وہ سب حضور محسن انسانیت ﷺ ہی کے اسوۂ خدمت اتباع کا حصہ ہیں، اس لیے بظاہر خواہ وہ اوقاف، سماجی بہبود، ہلال احمر، ویلفیئر سوسائٹیوں وغیرہ کسی عنوان اور نام سے موسوم ہوں، لیکن فی الحقیقت وہ رسول اللہ ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ کی خوشہ چینی اور دنیا کے سامنے حضور ﷺ ہی کے پیش کردہ منصوبے کا نمونہ ہیں۔

((وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ))

